منبعِ سرِّ نبوت ہمہ ولایت حیدریؓ

آفتابِ چشتیاںؒ

مخدوم صابر کلیریؒ

شبیر حسن چشتی نظامی

انتساب

یہ حقیر تالیف صاحب المجد والشرافتہ اعلیٰحضرت نقیب الاولیاء
حضرت محمد مستحسن صاحب فاروقی دامت برکاتہ سجادہ نشین درگاہ
قطب العالم حضرت شیخ کلیم اللہ شاہجہاں آبادیؒ کے نام نامی پر
معنون ہے جو موجودہ صدی میں خواجگان چشت کے مشن کے بہترین
مبلغ اور ماہنامہ "آستانہ" کے ذریعہ اسلام کی بہترین تبلیغی
خدمات انجام دے رہے ہیں۔

شبیر حسن چشتی نظامی

فہرست مضامین

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

امّابعد عام طور پر کتب سیرت وسوانح کا اندازِ تحریر اس قسم کا ہے کہ سیرت نگار اپنا پورا زورِ قلم محیّر العقول واقعات اور حالات نگاری پہ صرف کر دیتا ہے جس سے نہ صاحبِ سیرت کی زندگی کا صحیح صحیح اور پورا پورا نقشہ پڑھنے والوں کی نظر میں آتا ہے ۔ اور نہ اُس کی زندگی کے مختلف پہلو اُجاگر ہوتے ہیں، اُردو زبان میں آج تک جتنی کتابیں حضرت مخدوم صابر پاکؒ کے حالات پر مشتمل شائع ہوئی ہیں، وہ بالعموم یا تو اس قدر مختصر ہیں کہ ان سے بجز مخصوص حالات واقعات کے ناظرین کے کچھ ہاتھ نہیں آتا، یا حُسنِ عقیدت میں اس انداز سے لکھی گئی ہیں اور ایسے واقعات سے لبریز ہیں کہ ان کی صداقت مشکوک ہے۔ بنا بریں ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ حضرت مخدوم صابر پاکؒ کا ایک ایسا مستند تذکرہ .... شائع کیا جائے جس کا ایک ایک واقعہ، ایک ایک حال صحیح اور مستند ہو، چنانچہ

اکابرین سلسلۂ عالیہ چشتیہ کی متذکرہ ذیل تصنیفات کی مدد سے یہ تذکرہ ہدیۂ ناظرین ہے۔ جس کے متعلق بجا طور پر یہ دعویٰ صحیح ہے کہ یہ تذکرہ سو فی صدی مستند اور حرزِ جان بنائے رکھے جانے کے لائق ہے۔

راقم الحروف کو اپنی علمی بے بضاعتی کا احساس و اقرار ہے، ناظرین کرام اگر کسی جگہ کوئی غلطی یا سہو پائیں تو تصحیح فرما کر مطلع فرمائیں (وَالعفو عند کرام الناس مقبول)

اس کتاب کی تسوید میں حسب ذیل کتب کی امداد شامل ہے۔

اخبار الاخیار	سیر الاقطاب
اقتباس الانوار	تذکرۃ العابدین
خزینۃ الاصفیاء	لطائفِ قدوسی
انوار العیون	تذکرۂ صابرہ
تذکرۃ الرشید	امداد المشتاق
ملفوظاتِ شریفی	انوار الرحمٰن تنویر الجنان

منقبت حضرت مخدوم پاک رضی اللہ عنہ

"آفتابِ چشتیاں مخدوم صابر کلیریؒ"

(شمس الاعظم حضرت مولانا شاہ محمد عظمت علی قدس سرہٗ العزیز)

منبعِ سرِّ نبوت ہم ولایت حیدریؓ
آفتابِ چشتیاں مخدوم صابر کلیریؒ

اے بشانت کُنتُ کنزاً لِی مَعَ اللہ دائماً
تاجدارِ مَن رَآنِی بادشاہِ دلبری

فخرِ جملہ خواجگاں خاصِ فریدالدینؒ ولی
از جلالِ شمسِ تو تاباں طریقِ صابری

مطلوبِ جانِ عاشقاں محبوبِ رب العالمیں
دریائے فیضانِ خدا ہم در خفی و ظاہری

سُلطانِ جملہ صابریں بُرہانِ جملہ قادریں
بود وجودِ عارفیں واللہ نداری ہمسری

صد ہزاراں نازنین و مہ جبیں آمد پدید
لیکن اندر حسن و خوبی تو عجب نادر تری

مانندِ تو اندر میاں پیدا نشد کس در جہاں
وصفت نگنجد در بیاں حقا عجائب مظہری

اے کجکلاہی بر سرت زیبد بسر بر سلطنت،
اے کاف و نون فرماں برت بر حالِ زارم بنگری

ما عاشقانت بر درت با صد فغاں نعرہ زناں
اے غیاثِ بیکساں ظلِّ ہمایوں گستری

اے بادشاہِ ذوالعطا بحرِ کرم، کانِ سخا
جلوے بدہ مستی نما از خود روم تا بکسری

مسکین عظمت بے نوا در عشق حافظ مبتلا
بہرِ خدا رحیم نما از لطفِ بندہ پروری

انجم امروہوی

ولایت کی وراثت کے، حقیقی پاسباں تم ہو
ضیا بخشِ جہاں تم ہو، مزاجِ بوستاں تم ہو
تصوف کے، تقدس کے، معارف کے مناقب کے
جو سچ پوچھو تو میں کہہ دوں کہ بحرِ بے کراں تم ہو
شریعت کے، طریقت کے، نظائر کے، بصائر کے
غرض یہ کہ، رموزِ معرفت کے نکتہ داں تم ہو
جہاں سے چھنتی رہتی ہیں شعاعیں نورِ عرفاں کی
وہ مرکز نور کا ماہِ منیرِ چشتیاں تم ہو
انہیں خاطر محزوں اگر ہو غم کے ماروں کے
تو بے شبہ انہیں بے نوا و بے کساں تم ہو
فضائیں مشکبو جس سے ہوائیں عطر افشاں ہیں
وہ روحِ بوستاں تم ہو وہ جانِ گلستاں تم ہو

مخدوم جملہ کاملیں مخدوم صابر کلیریؒ

(حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی)

اے تاجدارِ چشتیاں مخدوم صابر کلیریؒ
اے پیشوائے عارفاں مخدوم صابر کلیریؒ

اے چارۂ بیچارگاں مخدوم صابر کلیریؒ
اے رہنمائے گمرہاں مخدوم صابر کلیریؒ

اے فخرِ جملہ خواجگاں مخدوم صابر کلیریؒ
مطلوبِ جانِ عاشقاں مخدوم صابر کلیریؒ

آمد ہجومِ عاشقاں بر درگہت گریہ کناں
لطفے بہ این خستہ دلاں مخدوم صابر کلیریؒ

اے تاجِ وحدت بر سرت اے مہرِ برجِ معرفت
مسجودِ عالم بر درت مخدوم صابر کلیریؒ

دستِ تو دستِ ایزدی فیضِ تو فیضِ سرمدی
شانِ تو شانِ احمدی مخدوم صابر کلیریؒ

عالم ہمہ عشاقِ تو آشفتہ و مشتاقِ تو
لاتقنطو الصداقِ تو مخدوم صابر کلیریؒ

در عشقِ تو دیوانہ ام، از ماسوا بیگانہ ام
تو شمعِ من پروانہ ام مخدوم صابر کلیریؒ

رویم نما سویم ببیں محبوبِ ربِ العالمیں
مخدومِ جملہ کاملیں مخدوم صابر کلیریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام و نسب

حضرت مخدوم پاک کا اسم مبارک علی احمد لقب صابر عرف علاؤالدین ہے آپ کا سلسلۂ نسب رسالۂ انساب مصنفہ ملا وجیہ الدین شہابی میں اس طرح مذکور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سیّد صحیح النسب حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی اولادِ امجاد میں سے تھے۔

سیّد علی احمد صابر بن سید عبداللہ بن سید فتح اللہ بن سید نور محمد بن سید احمد بن سید غیاث الدین بن سید بہاء الدین بن سیّد داؤد بن سید محمد اسمٰعیل بن امام ناطق حضرت موسیٰ کاظم بن سیّد امام جعفر صادق بن سید امام محمد باقر علیہ السّلام بن سید امام زین العابدین ؑ بن سیّد السادات سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السّلام بن حضرت شیرِ خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ۔

حضرت امام موسیٰ کاظم رضؓ حضرت امام جعفر صادق رضؓ کے محبوب ترین فرزند تھے

۷ صفر ۱۲۸ھ ہجری کو مروان الحمار کی عہد خلافت میں تولّد ہوئے۔ بڑے عابد وزاہد قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ ۲۵ رجب ۱۸۳ھ ہجری کو عہد ہارون رشید میں وفات پائی، مزار مبارک کاظمین (متصل بغداد شریف) میں ہے۔

حضرت امام موصوف کثیر الاولاد تھے، ۲۰ صاحبزادے اور ۱۵ صاحبزادیاں تھیں جن میں حضرت امام علی موسیٰ رضاؑ سب سے افضل تھے۔ ان کے بعد حضرت محمد اسمٰعیل فضل وکمال میں یگانۂ دہر تھے حضرت اسمٰعیل کے پوتے سید فتح اللہ بنی عباس کے مظالم سے تنگ آکر ترکِ وطن کر کے ہرات میں آباد ہو گئے تھے۔ علم وفضل اور ریاضت عبادت میں پیشوا تھے۔ آپ ہی کے وجود مسعود سے ہرات میں علم وفضل کی روشنی پھیلی۔

شاہان خلجی کے عہد میں حضرت سید عبداللہ (والد ماجد حضرت مخدوم پاک رح) ہندوستان تشریف لائے، ان دنوں حضرت بابا فرید گنجشکر رح شمالی ہندوستان کے روحانی پیشوا تھے، آپ کے علمی وعملی کمالات کا شہرہ گھر گھر تھا۔ حضرت سید عبداللہ حضرت بابا صاحب کی خدمت میں تشریف لے گئے۔

حضرت بابا فرید رض سید عبداللہ کے خاندانی حالات سے واقف تھے، آپ نے اپنی ہمشیرہ بی بی ہاجرہ کا عقد آپ کے ساتھ کردیا حضرت سیّد عبداللہ قناعت پیشہ صابر متوکل اور شب وروز ذکر وفکر میں مشغول رہتے تھے۔

ولادت باسعادت

حضرت غوث صمدانی مخدوم العالم علاؤ الدین علی احمد صابر قدس سرہٗ ۱۹ ربیع الاول ۵۹۲ھ بروز جمعرات بوقت تہجد بطنِ بی بی ہاجرہ سے رونق افزائے عالم ہوئے۔

حضور آقائے سرورِ کائنات کی بشارت

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کی بشارت کے دوسرے دن آقائے دوعالم صلے اللہ علیہ و سلم نے آپ کی والدہ کو عالمِ رویا میں حکم دیا کہ جو بچہ پیدا ہونے والا ہے اُس کا نام احمد رکھنا اسی وجہ سے حضرت مخدوم پاک کا نام علی احمد رکھا گیا۔

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کی بشارت

ولادت سے پہلے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ نے خواب میں حضرت مخدوم صاحبؒ کی والدہ سے فرمایا تھا کہ جب تیرے بطن سے بچہ پیدا ہو تو اُس کا نام علی رکھنا۔

حضرت غوث پاکؒ کی بشارت

حضرت مخدوم العالم قدس سرہٗ کی والدہ فرماتی ہیں کہ ولادت سے پہلے مجھے ایک بزرگ نے جنھوں نے اپنا نام غوثِ پاک بتایا تھا بشارت دی تھی کہ جمعرات کے دن تمہارے بطن سے علی احمد صابر لڑکا پیدا ہوگا۔

بے وضو چھونے پر دایہ کے جسم میں آگ لگ گئی

جس وقت آپ پیدا ہوئے تو دایہ مسماۃ بصریٰ نے آپ کو غسل دینے کی نیت سے ہاتھ لگایا تھا تمام جسم میں خارش پیدا ہو کر آگ سی مشتعل ہوگئی، وہ خوفزدہ ہو کر ایک طرف کھڑی ہوگئی۔ حضرت کی والدہ نے فرمایا کہ یہ بچہ ساداتِ کرام کی اولاد ہے تجھے وضو کر کے ہاتھ لگانا چاہئے تھا۔ دایہ نے وضو کر کے حضرت کو غسل دیکر والدہ کی گود میں لٹایا تمام شکایات دور ہوگئیں۔

پیدائش کے تین دن بعد حضرت ابوالقاسم گرگانی رحؒ آپ کے مکان پر تشریف لائے حضرت کی ولادت کی خبر سُن کر بہت خوش ہوئے اور دعا دے کر تشریف لے گئے۔

ایک بزرگ خضر صورت سید عبداللہ کے مکان پر

تذکرہ صابریں میں ہے کہ ایک روز سید عبداللہ کے مکان پر ایک بزرگ خضر صورت تشریف لائے اور فرزند نومولود کو گود میں لے کر پیشانی مبارک کو بوسہ دیکر فرمایا اے عبداللہ یہ تیرا بچہ علاؤالدین کہلائے گا۔

ایام شیر خوارگی

حضرت مخدوم صاحب کے چہرے پر ایام شیر خوارگی سے ہی آثارِ صبر و قناعت ظاہر تھے۔ پہلے سال ایک روز دودھ پیتے تھے، ایک روز ناغہ کر دیتے تھے، دوسرے سال دو روز بعد دودھ نوش فرمایا کرتے تھے جس سے یہ بات کنایتہً مفہوم ہوتی ہے کہ حضرت مخدوم پاکؒ بہ الہام ربانی نفل روزہ رکھا کرتے تھے۔ دو سال بعد خود بخود ہی دودھ پینا چھوڑ دیا جو یا چنے کی روٹی کا ٹکڑا بقدر ضرورت تناول فرمالیا کرتے تھے۔

چار سال کی عمر میں جب آپ بولنے لگے تو ۲۱ ربیع الاول ۵۹۶ھ بروز پنجشنبہ نمازِ فجر سے پہلے خواب سے بیدار ہو کر آپ نے سب سے پہلے بہ آواز بلند لاموجود الا اللہ کلام فرمایا۔ اس سال یہی کلمہ اکثر آپ کے وردِ زبان رہا۔

حضرت مخدوم پاکؒ چونکہ مادرزاد ولی تھے اسلئے ایام شیر خوارگی سے ہی اس بات کی علامات نمایاں تھیں، آپ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے اور کبھی آنکھ لگ جایا کرتی تو سوتے ہوئے یکایک چونک پڑتے، آپ کی زبانِ مبارک سے اللہ اللہ کی صدا جاری ہو جاتی، چہرے کا رنگ تبدیل ہو جاتا تھا۔ اہلِ باطن کی زبان سے کلام عشق سن کر فی الفور وجد کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔

سات سال کی عمر میں ریاضات و مجاہدات میں مشغول ہو گئے۔ ۲۴ گھنٹے فاقہ سے گذار دیتے

تھے۔ مغرب کے وقت تھوڑا سا پانی پی لیا کرتے تھے۔ رات کو بالعموم بغیر بستر، فرش بچھائے زمین پر سو جایا کرتے تھے۔

عہدِ یتیمی اور دورِ عسرت

ابھی آپ کی عمر سات سال تھی کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ یتیم ہو گئے والد کے انتقال کے بعد آپ کامل ایک سال تک خاموش رہے، والدہ ماجدہ سے بوقتِ اشد ضرورت کبھی کلام فرما لیتے تھے، ہر وقت جذب و استغراق کی حالت رہتی تھی۔

والدِ ماجد کے انتقال کے بعد کچھ عرصہ تو آپ کی والدہ ماجدہ نہایت تنگی سے گذر بسر کرتی رہیں لیکن جب فاقوں تک نوبت آئی تو آپ کی والدہ محترمہ حضرت محمد ابو القاسم گرگانی کی معیت میں جن کے ہمراہ علیم اللہ ابدال بھی تھے ہرات سے پاک پٹن اپنے بھائی حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی خدمت میں ۲۵ شعبان ۶۰۰ھ ہجری کو پہنچیں۔

حضرت مخدوم صاحبؒ بابا فریدؒ کی آغوش میں

حضرت کی والدہ نے عرض کیا، بھائی علی احمد یتیم ہو گیا ہے، اس کی آپ پرورش فرمائیے اور تعلیم دیجیئے میں اس بچہ کو آپ کی خدمت کے واسطے لائی ہوں حضرت بابا فریدؒ نے فرمایا ہمشیرہ! میں تمہارا نہایت احسان مند ہوں کہ تم نے ایسا سعادت مند فرزند مجھے عطا فرمایا۔ میں انشاء اللہ تعلیم علوم ظاہری کے بعد علوم باطنی کی بھی تعلیم دوں گا۔

تین سال تک آپ کی والدہ محترمہ پاک پٹن تشریف فرما رہیں، اس عرصہ میں حضرت مخدوم صاحب نے بقول حضرت بابا فریدؒ علمِ ظاہری اس قدر حاصل کر لیا کہ دوسرا لڑکا چھ سال میں بھی

نہ کر سکتا تھا۔

رُوحانی تربیت

علوم ظاہریہ کی تکمیل کے بعد ۲۱ رشوال ۶۰۳ھ ہجری کو حضرت شاہ سیف الدین عبدالوہاب قدس سرہٗ (اولاد امجاد پیر دستگیر) نے عالم رویا میں حضرت بابا فریدؒ سے فرمایا کہ ہم صابرؒ کو تمھارے سپرد کرتے ہیں، تم ہی ان کے پیر طریقت ہو۔ چنانچہ ۲۵ رشوال ۶۰۳ھ کو بعمر گیارہ سال بعد نماز عصر حضرت بابا صاحب نے مخدوم صاحب کو آپ کی والدہ کے روبرو بلاکر اپنے دستِ حق پرست پر بیعت کیا، اور سینہ بے کینہ کو اسرارِ معرفت اور نکاتِ طریقت و حقیقت سے پُر کر دیا۔

حضرت مخدوم صاحبؒ کی والدہ کی روانگی ہرات

حضرت بابا صاحبؒ اپنے بھانجے (حضرت مخدوم صاحب) کو علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم دے چکے تو ایک روز بابا صاحبؒ سے آپ کی ہمشیرہ نے کہا کہ بھائی صاحب اب مجھے ہرات جانے کی اجازت دو۔ حضرت بابا صاحب نے بہن کو رخصت کر دیا۔

چلتے وقت اپنے بھائی سے کہا کہ میرا لختِ جگر شرم و حیا کا پتلا ہے منہ سے کبھی کچھ نہ مانگے گا۔ میرے بچے کو بھوک پیاس کی تکلیف نہ ہو۔" حضرت بابا صاحبؒ نے حضرت مخدوم صاحب کو بلاکر اُن کے سامنے حکم دیا کہ کل سے لنگر کی تقسیم تمہارے سپرد ہے۔ صبح سے لنگر مساکین اور فقراء کو تم ہی تقسیم کیا کرو۔ یہ سُن کر آپ کی والدہ ماجدہ خوش ہو کر بہ اطمینانِ خاطر ہرات روانہ ہو گئیں۔

حضرت بابا فریدؒ کا لنگر خانہ

حضرت بابا فریدؒ کا لنگر خانہ جس کی تقسیم کا اہتمام حضرت مخدوم پاک کے سپرد ہوا تھا ۵ محرم ۶۰۰ھ ہجری روز پنجشنبہ سے جاری تھا، لنگر کا صرفہ عمر بن اسحاق سردار بلدہ سرخس ضلع خراسان ادا کیا کرتا تھا، اور اس عظیم الشان لنگر سے ہزارہا ہندو مسلم، مرد و عورت اور یتیم بچے پرورش پاتے تھے حضرت مخدوم صاحب اس لنگر کو تقسیم کرنے پر ۲۶ شوال ۶۰۳ھ سے مامور ہوئے، دن میں دو بار لنگر تقسیم ہوا کرتا تھا حضرت مخدوم صاحب صبح کو نماز اشراق پڑھ کر لنگر تقسیم کرنے حجرہ سے باہر تشریف لاتے تھے اور لنگر تقسیم فرما کر حجرہ کا دروازہ بند کر کے شغل نوری میں جو حضرت باباصاحب نے تلقین فرمایا تھا مشغول ہو جاتے تھے، دن بھر مشغول رہتے، شام کو مغرب کی نماز پڑھ کر لنگر تقسیم کرنے باہر تشریف لاتے اور بعد فراغت بہ آواز بلند دعائے نوری پڑھتے ہوئے حجرہ میں تشریف لے جاتے، دعائے نوری یہ ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا فِیْ قَبْرِیْ وَنُوْرًا فِیْ سَمْعِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَصَرِیْ وَنُوْرًا فِیْ شَعْرِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَشَرِیْ وَنُوْرًا فِیْ لَحْمِیْ وَنُوْرًا فِیْ دَمِیْ وَنُوْرًا فِیْ مُخِّیْ وَنُوْرًا فِیْ عِظَامِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَیْنَ یَدَیَّ وَنُوْرًا مِّنْ خَلْفِیْ وَنُوْرًا عَنْ یَّمِیْنِیْ وَنُوْرًا عَنْ شِمَالِیْ وَنُوْرًا مِّنْ فَوْقِیْ وَنُوْرًا مِّنْ تَحْتِیْ وَسَلِّمْ حَقًّا ھُوَ۔

مجاہدات اور حیرت انگیز دیانت

گیارہ سال کی کمسنی میں اس عظیم الشان لنگر خانہ کا اہتمام بجائے خود قابل تعریف ہے

حضرت مخدوم صاحب نے یہ خدمت ۱۲ سال تک انجام دی مگر ایک دانہ لنگر کا اپنے منہ میں نہ ڈالا۔ اِدھر خدمتِ خلق اور دیانتداری کا یہ عالم تھا تو دوسری طرف مجاہدات اور ریاضات کا یہ عالم تھا کہ دن رات کے ۲۴ گھنٹوں میں دم بھر کبھی جسم کو آرام نصیب نہ ہوتا تھا۔

دربارِ فریدی سے صابر کا خطاب

کثرتِ ریاضت و مجاہدات اور صوم دوام کی وجہ سے جسم مبارک پر سوائے ہڈی کے گوشت کا نام باقی نہ رہا تھا، یہ حالت دیکھ کر ایک روز حضرت بابا صاحبؒ نے دریافت فرمایا

روزے حضرت گنجشکر حالش بجدِ حقیر دید پرسید کہ اے علی احمد ترا چہ حالت است کہ چندین حقیری شوی؛ دیگر فقرا عرضداشت کردند کہ مدت دوازدہ سال ست چیزے از جنس طعام نخوردہ اند، حضرت قطب العالم گنج شکر فرمود کہ چرا نمی خوری، شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر عرضداشت کرد حضرت برائے خورانیدن فرمودہ اند نہ برائے خوردن

(ملفوظاتِ شریفی)

ایک دن حضرت گنجشکرؒ نے آپ کو نہایت کمزور حالت میں دیکھ کر فرمایا، علی احمد کیا بات ہے تم اتنے دُبلے کیوں ہوتے جاتے ہو، فقرا نے عرض کیا حضرت انہوں نے ۱۲ سال سے کچھ کھایا پیا نہیں، حضرت بابا صاحب نے فرمایا تم نے کھانا کیوں نہیں کھایا حضرت مخدومؒ نے عرض کیا حضرت آپ نے مجھے لوگوں کو کھانا کھلانے کا حکم دیا تھا خود کھانے کے متعلق چونکہ حکم نہ تھا بغیر اجازت اور حکم کے کیونکر کھاتا۔

حضرت بابا صاحب اس کمالِ صبر سے نہایت خوش ہوئے اور اس درجہ خوش ہوئے کہ ہر بنِ مو سے تجلیاتِ نورِ الٰہی ظاہر ہونے لگیں حضرت مخدوم صاحب کو گلے سے لگا کر نعمت ہائے باطنی سے مالا مال کر دیا۔ فرمایا علی احمد صابر ہے، اسی روز سے آپ کا لقب صابر مشہور ہو گیا۔

افلاک سے کھنچی جاتی ہے سینوں میں چھپائی جاتی ہے
توحید کی مے ساغر سے نہیں آنکھوں سے پلائی جاتی ہے

حضرت بابا فریدؒ مخدوم پاکؒ کے حجرے میں

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ والدہ کی واپسی ہرات کے بعد حضرت مخدوم صاحب ریاضات و مجاہدات میں مشغول ہو گئے تھے، بند حجرہ میں شب و روز مصروفِ عبادت گریہ و زاری رہتے تھے ۱۱ ذی قعدہ ۶۰۳ھ کو حضرت بابا صاحبؒ کو مکاشفہ سے معلوم ہُوا کہ علی احمد صابر تنہا حجرہ میں مصروفِ گریہ و زاری ہیں، اُس روز آپ کی والدہ کو ہرات گئے ہُوئے پندرہ دن ہو گئے تھے، اس روز حضرت مخدوم صاحب لنگر تقسیم کر کے حجرہ میں جانے لگے تو بابا فریدؒ بھی اُن کے ساتھ ہو لئے اور حجرے میں پہنچکر مخدوم صاحب سے دریافت کیا کہ فلاں روز جب تم گریہ و زاری کر رہے تھے اس کا سبب کیا تھا ؟

حضرت مخدومؒ نے جواب دیا کہ مجھے خداوند کریم نے دنیا سے الگ کر دیا ہے، اور بذریعہ الہام بتلا دیا ہے کہ کوئی خدا کا بندہ سوائے اولیاء اللہ اور رجال الغیب کے تیرے پاس نہ آئے گا" یہ سُن کر حضرت بابا صاحب واپس چلے آئے۔

اخبار الاخیار میں ہے

" و او از اکمل بے باکان افراد و روسائے عباد بود و در طریقہ صوفیہ اہلِ صفا شانے بزرگ و حالے بلند و ہمتِ قوی داشت و از غلبۂ استغراقِ ذاتِ مطلق ہرگز رو بہ دنیا نمی آورد"

آگے لکھا ہے " و در اوائلِ سلوک چنداں مجاہدات و ریاضات و ترک و تجرید بر خود نہادہ کہ

بابا نے نذار :

حضرت مخدوم صاحبؒ کا عقد نکاح، بیوی برق جلال کی نذر

حضرت مخدوم صاحب کی والدہ تین سال بعد ہرات سے پاک پٹن تشریف لائیں بھائی سے کہنے لگیں کہ آپ کی صاحبزادی خدیجہ بیگم سے اگر علی احمد کا عقد ہو جائے تو کیسا اچھا ہو؟ حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا، ہاں ہے تو ٹھیک مگر علی احمد شادی کے قابل نہیں، وہ ہر وقت حالتِ جذب میں رہتا ہے، ایسی حالت میں ان کی شادی کرنا بیکار ہے۔ ہمشیرہ عزیزہ نے کہا، بھائی وہ جیسا بھی ہے، ہے، چونکہ میرا بچہ یتیم ہے بن باپ کا ہے اور میں بیوہ ہوں اسلئے آپ اپنی صاحبزادی دینے سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا، نہیں نہیں یہ بات نہیں، مجھے تمہاری دل شکنی پسند نہیں، میری طرف سے اجازت ہے جب چاہو شادی کر سکتی ہو۔

۱۲ شوال ۶۱۳ھ ہجری بروز چہارشنبہ مابین عصر و مغرب نکاح ہو گیا، رات ہوئی تو مخدوم صاحب کی والدہ محترمہ نے آپ کے حجرہ میں چراغ روشن کر کے دلہن کو حجرہ میں پہنچا دیا۔ دلہن بہ پاس ادب دست بستہ کھڑی رہی، تہجد کے وقت جب آپ نے مراقبہ سے سر اُٹھایا تو سامنے عورت کھڑی ہوئی نظر آئی، آپ نے دریافت کیا تم کون ہو یہاں کیوں کھڑی ہو؟ دلہن نے جواب دیا، میں آپ کی زوجہ ہوں خدمت گزاری کے لئے حاضر ہوں۔ حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا خدا وحدہٗ لاشریک لہٗ اور فرد ہے اس کی کوئی زوجہ نہیں، یہ فرما کر آپ مراقبہ میں مشغول ہو گئے، یہ الفاظ حضرت مخدوم صاحب کی زبان سے نکلے ہی تھے کہ معاً زمین سے آگ نمودار ہوئی اور آناً فاناً آپ کی دلہن

سوختہ ہو کر تودہ خاکستر بن گئی۔

حضرت مخدوم صاحب کی والدہ کے دل میں طرح طرح کے توہمات پیدا ہوئے تھے، وہ حضرت مخدوم صاحب کی مجذوب حالت سے باخبر تھیں، بنظرِ احتیاط انہوں نے حجرہ کا دروازہ کھلوایا، یہ دیکھ کر کہ مخدوم صاحب مراقبہ میں مصروف ہیں، سامنے دُلھن راکھ کا تودہ بنی ہوئی پڑی ہے، والدہ محترمہ نے نہایت غصّہ کی حالت میں حضرت مخدومؒ صاحب کی پشت پر زور سے دو ہنٹر مار کر فرمایا کہ میں نے تیرے ماموں کی بیٹی سے تیری شادی کی تھی تو نے دُلھن کا یہ درجہ کیا، بتا تیرے ماموں کو کیا جواب دوں گی اور کیا مُنہ دکھاؤں گی؟ مخدوم صاحبؒ نے جواب دیا، امّاں جان میرا کیا قصور ہے جو ہونا تھا ہو گیا۔

نئی دُلہن کا غم اور والدہ محترمہ کی وفات

اس ناگہانی حادثہ کا اثر آپ کی والدہ محترمہ کے دل پر اس قدر ہُوا کہ وہ اسی روز بیمار ہو گئیں، بیماری روز بروز بڑھتی گئی مرض سے جانبر نہ ہو سکیں اور ۲ محرم ۶۱۴ھ بروز جمعہ اسی غم میں اس جہانِ فانی سے دارالبقا کو سدھار گئیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

نو سال تک کامل استغراق

والدہ کے انتقال کے دوسرے روز بعد نماز چاشت لنگر تقسیم کرنے حجرہ سے باہر تشریف لائے تو ابو القاسم بھنڈاری نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کی والدہ ماجدہ بعد مغرب انتقال کر گئیں، اور اب اُن کا جنازہ قبرستان جا رہا ہے۔ حضرت مخدوم صاحبؒ یہ سُن کر اسی وقت حجرہ میں تشریف لے گئے۔ استغراق میں اس درجہ محویت ہُوئی کہ لنگر تقسیم کرنا بھی بھول گئے۔ اور پورے ۹ سال تک حجرہ سے باہر تشریف نہ لائے۔

حضرت مخدوم صابر پاکؒ کا جلال

حضرت بابا صاحبؒ کے تین صاحبزادے مخدوم پاکؒ کے جلال کی نذر

عبادت اور ریاضت کرتے کرتے حضرت مخدوم پاک کا جلال اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ عظمت و ہیبت کی وجہ سے کسی کی مجال نہ تھی کہ آپ کو نظر بھر کر دیکھ سکے۔ صاحبِ سیر الاقطاب لکھتے ہیں۔

او را مقامِ جلالت بود چنانکہ کسے از غایت عظمت و ہیبت پیش دیدن نمی توانست	حضرت مخدوم صاحب اس قدر صاحب جلال تھے کہ آپ کی ہیبت و عظمت سے کسی شخص کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ آپ کو ایک نظر دیکھ سکے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ کے تین صاحبزادے حضرت مخدوم صاحبؒ کی آتشِ جلال کی نذر ہو گئے۔

(۱) حضرت بابا فریدؒ کہیں سفر میں گئے ہوئے تھے، ۲ محرم ۶۶۱ھ کو بابا صاحبؒ کا صاحبزادہ نعیم الدین خرد سال (عمر ۳ سال) کھیلتے کھیلتے مخدوم صاحب کے حجرہ کے کواڑوں سے جھانکنے لگا اسی وقت خون کے دست جاری ہو گئے، فوت ہو گیا۔

(۲) یکم صفر ۶۶۱ہجری کو حضرت بابا صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے فرید بخش (عمر ایک سال) نے حضرت مخدوم پاک کے حجرہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کر دیا، اسی وقت چرارہ بچھو نے کاٹ لیا، ہر بُنِ مو سے خون جاری ہو کر یہ بچہ بھی راہیٔ ملکِ بقا ہو گیا۔

(۳) ۲ صفر ۶۶۱ہجری کا واقعہ ہے کہ حضرت بابا صاحب کے جواں سال صاحبزادہ

عزیزالدین نے بغیر اجازت لنگر خانہ میں جاکر ابوالقاسم بھنڈاری سے کہا کہ آج لنگر تم تقسیم کریں گے، بھنڈاری نے منع کیا، مگر وہ باز نہ آیا، کہنے لگا، یہ ہمارے باپ کا لنگر ہے تم منع کرنے والے کون ہو۔ بھنڈاری خاموش ہوگیا، عزیزالدین نے لنگر تقسیم کر دیا اور والدہ سے آکر کہا کہ آج لنگر میں تقسیم کرکے آیا ہوں۔ والدہ محترمہ نے فرمایا بچے خدا خیر کرے تم نے بُرا کیا حضرت مخدوم صاحب وقت مقررہ پر لنگر تقسیم کرنے تشریف لائے تو بھنڈاری نے عرض کیا، عزیزالدین تقسیم کر چکے ہیں، حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا کچھ لنگر تقسیم کرنے سے باقی رہا یا نہیں؟ بھنڈاری نے عرض کیا، نہیں۔ مخدوم صاحب نے فرمایا "وہ موذی باقی رہ گیا"؟ یہ فرمانا تھا اسی وقت عزیزالدین کی رُوح پرواز کرگئی۔

خلافتِ چشت

حضرت بابا فریدؒ کی خدمت میں رہ کر جب حضرت مخدوم صاحبؒ درجۂ کمال کو پہنچ گئے تو حضرت بابا صاحبؒ نے اولیائے عظام کی ایک محفل ترتیب دے کر مخدوم صاحب کو اپنے روبرو بٹھا کر بیعتِ امامت سے مشرف اندوز فرمایا اور اپنی کلاہ اُڑھا کر عمامہ سبز اپنے ہاتھ سے باندھا، جبہ پہنایا اور مقراض، عصا و پیالہ و مصلیٰ آپ کو عطا کرکے ولایت نامہ تحریر فرما کر دہلی رہنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ بیٹا تم پہلے ہانسی جاکر شیخ جمال الدین قطب ہانسی سے اپنے قطبیت نامہ پر مہر ثبت کرا لینا اس کے بعد دہلی جانا حضرت مخدوم صاحب نے پیر و مرشد کے حکم کی تعمیل کی، اور پاک پٹن سے روانہ ہو کر ہانسی پہنچے۔

مختصر حالات شیخ جمال الدین قطب ہانسیؒ

حضرت شیخ جمال ہانسویؒ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے سب سے پہلے خلیفہ تھے حضرت بابا صاحبؒ کو آپ سے بیحد محبت تھی حضرت باباؒ جس کو خرقہ خلافت عطا کیا کرتے تو پہلے اس کو ارشاد فرماتے تھے کہ پہلے ہانسی جا کر خلافت نامہ پر مُہر لگوالو۔ بغیر مُہر کے کسی کو خلافت نامہ عطا نہ فرماتے تھے۔

حضرت شیخ جمال الدین ہانسویؒ حضرت امام ابو حنیفہ کی اولاد میں سے تھے، حضرت بابا کے خلفاء میں آپ سب سے بڑے خلیفہ تھے۔ اخبار الاخیار میں حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے لکھا ہے۔

جامع کمالاتِ ظاہر و باطن بود شیخ فرید الدین دوازدہ سال بہ محبتِ او در ہانسی بود، و در حقِ او فرمودہ است جمال جمالِ ماست، و گاہے فرمودے جمال ہنخواہم کہ گردِ تو بگردم۔ و ہر کرا شیخ خلافت دادے بوے فرستادے اگر او قبول کردے خلافتِ او درست شدے، و اگر رد کردے باز شیخ او را قبول نہ کردے۔

جامع کمالاتِ ظاہری و باطنی تھے حضرت بابا صاحبؒ اُن کی محبت میں بارہ سال تک ہانسی میں رہے اور اُن کے حق میں فرمایا ہے کہ جمال ہمارا جمال ہے، اور کبھی فرماتے تھے کہ جمال میرا دل چاہتا ہے کہ میں تیرا طواف کروں۔ اور جب کسی کو شیخ خلافت عطا فرماتے اُن کے پاس بھیجتے، اگر وہ قبول کر لیتے خلافت اس کی درست ہو جاتی اور اگر رد کر دیتے تو پھر شیخ بھی اس کو قبول نہ کرتے

حضرت قطب جمالؒ سے حضرت بابا فریدؒ کی محبت اور دلی تعلق کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے،

روزے شخصے از ہانسی بخدمت گنجشکر	ایک روز ہانسی سے کوئی شخص
آمد ازوے پرسید جمالِ ما چگونہ ست	حضرت گنجشکرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا بابا
عرض کرد کہ مخدوم ازاں روز کہ بخدمت	صاحبؒ نے فرمایا ہمارے جمال کا
پیوند کردہ است ہر اضع و اسباب	کیا حال ہے۔ عرض کیا گیا حضور وہ جب
شغلِ خطابت بکلی ترک دادہ است	روز سے حضور کے دامن سے وابستہ ہوئے
گرسنگی ہا و بلاہائے سخت می کشد شیخ	دنیا کے تمام کام ترک کر بیٹھے ہیں بھوک اور
فریدالدین خوش حال شد و فرمودہ	قسم قسم کی بلاؤں میں گرفتار ہیں۔ حضرت بابا
الحمدللہ خوش می باشد۔	فریدؒ نے فرمایا الحمدللہ خوش رہے گا۔

آپ کا مزارِ مبارک ہانسی ضلع حصار میں ہے، آپ کی آغوش میں آپ کے تین صاحبزادے بھی آسودہ ہیں۔

حضرت مخدوم صاحب کی ہانسی کو روانگی

حضرت مخدوم صاحبؒ پاک پٹن سے سوار ہو کر ہانسی روانہ ہو گئے۔ جب وہاں پہنچے تو اپنی سواری پر سوار ہی خانقاہ میں داخل ہو گئے۔ حضرت قطب صاحب نے آپ کا استقبال کیا، حضرت مخدوم صاحب سواری پر سوار ہی لبِ فرش تک تشریف لے گئے، یہ بات اگرچہ حضرت جمال صاحبؒ کو ناگوار گزری پھر بھی آپ نے کمال اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کے فرائضِ مہمانداری ادا کئے۔ دونوں بزرگوں نے ایک ساتھ مغرب کی نماز ادا کی، نماز کے بعد حضرت مخدوم صاحبؒ نے اپنی جیب سے خلافت اور قطبیت نامہ نکالا، اور دہلی جانے کا مفصل حال بیان کیا۔

حضرت مخدوم پاکؒ کی انگلی شمع کی طرح روشن ہو گئی

اس روز مطلع غبار آلود تھا، آفتاب غروب ہو چکا تھا، رات کی تاریکی پھیلنی شروع ہو گئی تھی، کچھ پڑھا لکھا نہیں جا سکتا تھا قطب صاحب نے فرمایا اس وقت موقع نہیں ہے اب آرام فرمائیے، صبح کو مہر و دستخط کر دیئے جائیں گے، حضرت مخدوم صاحب نے اسی وقت مہر و دستخط کرنے پر اصرار کیا تو چراغ طلب کیا گیا، اس روز ہوا زور سے چل رہی تھی ہوا کا جھونکا آیا چراغ گل ہو گیا۔ حضرت مخدوم صاحبؒ نے اپنی انگلی پر کچھ پڑھ کر دم کیا مثل شمع کے روشن ہو گئی اور فرمایا کہ اب بھی چراغ بجھ جائے گا۔

حضرت شیخ جمال الدین ہانسویؒ یہ حالت دیکھ کر حیران رہ گئے، فرمایا بھائی تم تو بڑی جوشیلی طبیعت رکھتے ہو، اگر کسی بات پر جلال آگیا تو دلی کو جلا کر خاک کر دو گے، دلی والے خود ہی ضعیف القلب ہیں، ان میں آپ کے جلال کی برداشت کہاں ؟ یہ فرماتے ہوئے حضرت شیخ جمال الدین نے مخدوم پاک کے ہاتھ سے خلافت نامہ لیکر چاک کر دیا۔

دین کے دو پہلوانوں کی لڑائی

حضرت مخدوم پاک چونکہ مظہر جلال تھے، یہ حال دیکھ کر تاب نہ لا سکے فرمایا "من سلسلہ ترا بریدم" (میں نے تمہارا سلسلہ قطبیت چاک کر دیا) اُدھر پاک پٹن میں حضرت بابا فریدؒ فرما رہے تھے "دین کے دو پہلوان آپس میں لڑ رہے ہیں، خدا خیر کرے"

پارہ کردۂ جمال را فرید نتواں دوخت

اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد حضرت مخدوم پاک حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہانسی کا واقعہ گوش گذار فرمایا حضرت بابا صاحبؒ نے سماعت فرما کر ارشاد فرمایا "پارہ کردۂ جمال را فرید نتواں دوخت"

پارہ کردۂ جمال را فرید نتواں دوخت	جمالؒ کے چاک کئے ہوئے کو میں نہیں
ولیکن ترا بہ ازیں کاغذے نوشتہ	سی سکتا، غم نہ کر دمیں اس سے
می دہم، خاطر جمع دار و تنگ دل مشو	بہتر تمھیں حکم نامہ لکھ کر دوں گا۔

(اقتباس الانوار)

حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا کہ جب جمال نے تمھارا قطبیت نامہ چاک کیا تو تم نے اپنی زبان سے کچھ کہا تو نہیں؟ مخدوم صاحبؒ نے عرض کیا میں نے طیش میں آکر یہ کہہ دیا تھا کہ تم نے میرے فرمانِ قطبیت کو چاک کیا، میں نے تمہارا سلسلہ چاک کر دیا" حضرت بابا صاحبؒ نے پوچھا اول سے یا آخر سے؟ مخدوم صاحب نے جواب دیا "اول سے"، حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا دین کے پہلوانوں کا تیر خطا نہیں کرتا، خیر ہوئی کہ تم نے اول سے کہا آخر سلامت رہا، تمہارے سلسلہ میں ایک قطب پیدا ہوگا، وہ (تمھارا مرید) دعا کرے گا اس کی دعا کی برکت سے قطب ہانسوی کا سلسلہ باقی رہے گا۔

کتب سیر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ جمال الدین قطب ہانسی کے بڑے فرزند عشقِ الٰہی میں دیوانہ ہو کر باپ ہی کے سامنے خلدِ بریں کو روانہ ہو گئے تھے حضرت قطب صاحب کے وصال کے بعد ان کے چھوٹے صاحبزادے حضرت برہان الدین سے

حضرت بابا صاحبؒ سے تعلیم و تربیت اور دولتِ ظاہری و باطنی حاصل کی لیکن دولتِ پدری اور رتبۂ خلافت و اجازتِ بیعت سے محروم رہے، مگر حضرت نورالدین چھوٹے صاحبزادے حضرت جلال الدین کبیرالاولیا پانی پتیؒ کے مرید ہو کر درجۂ کمال کو پہنچے۔

حضرت شیخ نورالدین خلف اصغر حضرت قطب ہانسی

اقتباس الانوار میں ہے کہ شیخ نورالدین حضرت شیخ جمال قطب ہانسیؒ کے صاحبزادے ہیں، جس وقت آپ کا وصال ہوا صاحبزادے کی عمر صرف چھ ماہ تھی لوگ آپ کو سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوبِ الٰہی کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت سلطان المشائخ نے اسی وقت آپ کو اپنا پیراہنِ خاص عطا فرما کر بیعت فرما کر رخصت کر دیا، حضرت کبیرالاولیا پانی پتی کی دعا اور حضرت سلطان المشائخ کی عنایتِ بے پایاں سے حضرت شیخ جمال الدین ہانسویؒ کا سلسلہ جاری ہوا۔

حضرت مخدوم صاحبؒ کی کلیر کو روانگی

حضرت بابا صاحبؒ نے جب دیکھا کہ بحالاتِ موجودہ مخدوم صاحبؒ کا دہلی جانا دشوار ہے تو حضرت بابا صاحبؒ نے آپ کو شہر کلیر کا شاہ ولایت مقرر فرما کر اپنے دستِ مبارک سے ایک حکم نامہ تحریر فرمایا، اس وقت حضرت مخدوم صاحبؒ کی عمر ۵۰ سال تھی، کلیر میں اسلام پھیلے ۴۸ سال گزر چکے تھے حضرت مخدوم صاحبؒ کو حضرت بابا صاحبؒ نے ۱۵؍ ذی الحجہ ۶۵۲ھ علیم اللہ ابدال کی معیت میں جانب کلیر روانہ فرمایا۔ پاک پٹن سے چشتیہ اسمِ اعظم پڑھتے ہوئے صرف ایک روز میں یعنی ۱۶؍ ذی الحجہ ۶۵۲ھ کو بعد

نمازِ ظہر کلیر میں داخل ہو گئے۔

حضرت صابر پاکؒ

رحمتِ سلطانِ بطحا رونما کلیر میں ہے
گل بداماں بارشِ نورِ خدا کلیر میں ہے
روکشِ جنت بہارِ جانفزا کلیر میں ہے
خلد کا منظر مدینہ کی فضا کلیر میں ہے
صابر سرتاجِ بزمِ اولیا کلیر میں ہے

بحرِ غم میں لاکھ طوفاں آشنا منجدھار ہو
لاکھ موجوں کی تلاطم آفریں رفتار ہو
ہو بھنور میں ناؤ یا سیلاب دریا پار ہو
دم زدن میں وہ سہارا دیں تو بیڑا پار ہو
کشتیٔ اہلِ وفا کا ناخدا کلیر میں ہے

اے علیؓ کے لاڈلے اے دلبرِ گنج شکرؒ
ہے غمِ دوری ترقی پر باندازِ دگر
کیوں طلب ہوتا نہیں دربار میں شوریدہ سر
اب تو ہو للہ یا صابر مری جانب نظر
دل میں کلیر کا ہے نقشہ دل مرا کلیر میں ہے

رات دن مخدوم صابر کا ہے جاری فیضِ عام
روضۂ انور میں ہے اہلِ طلب کا اژدہام
بے نواؤں بیکسوں پر بخششیں ہیں صبح و شام
ہوتی ہے مشکل کشائی اہلِ حاجت کی مدام
جانِ حیدرؓ دلبرِ مشکل کشا کلیر میں ہے

ہے عیاں خواجہ معین الدینؒ کا نورِ مبیں
ارضِ کلیر ہے سراپا جلوہ گاہِ قطب دینؒ
ہے تجلی خانۂ گنج شکرؒ یہ سرزمیں
خواجگانِ چشت کا مرکز ہے کلیر بالیقیں
نورِ عینِ خواجۂ ہر دوسرا کلیر میں ہے

اللہ اللہ یہ بہاریں، یہ چمن آرائیاں!
رحمتیں چھائی ہوئی ہیں از زمیں تا آسماں
روضۂ مخدوم صابرؒ ہے حسینیؓ آستاں
غوثِ جیلاں خواجہ شیخ کے جلوے عیاں
منظرِ بغداد و چشت و کربلا کلیر میں ہے

کلیری خواجہ دکھا پیرِ نجف کی سروری
مرحمت کر سائلِ در کو حقیقی برتری
دولتِ عرفاں لٹا ہو مائلِ جلوہ گری
اس ضیاؔ کو بھی خدارا تاجدارِ کلیری
دے وہ نورِ معرفت جس کی ضیا کلیر میں ہے

شہر کلیر کا حال

سمت ۴۴ میں یہ شہر راجہ کرپال نے آباد کر کے اس کا نام ہردوار گڑھی پھگ رکھا، دریائے گنگا کے کنارے کوسوں تک آباد تھا اس شہر میں راجہ مذکور نے ایک نہایت عظیم الشان بُت خانہ تعمیر کرایا تھا جس میں تین ہزار بُت سونے چاندی کے، اور ایک ہزار بُت پتھر کے تھے۔ کرپال کے مرنے کے بعد بکرم پال تخت نشین ہوا تو اُس نے اس بُت خانہ کو اور بھی رونق دی اور اس بُت خانہ کا انتظام و انصرام گوکل چند مہنت کے سپرد کر دیا کئی سو برس تک یہ شہر مختلف راجاؤں کی راجدھانی رہا سب سے آخر میں جو راجہ ہوا اُس کا نام کلیان پال تھا چنانچہ اسی کے نام سے یہ شہر کلیر کے نام سے مشہور ہو گیا۔

کلیر چونکہ ہردوار کا دروازہ تھا ہندوستان کے ہر علاقہ کے زائرین کلیر ہی کے راستہ ہردوار جایا کرتے تھے اسلئے اس شہر اور یہاں کے بت خانہ کو زائرین کی نظر میں ایک خاص عزت و شرف حاصل تھا۔ اس مندر میں ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کی یادگاریں

تھیں جن پر جیوان نوجوان انسان بھی قربان کیے جاتے تھے مہنت کی عیاشی نے دیوتاؤں پر بھی عیاشی کا الزام عائد کر دیا تھا شراب نوشی قمار بازی کی عادتیں رائج تھیں، دختر کشی رسمِ ستی اور تعددِ ازدواج عام تھا۔ لوگ خوب دل کھول کر دادِ عیش دینا باعث فخر سمجھتے تھے، سماجی اور اخلاقی پستی پھیلی ہوئی تھی۔ انسانی اقدار پامال ہو رہی تھیں، اور عام لوگوں میں حیا و شرم نام کو نہ تھی۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا خط قطب الدین ایبک کے نام

۱۷ محرم سنہ ۶۰ ہجری کو کمال احمد بغدادی ابدالؒ نے حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے عرض کیا کہ میں آج جانب شمال خدمت پر مامور تھا، راہ میں ایک عظیم الشان بُت خانہ نظر آیا، ہندوستان بھر میں اس سے بڑا بت خانہ نہیں جس میں سونے چاندی کے بُت جواہرات سے مرصع ہیں، اس ۲۰ ہزار ناقوس روزانہ پھونکے جاتے ہیں، اس علاقہ میں نام کو بھی مسلمان نہیں امیدوار ہوں کہ اس علاقہ کو بھی اسلام کی روشنی سے منور کیا جائے۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ (حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ) نے اسی وقت سلطان قطب الدین غلام سلطان شہاب الدین والیِ دہلی کے نام خط تحریر فرمایا اور اپنے مرید سید امام ابو صالح کے ہاتھ بہمراہی نظام محمود ابدال دہلی روانہ کیا، یہ دونوں بزرگ اسم اعظم تلاوت کرتے ۱۹ محرم سنہ ۶۲ ہجری کو بروز یکشنبہ بوقت نماز فجر شاہ دہلی کی خدمت میں پہنچے سلطان قطب الدین حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے قاصدوں کو دیکھتے ہی سرو قد کھڑا ہو گیا اور مکتوب مبارک پڑھنے کے بعد تین تعظیمی سجدے جانب اجمیر شریف ادا کئے اور اسی وقت تاتار خان عرف ذہوان حاکم صوبۂ شمالی کو بلا کر حکم دیا کہ شہر کلبر پر لشکر کشی کر دو!

شہر کلیر پر اسلامی فوج کی یلغار

ذموان نے عرض کیا کہ فوج کا سپہ سالار کس کو مقرر کیا جائے، سلطان قطب الدین نے حضرت سید امام الدین کو فوج کی کمان سپرد کی، ذموان اسلامی فوج لیکر جانب کلیر روانہ ہوگیا، اور سلطان قطب الدین نے ذموان کی تعیناتی اور فوج کی روانگی سے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو اطلاع دی۔

ڈنگر پور پہنچکر ذموان نے فوج کی ترتیب دی اور اگلے دن حملہ کر دیا، ۵ روز تک خونریز جنگ ہوتی رہی، بالآخر اسلامی فوج کو فتح حاصل ہوئی ہزارہا آدمی مارے گئے کچھ بھاگ گئے اور ایک لاکھ کے قریب مرد و زن مشرف با سلام ہوگئے، بت خانہ کی عمارتوں کو توڑکر ہموار زمین کر کے نئی چار دیواری قایم کر کے جامع مسجد تعمیر کی گئی۔

حضرت کلکلی شاہ کی شہادت

جس وقت شاہی فوج نے قلعہ کلیر کا محاصرہ کیا تو حضرت کلکلی شاہ نے نعرۂ تکبیر لگایا، زمین لرزنے لگی، پہاڑ جنبش میں آگئے، قلعہ منہدم ہوگیا، ہزارہا لوگ دب کر مر گئے۔ حریفوں نے تیروں کی بارش شروع کر دی حضرت کلکلی شاہ شہید ہوگئے۔

حضرت سید امام صاحب کی شہادت

لڑائی کے دوران میں سردار بلسی رام ایک بلند برج میں پوشیدہ تھا، اس نے سید امام الدین کے تاک کر تیر مارا جو دل پر جا کر لگا حضرت امام صاحب تیر کھاتے ہی الّا اللہ کہہ کر گھوڑے سے گر کر شہید ہوگئے۔ ذموان نے بلسی رام کو گرفتار کر کے اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا اور حضرت سید امام الدین شہید کو اسی برج میں دفن کر کے مقبرہ بنوا دیا۔

کلیر فتح کرنے کے بعد ذموان نے سلطان قطب الدین کو فتحیابی کی اطلاع دی سلطان نے

جبھی دہلی کے متعدد بڑے بڑے علماء اسلام کی تعلیم و تلقین کے لئے کلیر بھیج دیئے اسلامی فتح اور علماء کرام کی آمد سے اس نواح میں اسلام کی اشاعت ہوگئی، اور یہ شہر خالص اسلامی شہر بن گیا۔

حضرت شیخ جمال الدین ہانسویؒ کلیر میں

دلی جاتے وقت ہانسی میں قطبیت نامہ پر دستخط اور مہر کرانے کے سلسلہ میں جو واقعات پیش آئے تھے اُن کا اثر حضرت مخدوم کے دل پر تھا، پاک پٹن سے کلیر روانگی کے وقت اگرچہ ضابطہ مقررہ کے تحت حضرت مخدوم صاحب کا ہانسی جا کر شیخ جمال الدین سے ملنا ضروری تھا مگر آپ چونکہ حضرت بابا صاحبؒ کو اپنے خیال سے مطلع کر چکے تھے۔ اسلئے آپ بوقت روانگی ہانسی تشریف نہ لے گئے، جب حضرت مخدوم صاحب کلیر پہنچ گئے تو کچھ دن بعد حضرت شیخ جمال الدین مخدوم صاحب سے مُلاقات کے لئے تشریف لائے۔

حضرت مخدوم صاحب کو کلیر کی ولایت کیوں ملی؟

کلیر میں اگرچہ اسلام پھیل چکا تھا اور ذموان اس شہر کا حاکم تھا، وہ اگرچہ بزور شمشیر شہر فتح کر چکا تھا مگر دلوں پر قبضہ نہ کر سکا، ایسے وقت میں سخت ضرورت تھی کہ روحانی طاقت سے تسخیر قلوب کا کام لیا جاوے حضرت بابا فریدالدین گنجشکرؒ یہاں کے حالات سے باخبر تھے اس لئے حضرت بابا صاحبؒ نے اس علاقہ کا روحانی حاکم آپ کو مقرر کیا (یعنی اپنے بھانجے حضرت مخدوم صاحب کو) اس علاقہ کی روحانی

حکمرانی کے لئے ایسے ہی صاحبِ جلال حکمراں کی ضرورت تھی۔

حضرت مخدوم صاحب کا قیام اور جامع مسجد کلیر میں وعظ

کلیر پہنچ کر مخدوم صاحب نے مسماۃ گلزاری بنت عبدالصمد بن عبد الواحد بن قطب الدین انصاری کے مکان پر قیام کیا اور بعد نمازِ عصر جامع مسجد میں تمام حاضرین کو وعظ و نصیحت کی، شیخ بہاؤ الدین مسماۃ گلزاری اور جمال روغن گر اور اس کے ساتوں بیٹوں نے اعلان کیا کہ یہ بزرگ ہندوستان کے قطب الاقطاب ہیں، ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے دینی و دنیاوی سعادت حاصل کرو لیکن حاضرین مسجد میں سے کسی نے نہ حضرت مخدوم صاحب کے وعظ و نصیحت سے کچھ اثر لیا اور نہ ان لوگوں کے اعلان کا ہی ان پر کچھ اثر ہوا۔

کلیر والوں کا بیعت سے انکار کرنے

دوسرے دن بعد نمازِ فجر حضرت مخدوم صاحب نے مسجد میں آ کر وعظ کہا، حاضرین نے بیعت سے انکار کیا اور کہا کہ ہم سب قاضی تبرک قریشی کے مقلد ہیں، ہم قاضی کی رائے کے خلاف کسی اجنبی یا مسافر کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنا دستورِ قدیم توڑ نہیں سکتے۔ حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا کہ میں اپنے پیر و مرشد سے امام ہونے کا حکم نامہ لے کر آپ حضرات کے پاس آیا ہوں، یہ بات سن کر سب لوگ خاموش ہو گئے اور قاضی تبرک کو جا کر خبر دی قاضی تبرک نے اسی وقت ذموان حاکم کلیر کے پاس جا کر بیان کیا کہ یہ شخص دعوئ امامت کرتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں کا حاکم بن جائے مسجد میں جا کر بھی لوگوں کی نمازیں خلل ڈالتا ہے (قاضی تبرک شہر قاضی اور امام بلدہ تھا، حاکم ذموان اور امراء و اراکین جمعہ کی نماز قاضی

تبرک کے پیچھے پڑھا کرتے تھے ہفتہ بات اور معاملات کا فیصلہ قاضی تبرک ہی کی رائے پر ہوا کرتا تھا۔ ۱۹ ذی الحجہ ۶۵۲؁ ہجری کو ذموان مع امرا و رؤساء و ۷۰ عالم صاحبِ مسند اور پالکی نشین کے ہمراہ مسجد میں نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے آیا۔

جامع مسجد کلبرگہ کا حال

جامع مسجد میں مصلے امرا اپنے مراتب علی حسبِ قائم تھے

جمعہ کا دن تھا حضرت مخدوم صاحب نماز کے لئے جامع مسجد میں تشریف لائے اور اوّل صف میں منبر کے قریب مراقب بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب اُمرا و رؤساء اور علماء مسجد میں آئے تو حضرت مخدوم صاحب سے کہا گیا کہ آپ یہاں سے اٹھ کر کہیں اور بیٹھ جائیں۔ آپ وہاں سے اٹھ کر دوسری جگہ جا بیٹھے۔ الغرض جو امیر و رئیس مسجد میں آتا تھا وہ آپ کو پیچھے ہٹاتا جاتا تھا۔ تمام مسجد پُر ہو گئی، اور آپ کو ہٹاتے ہٹاتے نہایت تکلیف کے ساتھ مسجد سے باہر کر دیا۔ بہاء الدین اور جمال الدین روغن گر نے بلند آواز سے کہا، کہ آپ اس شہر کے صاحبِ ولایت ہیں، آپ کی فرمانبرداری مسلمانانِ کلبرگہ پر واجب ہے تمام حاضرینِ مسجد نے ایک شور برپا کر دیا کہ اگر یہ صاحبِ ولایت ہیں تو ان کے پاس صاحبِ ولایت ہونے کی کیا دلیل ہے؟ شور و غوغا فرو ہونے کے بعد حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا کہ میرے پاس میرے پیر و مرشد کا خلافت اور ولایت نامہ ہے۔ یہ سُن کر سب لوگ خاموش ہو گئے

جامع مسجد کی عمارت اور اس کا طول و عرض

جامع مسجد کی بلندی زمین سے فرشِ نماز تک ۱۱ گز، اوپر چڑھنے کی سیڑھیاں ۱۷ تھیں جن کے اوپر ایک بلند دروازہ تھا، فرش مسجد میں سنگِ یشب کے مصلے اور ان کے

مابین سنگِ مقصود کی تحریریں تھیں، فرش کا طول ۲۰۰ گز ۹ گرہ، عرض ۱۰۰ گز ۱۳ گرہ تھا ممبر سنگِ یشب کا تھا جس پر یاقوت کے پھول بوٹے بنے ہوئے تھے۔ سارے منبر پر طلائی اور مینا کا کام تھا، منبر کا طول ۴ گز اور عرض سوا گز تھا۔ صحنِ مسجد کے وسط میں ۷ گز لمبی اور ۴ گز چوڑی حوض تھی جس پر غسل اور وضو کے سونے چاندی کے سو برتن تھے، غسل خانے مسجد سے باہر بنے ہوئے تھے۔

حضرت مخدوم صاحب کا خط بابا صاحب کے نام

کلیر والوں کے ناروا سلوک سے متاثر ہو کر حضرت مخدوم صاحب نے حضرت بابا صاحب کی خدمت میں خط تحریر کیا کہ یہاں کے لوگ مسجد میں نماز پڑھنے کی جگہ بھی نہیں دیتے جو حکم ہو تعمیل کے لئے حاضر ہوں سیر الاقطاب میں ہے۔

آنحضرت بندہ را بملکی معین فرمودہ اند که برائے نمازِ جمعہ ہم جائے نمی یابد، و کسے نمی داند کہ کیستم، و بے اجازت حضرت پیر دستگیر دم زدن نتوانم، ازیں باب ہرچہ فرمان شود برآں عمل نمایم۔ حضرت قطب الکاملین جواب آں صادر فرمود کہ آں ولایت بہ تعلق شما است طوریکہ ذوقِ خاطرِ شما باشد نمایند و ہرچہ دانند بکنند اختیارِ شما ست۔

(سیر الاقطاب)

آنحضرت نے بندہ کو جس مقام پر مقرر فرمایا ہے وہاں نماز جمعہ کے لئے جگہ نہیں پاتا، اور کوئی نہیں جانتا کہ میں کون ہوں اور حضرت پیر دستگیر کی اجازت کے بغیر تاب دم زدن نہیں، اس باب میں جو حکم فرمایا جائے اُس پر عمل کروں۔ حضرت قطب الکاملین نے جواب دیا کہ وہ ولایت تم سے متعلق ہے جس طرح تمہارا دل چاہے کرو، اور جو مناسب ہو کرو تمہیں اختیار ہے۔

حضرت باباصاحب کا جواب موصول ہونے پر حضرت مخدوم صاحب پھر جامع مسجد میں تشریف لے گئے، اس مرتبہ بھی اہالیانِ کلیر نے آپ کے ساتھ وہی سلوک کیا جو پہلے کر چکے تھے اقتباس الانوار میں ہے۔

بعد از انکہ جماعت برائے نماز رسیدند بشدت پیش آمدہ گفتند کہ ازیں جا برخیزید و جائے دیگر بنشینید اصحاب شیخ علی صابر بتواضع عذر گی کردند کہ جائے خالی بود آمدہ نشستیم از مکارمِ اخلاقِ خود معذور باید داشت، آنہا زیادہ درشتی آغاز کردند کہ ایں جائے نشستن آباد اجدادِ ماست شمارا ایں جا ہرگز نمی گذاریم چوں سخن بسیار بلند شد شیخ علی صابر سر از مراقبہ برآوردہ فرمود کہ صاحب ولایت ایں دیار برائے نشستن چنیں جائے از شما سزاوار تر است، آں بے عاقبت اندیش بہ یک بار غلو کردہ گفتند از کجا معلوم شود کہ شما صاحبِ ولایت ہستند برہان می باید در ایں غیرت مظہر جلال درکار شد و حالے عجیب رونما گشت پس از مسجد برآمد

جس وقت جماعت کھڑی ہوئی لوگوں نے نہایت سختی سے کہا کہ تم یہاں سے اٹھ کر کسی دوسری جگہ بیٹھ جاؤ حضرت مخدوم صاحبؒ کے ساتھیوں نے نقیرانہ تواضع سے اظہار معذرت کرتے ہوئے کہا کہ جگہ خالی تھی ہم آکر بیٹھ گئے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ ہمارا عذر قبول فرمائیں گے، یہ بات سنکر نمازی اور بھی سر پر چڑھ گئے کہنے لگے کہ یہ جگہ ہمارے باپ دادا کی ہے ہم تمہیں اس جگہ نہیں بیٹھنے دینگے، غرض یہ کہ بات بڑھ گئی مسجد میں شور غوغا سنکر حضرت مخدوم صاحب نے مراقبہ سے سر اٹھا کر فرمایا کیا تمہارے باپ دادا کے مقابلہ میں اس مقام کا صاحب ولایت اس جگہ بیٹھنے کا اہل نہیں اس بات پر سب لوگوں نے ہجوم اور شور و غل کرتے ہوئے کہا تمہارے پاس شاہ و ولایت ہونے کی کیا دلیل ہے؟ یہ سنتے ہی

دگفت کہ بُرہانش این ست کہ شما درین | حضرت مخدوم صاحب جلال سے بے قابو ہو کر
ساعت ہمہ بمیرند۔ | مسجد سے باہر آگئے، اور فرمایا کہ میری ملایت کی بو پیدا ہے

آپ مسجد سے باہر آکر کھڑے ہوگئے، اہل مسجد کو ہدایت فرمانے لگے، مگر وہ کب ماننے والے تھے نماز کھڑی ہوگئی، لوگ سجدے میں گئے تو آپ نے مسجد سے فرمایا تو بھی تو سجدہ کر، یہ کہتے ہی مسجد فوراً گر پڑی اور تمام قرامطہ اور خوارج وب کر مر گئے۔

حقیقت گلزارِ صابری میں کلیر میں حضرت مخدوم صاحب کی تشریف آوری کے بعد حالات اس طرح مرقوم ہیں کہ

حیرت انگیز کرامت ۱۹ ذی الحجہ ۶۵۳ھ کو جامع مسجد میں ذموان حاکم کلیر آیا حضرت مخدوم صاحب تشریف فرما تھے۔ ذموان کو آپ کی تشریف آوری کا علم قاضی تبرک سے ہوچکا تھا، ذموان نے حضرت مخدوم صاحب سے کہا کہ اگر قطبِ وقت اور امام ہیں تو آپ یہ بتائیں کہ تین ماہ ہوئے ہماری بکری گم ہوگئی تھی وہ کہاں اور کس کے پاس ہے۔ حضرتِ مخدوم نے اسی وقت ہاتھ اٹھا کر فرمایا "بکری کھانے والو حاضر آؤ" چند سیکنڈ میں، ۲۰ آدمی باحالِ پریشاں آپ کے سامنے حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا ابھی پردہ فاش ہوا چاہتا ہے صحیح صحیح بیان کردو، ان لوگوں نے بکری کھانے سے انکار کردیا، آپ نے ذموان سے کہا اچھا اب تم اپنی بکری کا نام لے کر پکارو، پکارا تو اُن لوگوں کے شکم سے جُدا جُدا آواز آئی میں اس قدر اس کے شکم میں ہوں، میں اس قدر اس کے شکم میں ہوں، ان لوگوں نے بوقت نصف شب کنارۂ چاہ ذبح کر کے استخوان و پوست کو کنوئیں میں ڈال دیا اور میرا گوشت بھون کر کھا گئے۔

جادوگری کا الزام یہ حیرت انگیز کرامت دیکھ کر ذموان کہنے لگا بے شک آپ

قطب ہیں، مگر فوراً ہی قاضی تبرک نے آگے بڑھ کر ذموآن سے کہا کہ آپ کس کی باتوں میں آرہے ہیں، یہ تو جادوگر ہے حضرت مخدوم صاحبؒ اس کے بعد گلزاری کے مکان پر واپس آگئے۔

قاضی تبرک نے بابا صاحب کا خط چاک کر دیا

۲۰ ذی الحجہ ۶۵۲ھ کو حضرت مخدوم صاحب نے ایک خط بدست علیم اللہ ابدالؒ حضرت بابا صاحب کی خدمت میں روانہ کیا جس کے جواب میں حضرت بابا صاحب نے ایک حکم نامہ حاکم کلیر کے نام تحریر فرمایا جس کو لے کر علیم اللہ ابدال ۲۲ ذی الحجہ کو کلیر پہنچے علیم اللہ ابدال نے وہ خط قاضی تبرک کو دکھایا تو اس نے حضرت بابا صاحب کا مکتوب چاک کر کے اس کی پشت پر یہ جواب تحریر کیا کہ ہمارا پیر قرآن مجید ہے کلیر کی امامت زمانہ قدیم سے ہمارے یہاں چلی آرہی ہے تمہارے کہنے سے ہم ان کو (مخدوم صاحب کو) کیونکر امام بنا لیں، اور یہ جواب صفرت بن قحوان کے ہاتھ مخدوم صاحب کی خدمت میں بھیج دیا۔

حضرت مخدوم صاحب کا جلال

حضرت بابا صاحب کا چاک شدہ خط دیکھ کر حضرت مخدوم صاحب کو جلال آگیا، فرمایا قاضی سے کہہ دینا تو نے میرے شیخ کا خط چاک کیا، میں نے تمہارے سب کے نام لوحِ محفوظ سے چاک کر دیئے، حضرت مخدوم صاحب نے وہ چاک شدہ خط علیم اللہ ابدال کے ہاتھ اُسی روز بھیج دیا، تیرہویں روز یعنی ۷ محرم ۶۵۲ھ کو حضرت بابا صاحبؒ نے ذموآن رئیس کلیر کے نام ایک خط تحریر کیا جس میں ہدایت تھی کہ اگر اپنی خیریت کے طالب ہو تو مخدوم صاحب سے بیعت ہو جاؤ، ابھی تک معاملہ مخدوم صاحب کے ہاتھ میں ہے، علیم اللہ ابدال حضرت بابا صاحبؒ کا خط لیکر کلیر آئے، ذموآن نے پوچھا تم اتنی جلدی کلیر کیونکر پہنچ گئے، علیم اللہ ابدال نے جواب دیا کہ یہ تیز گامی مجھے حضرت مخدوم پاکؒ کی اطاعت سے حاصل ہوئی ہے، ذموآن نے کہا

اس کی کوئی حقیقت نہیں، ذمو آن چونکہ قاضی تبرک کا معتقد تھا وہ اس جاپانی شیطان کے بہکائے میں آکر کہنے لگا کہ اگر خدا کو کافر کرنا منظور ہے تو ہم کافر ہو جائیں گے اور اگر مسلمان رکھنا ہے تو مسلمان رہیں گے ۔ لوحِ محفوظ سے مٹا دینے کی بات بے اصل اور ناقابلِ فہم ہے قاضی تبرک کے کہنے سے ہی ذمو آن نے حضرت بابا صاحب کا خط چاک کیا تھا ۔

حضرت مخدوم صاحب نے حضرت بابا صاحب کو صورتِ حال سے آگاہ کیا حضرت بابا صاحبؒ نے حضرت مخدوم صاحب کو اجازت عطا فرمادی کہ تم اس علاقہ کے شاہِ ولایت ہو تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو ۔

۹ محرم ۶۵۲ھ کو صبح کو حضرت مخدوم صاحب نے کچھ پڑھ کر آسمان کی طرف دَم کیا، اگلے روز ۱۰ محرم کو کچھ پڑھ کر زمین پر دم کیا، تھوڑی دیر بعد شہر کلیر میں زلزلہ آیا، تمام در و دیوار ہل گئے، دوپہر تک چار مرتبہ زلزلہ آیا، ان دنوں شہر کلیر میں یونان کی ایک جادوگرنی رہا کرتی تھی، ذمو آن نے اُسے بلا کر پوچھا، یہ زلزلہ کیسا ہے بار بار کیوں آرہا ہے؟ جادوگرنی نے کہا یہ سب سحر کاری ہے۔ کسی ساحر کے سحر کاری کا نتیجہ ہے، اس عورت نے جادو کے زور سے زمین ہلا کر دکھادی، ذمو آن خاموش ہوگیا ۔

انہدامِ مسجد

۱۰ محرم کو جمعہ کا دن تھا حضرت مخدوم صاحب نماز پڑھنے جامع مسجد میں تشریف لائے اور صفِ اوّل میں منبر کے قریب بیٹھ گئے، آپ کے ہمراہ شیخ بہاؤالدین اور علیم اللہ ابدال تھے، قاضی تبرک حضرت کے مصلے کے قریب آیا تو مخدوم صاحبؒ نے فرمایا، اب بھی موقع ہے میری امامت قبول کرلو ورنہ پچھتاؤ گے قاضی نے جواب دیا بار بار کہنے سے کیا فائدہ ہم تمہاری امامت قبول نہیں کرتے جو کرنا ہے کرلو، ہم نے بھی تمہاری سحر کاری کے مقابلہ کے لئے ایک بڑی پکی جادوگرنی کو تیار کر رکھا ہے

اس کے بعد مخدوم صاحب کو لوگوں نے شعلے سے اٹھا کر مسجد سے باہر لے جا کر کھڑا کر دیا نماز شروع ہو گئی حضرت مخدوم صاحب مسجد سے باہر جلال میں بھرے ہوئے کھڑے تھے، آپ کے پیچھے علیہم اللہ ابدال دست بستہ ایستادہ تھے، رکوع ہوا تو آپ نے فرمایا، "اے مسجد تو بھی تو رکوع کر لا" اسی وقت مسجد گر پڑی اور جتنے آدمی مسجد میں تھے سب دب کر مر گئے۔

مسجد میں مسماۃ گلزاری کا لڑکا بھی تھا۔ وہ روتی پیٹتی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی، حضرت نے فرمایا جا میرا نام لے کر مسجد کی سیڑھی کے نیچے سے نکال لا، اس کے بعد مخدوم صاحب نے حکم دیا کہ تم اپنے بچوں اور رشتہ داروں کو لے کر کلیر سے ۱۲ کوس کے فاصلہ پر چلے جاؤ۔ بارہ کوس کے اندر تمہیں پناہ نہ ملے گی"

اس واقعہ کے بعد حضرت مخدوم صاحب مسماۃ گلزاری کے مکان پر تشریف لائے لوگوں نے معذرت کے لئے ہجوم کیا، حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا عذر معذرت کا وقت ختم ہو گیا، اب اس قصبہ کا ایک آدمی بھی زندہ نہ رہے گا۔ اور اس کے بعد کبھی آباد نہ ہوگا چنانچہ اسی سال کلیر میں وبا پھیلی، ساری آبادی لقمۂ اجل ہو گئی، قصبۂ کلیر ویران ہو گیا اور آج تک ویران ہے۔

حضرت مخدوم صاحب کی مخالفت اور اسکے اسباب

قصبہ کلیر میں علماء سوء کا راج تھا، کلیر کا حاکم ان کے زیر اثر تھا، یہ لوگ اگرچہ بظاہر عالم و حاملِ دین تھے لیکن اُن کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جس شریعت پر عامل تھے وہ ان کی خود ساختہ شریعت تھی اسلئے اُن کی نظر میں نہ عالمِ حقانی کی عزت تھی نہ پیرِ طریقت کی؛

اس کے علاوہ یہ لوگ چونکہ ایک قسم کے بہروپئے تھے۔ اسلئے کہ اگر حضرت مخدوم صاحب بھی علمائے ظاہر کا سا روپ بھرے ہوتے تو ان لوگوں کی نظروں میں وقعت و منزلت ہوتی، مگر یہاں تو یہ حالت تھی کہ ان کو آراستگی باطن سے ہی فرصت نہ تھی کہ ظاہر کی آراستگی کی طرف توجہ ہوتی۔

دوسری بات یہ تھی کہ کلیر شریف میں حضرت مخدوم صاحب کی تشریف آوری کے بعد اطراف و جوانب سے روزانہ اس قدر مخلوقِ خدا اظہار نیازمندی کے لئے آتی تھی کہ اگر ان کا شمار کیا جاتا تھا تو ان کی تعداد کلیر کی کل آبادی سے بڑھ جاتی۔

کلیر والوں نے ہرچند حضرت مخدوم صاحب اور آپ کے خدام کو تکلیف پہنچانی چاہی مگر وہ کامیاب نہ ہوسکے آتشِ رشک و حسد سے جل بھن کر کباب ہوگئے، اتنی طاقت نہ تھی کہ کھلم کھلا مخالفت کرتے مجبور ہو کر انھیں اس کے سوا اور کوئی بات کہنے کو نہ ملی کہ ان سبھوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ اگر آپ مدعیٔ ولایت ہیں تو اس کی سند آپ کے پاس کیا ہے۔

جہاں میں نام روشن ہے علاء الدین صابر کا

یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوتی ہے کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے ملفوظات میں حضرت مخدوم صاحبؒ کا حال صرف ۵، ۶ سطور میں اس انداز سے مذکور ہے کہ اس کو پڑھ کر یہی اندازہ ہوتا ہے کہ، یہ تذکرہ حضرت مخدوم صاحب کا نہیں شاید علی احمد صابر نام کے کوئی اور بزرگ ہوں۔

لیکن یہ مقام حیرت اور تعجب نہیں حضرت بابا صاحبؒ کے ملفوظات کے جامع قطب ہانسی حضرت شیخ جمال ہانسویؒ کے مرید یا معتقد تھے۔ گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے

ہیں کہ جب حضرت مخدوم صاحبؒ دربارِ فریدیؒ سے پروانۂ ولایت لے کر ہانسی پہنچے تو حضرت شیخ جمال نے اس پروانہ کو چاک کر دیا تھا، اس کے بعد جو کچھ ہوا اُس کی تفصیلات گزشتہ صفحات میں مذکور ہو چکیں، اس واقعہ کا تکدرِ خاطر ملفوظات حضرت باباؒ میں حضرت مخدوم صاحب کے تفصیلی تذکرہ سے مانع رہا۔

حضرت مخدوم صاحب کے انوارِ ولایت سے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک اسلامیہ کا گوشہ گوشہ منور ہے حضرت مخدوم صاحب کے سلسلے کے خلفاء ہندوستان، ایران، توران عرب و عجم میں موجود ہیں سلسلۂ صابریہ روز بروز ترقی پذیر ہے اور تا قیامت باقی رہیگا۔

کلیر اور قرب و جوار میں ہولناک آتش زدگی

۱۲ محرم ۶۵۳ھ بروز یکشنبہ بعد نمازِ تہجد گولر سے پشت لگا کر رو بہ قبلہ کھڑے ہو گئے بائیں ہاتھ سے گولر کی ڈالی پکڑلی اور سیدھے ہاتھ کی انگلی جانب آسمان علم کر کے مٹھی بند کر لی اور قلب کے برابر ہاتھ لگا کر کچھ دیر آسمان کی طرف دیکھا، جب کیفیت تمام و کمال غالب ہوئی یک بیک دونوں ہاتھ بے اختیار نیچے کو آ گئے، آنکھیں بند ہو گئیں اور اسی حالت میں درختِ گولر سے جانبِ غرب اور جائے اقامت پر جہاں آپ کا مزار مقدس ہے تھوڑی دیر ٹھہر کر آنکھیں کھولیں، جونہی نگاہِ قہر آمیز زمین پر پڑی جائے اقامت سے سات قدم فاصلہ پر آتشِ قہر زمین سے برآمد ہوئی اور درخت گولر کو چھو کر چاروں طرف ہر چیز کو جلاتی ہوئی چلی گئی، شہر کلیر، مکانات اور حیوانات جل کر خاکستر ہو گئے، دن رات میں سہ ہزار مرتبہ آتشِ قہر برآمد ہوتی تھی، چار روز یہی عالم رہا تاآنکہ ظالم و جابر قوم تباہ و برباد ہو گئی کلیر اور قرب و جوار کی تباہی سے لوگ لرزہ براندام ہو کر داخلِ اسلام ہونے لگے۔

حضرت بابا فریدؒ کے خلفا حضرت مخدوم صاحبؒ کے حضور میں

ان ہی دنوں حضرت بابا صاحبؒ کے خلفا حضرت بابا صاحب کے حکم سے کلیر روانہ ہوئے جب کلیر سے ۱۲ کوس کے فاصلہ پر پہنچے تو زمین مثل تنور محسوس ہوئی، پیر رکھنا دشوار تھا، بموجب ہدایت حضرت بابا صاحبؒ حضرت مخدوم صاحب کا نام پڑھنا شروع کیا، زمین پر پاؤں رکھے تو آبلے پڑ گئے، الغیاث الغیاث کی صدا بلند ہونے لگی، اتنے میں علیم اللہ ابدال آ گئے اور وہ اُن کی ہدایت کے مطابق زیر درخت گولر پہنچ گئے۔

حضرت مخدوم صاحبؒ کی نگاہ آسمان کی طرف تھی کچھ دیر بعد وہاں سے جلوے آفات پر پہنچکر نگاہِ قہر ڈالی، سوائے جائے محفوظ کے ۱۲-۱۲ کوس تک آتش قہر جلاتی چلی گئی، آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے، آسمان سے رعد کی سی گرج سنائی دینے لگی، اس کے بعد مخدوم صاحب گولر کے پاس آ گئے فرمایا یا ھو من ھو لیس لہ الا ھو، پھر فرمایا لا لا لا اس وقت علیم اللہ ابدال نے عرض کیا کہ حضرت بابا صاحب کے خلفا مزاج پرسی کے لئے حاضر ہیں حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا الحمد للہ یا حق پھر فرمایا لَا لَا لَا اور نظرِ مبارک آسمان کی طرف اُٹھالی۔

علیم اللہ ابدال نے کہا اب آپ حضرات واپس چلیئے ۱۲ کوس کے حدود کے باہر پہنچا آؤں۔ علیم اللہ ابدال حضرات مخدوم صاحب کا نام پڑھتے پڑھتے مہمانوں کو زمین سوختہ کی حدود سے باہر لیکر آ گئے، نماز عشا ادا کی اتنے میں ملک طوس کا ایک ابدال بہت سے جنوں کی معیت میں سامنے آیا وہ بابا صاحبؒ کے خلفاء کے لئے کھانا لے کر آیا تھا عرض گذار ہوا آپ حضرات توقف فرمائیں کھانا تناول فرمالیں، اس ابدال کا نام جمال الدین تھا۔ کھانا کھا کر مہمانان حضرت مخدوم پاک کے روانہ ہونے لگے تو جمال الدین نے عرض کیا کہ بابا صاحب سے سلام عرض کردینا کہ میں مہمانان

حضرت مخدوم صاحب کو کھانا کھلانے کی خدمت پر مامور ہوا ہوں حضور میرے مددگار رہیں تاکہ آتش قہر سے محفوظ رہوں، خلفلو نے کہا تم حضرت مخدوم صاحب کا نام پڑھتے رہو جمال الدین نے عرض کیا کہ بلا اجازت کیسے پڑھوں، اتنے میں علیم اللہ ابدال نے کہا۔ حضرت مخدوم صاحب نے حکم دیا ہے کہ تم اور تمہارے ساتھی ہمارا نام پڑھتے رہو اور جنات کو ہدایت کردو کہ وہ زمین سوختہ میں قدم نہ رکھیں۔ یہ حکم سنا کر علیم اللہ ابدال واپس ہوگئے اور یہ حضرات پاک پٹن روانہ ہوگئے۔

سلطان ناصر الدین کا خط حضرت بابا فریدؒ کے نام

کلیر اور اردگرد کے ۱۲-۱۲ کوس کے مقامات کی آتشزدگی اور تباہی کی اطلاع سلطان ناصر الدین فرمانروائے دہلی کو پہنچی تو ہیبت سے اُس کے جسم پر لرزہ طاری ہوگیا اور کلیر کا حال لکھ کر اپنے وزیر اعظم کے ہاتھ حضرت بابا صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ بابا صاحب نے سلطان کے خط کے جواب میں فرمایا کہ سلطان سے کہہ دینا کہ فرائضِ پنجگانہ کے بعد ایک ہزار مرتبہ مخدوم صاحب کا نام پڑھا کرے اور یہ ہدایت تحریر فرما کر حوالے کی کہ تو یا تیری اولاد یا حکومت کا کوئی رکن کلیر کے قریب نہ جائے ورنہ جل جائیگا اور میں عنقریب سید نظام الدین بدایونی (حضرت محبوب الٰہی) کو دہلی متعین کرکے بھیج رہا ہوں، اپنی اولاد کو وصیت کردینا کہ کوئی شخص کلیر جانے کا قصد نہ کرے، یہ جلال میرے صابر کا ہے جو تقریباً سنہ ۹۰ھ تک قایم رہیگا۔ بعد کو شانِ جمالی کا ظہور ہوگا۔

مزاج پرسی کے لئے اولیاء ہمعصر کی حاضری

روایت ہے کہ ۱۰ محرم سنہ ۶۵۳ھ سے آخر محرم سنہ ۶۶۰ھ تک ۵، ۷، ۴، ۳، اولیاء ہفت اقلیم سے عروجِ ترقیات مقامات کیفیت اور مزاج پرسی کے لئے حاضر خدمت ہوئے اور فیضیاب ہوکر

واپس ہوئے۔

کلیر کی تباہی کے بعد

کلیر کی تباہی کے بعد آپ مجاہدات اور ریاضات میں مشغول ہو گئے، جلالی تصرفات اس درجہ کو پہنچ گئے تھے کہ کوئی انسان آپ کے روبرو نہ جا سکتا تھا جس طرف نظر اٹھاتے تھے آگ لگ جاتی تھی، وحوش طیور آپ کی خدمت میں آیا کرتے تھے، شیر درِ اقدس پر پڑا رہتا تھا۔ اپنی دُم سے جاروب کشی کیا کرتا تھا۔

کلیر کی تباہی کے بعد آپ کا استغراق اس درجہ بڑھا کہ بارہ برس تک گولر کی شاخ پکڑے کھڑے رہے۔ پاؤں خشک ہو گئے، جب یہ خبر بابا صاحب کو پہنچی تو انھوں نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جو کوئی صابر کو بٹھا دے جو مانگے سو پاوے۔ حضرت شیخ شمس الدین نے عرض کیا اس خادم کو اجازت عطا ہو اجازت ملتے ہی حضرت شیخ شمس الدین جانب کلیر روانہ ہو گئے۔

حضرت خواجہ شمس الدین ترک مخدوم صاحب کے حضور میں

حضرت خواجہ شمس الدین ترک چلتے چلتے جب دیوبند کے قریب پہنچے تو وہاں ایک شعلہ نمودار ہوا، رڑکی پہنچکر بھی وہی شعلہ دکھائی دیا حضرت خواجہ صاحب اس شعلہ کی رہنمائی میں دائیں طرف چل کر ایکی پشت پر جہاں اب نقار خانہ ہے پہنچ گئے۔ وضو کر کے دوگانہ شکرانہ ادا کیا، پھر کھڑے ہو کر خوش الحانی سے تلاوت قرآن مجید شروع کر دی جب نصف قرآن ختم کر چکے اور تھک گئے تو دم لینے کی خاطر خاموش ہو گئے اس وقت مخدوم صاحب نے آنکھیں کھول دیں، فرمایا اور پڑھو، خواجہ شمس الدین نے عرض کیا مجھ کو خدمت اقدس میں رہنے کی اجازت ہو تو اور سناؤں، حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا اچھا لیکن

ہمارے روبرو نہ آنا، پسِ پشت رہنا۔

خواجہ شمس الدین نے عرض کیا غریب نواز کھڑے کھڑے میرے پاؤں سُن ہو گئے ارشاد ہوا بیٹھ جا، خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ یہ بے ادبی مجھ سے نہیں ہو سکتی کہ حضور تو کھڑے رہیں اور میں بیٹھ جاؤں، حضرت مخدوم صاحبؒ نے فرمایا میں بیٹھ نہیں سکتا خواجہ صاحب نے عرض کیا اگر حکم ہو تو بٹھا دوں، حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا میں بیٹھ نہیں سکتا خواجہ صاحب نے بہ کمال دقت آپ کو زمین پر بٹھایا، پاؤں کے اعصاب خشک ہو جانے سے آپ کے پاؤں پھیلے رہے۔ خواجہ شمس الدین مالش کے لئے تیل اپنے ہمراہ لائے تھے، انہوں نے پائے مبارک پر مالش کی اور پھر قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیا۔ جب پانچ پارے پڑھ چکے خاموش ہو گئے۔ حضرت مخدوم صاحبؒ نے فرمایا کیوں خاموش ہو گیا حضرت شمس الدین نے عرض کیا بیٹھے بیٹھے تھک گیا، فرمایا لیٹ جا۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا اگر حضور لیٹ جائیں تو بندہ بھی لیٹ سکتا ہے، فرمایا اچھا مجھے لٹا دے، خواجہ صاحبؒ نے آپ کو لٹا دیا اور قرآن شریف کو ختم کر کے الحمد شریف شروع کر دی حضرت مخدوم صاحب نے بھی آہستہ آہستہ سورۂ فاتحہ پڑھی۔

اس کے بعد حضرت مخدوم صاحبؒ نے فرمایا تو کون ہے؟ خواجہ صاحب نے عرض کیا مجھے پاک پٹن سے بابا صاحب نے بھیجا ہے، یہ سُن کر حضرت مخدوم صاحب نے نہایت اشتیاق کے ساتھ دریافت فرمایا میرا شیخ اچھا ہے؟ خواجہ صاحب نے عرض کیا اچھے ہیں۔ حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا اب جب تم پاک پٹن جاؤ، بابا صاحب کی خدمت میں میری جانب سے سلام عرض کرنا۔ اس کے بعد حضرت مخدوم صاحب نے حکم دیا کہ بابا صاحب کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کرو .... اور وہیں اُن کی خدمت

میں رہو جب اُن کا وصال ہو جائے تو ہمارے پاس آجاؤ۔

حضرت خواجہ شمس الدین کی واپسی پاک پٹن

حضرت خواجہ شمس الدین ترک کلیر سے روانہ ہو کر پاک پٹن حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کل کیفیات و حالات بابا صاحب کو سنائے حضرت بابا صاحب خواجہ شمس الدین کی خدمت گذاری سے بہت خوش ہوئے جس وقت خواجہ شمس الدین نے حضرت بابا صاحبؒ سے عرض کیا کہ مخدوم صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ میرا شیخ اچھا ہے، تو حضرت بابا صاحبؒ کو وجد آگیا جب ہوش آیا تو دوبارہ دریافت کیا، اسی طرح تین بار دریافت فرمایا تینوں بار حضرت بابا صاحب پر وجد کی حالت طاری ہوئی بعد میں فرمایا کہ میں آج شیخ ہوا۔

صاحبِ معارج الولایت نے فرمایا ہے کہ ولایت آپ کی موسوی اور قلب آپ کا اسرافیلی تھا یہی وجہ تھی کہ آپ سیف زبان تھے جو فرما دیتے تھے وہی ہو جاتا تھا۔ اربابِ طریقت کے نزدیک ہر ولی کو ایک نبی کی ولایت من جانب الہٰی عطا ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ شمس الدین ۴ سال حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں رہے، ۵ محرم ۶۶۴ھ کو حضرت بابا صاحبؒ کا وصال ہوا، اور ۱۲ محرم ۶۶۴ھ کو علیم اللہ ابدال کے ساتھ کلیر واپس آگئے۔

حضرت خواجہ صاحب کی واپسی کلیر

حضرت بابا صاحب کی خدمت میں چار سال رہ کر تحصیل علوم و فیوضاتِ باطنی

کے بعد خواجہ صاحب بحکم حضرت بابا صاحبؒ کلیر تشریف لائے، حضرت مخدوم صاحب نے خواجہ صاحب کو ہر وقت حاضرِ خدمت رہنے کی اجازت دی، دولتِ خلافت سے مالامال کیا اور فرمایا! اے شمس! تو میرا بیٹا ہے، میں نے پروردگارِ عالم سے دُعا کی ہے کہ میرا سلسلہ تجھ سے جاری ہو اور قیامت تک قائم رہے۔" چنانچہ حضرت خواجہ صاحبؒ حضرت مخدوم صاحبؒ کی خدمت میں بیس برس رہے، خواجہ صاحب کا بیان ہے کہ میں بیس برس حضرت مخدوم صاحبؒ کی خدمت میں رہا، اس مدت میں کبھی انقلابِ موسم کے آثار نظر نہ آئے، نہ کبھی بارش ہوئی نہ گرمی، نہ سردی۔ یکساں بہار کی سی موسم رہتی تھی۔

حضرت خواجہ شمس الدین کی خدمات

حضرت خواجہ شمس الدین حضرت بابا صاحبؒ کے حکم سے حضرت مخدوم صاحب کی خدمت پر مامور تھے۔ وضو کے لئے پانی اور کھانے کے لئے اُبلی ہوئی گولریاں پیش کیا کرتے تھے، چونکہ حضرت بابا صاحبؒ کا خصوصی حکم تھا کہ کبھی بھول کر بھی حضرت مخدوم صاحب کے سامنے نہ آنا اس لئے خواجہ صاحب وضو کے لئے پانی یا کھانے کے لئے گولریاں پسِ پشتِ مبارک سے پیش کیا کرتے تھے۔

یوں تو حضرت مخدوم صاحب پر ہمہ وقت استغراق کی کیفیت طاری رہتی تھی، لیکن نماز کا وقت شروع ہوتے ہی حضرت خواجہ شمس الدین اذان دیتے تھے حضرت مخدوم صاحب اذان کی آواز سن کر ہوشیار ہو جاتے تھے، خواجہ صاحب وضو کے لئے پانی پیش کرتے حضرت مخدوم صاحب وضو کر کے نماز ادا کرتے، نماز کے بعد پھر استغراق ہو جاتا تھا حضرت مخدوم صاحبؒ پر کبھی غلبۂ ذوق و شوق ہوتا تھا کبھی عشق و محبت کا غلبہ، کبھی خواہش طعام ہوتی، تو اُبلی ہوئی گولریاں

بغیر نمک کی شوق فرماتے تھے، کبھی استغراق میں بے ہوشی طاری ہو جاتی تو بے حس و حرکت پڑے رہتے تھے، جدھر نگاہ جم گئی جم گئی، پلک سے پلک نہ ملتی تھی۔ انسان تو انسان کسی جانور کی مجال نہ تھی کہ آپ کے سامنے سے گذر سکے، انوارِ ذات کی گرمی پھونک دیتی تھی، کبھی گولریوں کو دیکھ کر فرماتے خدا کھانے پینے سے بے نیاز ہے، کچھ دیر فرماتے لاؤ خدا خدا ہی ہے، اور بندہ بندہ ہی ہے۔

حضرت امیر خسروؒ دربارِ صابریؒ میں

ایک مرتبہ حضرت خواجہ امیر خسروؒ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ محبوبِ الٰہیؒ کی اجازت سے حضرت مخدوم صاحب کی زیارت کے لئے تشریف لائے دوران گفتگو میں حضرت مخدوم صاحب نے خواجہ امیر خسروؒ سے دریافت کیا کہ تمہارے شیخ کے کتنے مرید ہیں حضرت امیر خسرو نے عرض کیا اتنے جتنے آسمان کے ستارے۔ حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا ہمارا تو ایک شمس ہی ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت مخدوم صاحب ہفتہ عشرہ میں سبز پتوں یا اُبلی ہوئی گولریوں سے روزہ افطار فرمایا کرتے تھے جس وقت حضرت امیر خسروؒ حضرت مخدوم صاحب کے مہمان ہوئے تو مخدوم صاحب نے فرمایا کہ گولریوں میں نمک ڈال لیا کرو، ایسا نہ ہو امیر خسروؒ اپنے شیخ سے جا کر شکایت کریں کہ صابر کے ہاں ہماری خاطر نہ ہوئی۔

چلتے وقت حضرت مخدوم صاحبؒ نے حضرت امیر خسروؒ سے کہا کہ تھوڑی سی گولریاں لیتے جاؤ۔ اگر شیخ دریافت کریں کہ کلیر سے ہمارے واسطے کیا تحفہ لایا تو یہ گولریاں پیش کر دینا اور ہمارا اسلام بھی کہنا۔

جس وقت حضرت امیر خسروؒ کلیر سے واپسی میں خانقاہ محبوبی کے قریب پہنچے تو سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اُن کی تعظیم اور استقبال کے لئے خانقاہ سے باہر تشریف لائے، اور حضرت امیر خسروؒ کے ہاتھ اور آنکھوں کو بوسہ دیتے ہوئے جوشِ محبت میں فرمانے لگے کہ ان ہاتھوں سے تو نے میرے بھائی صاحب سے مصافحہ کیا ہے، اور ان آنکھوں سے تو نے ان کو دیکھا ہے میں تجھ پہ کیوں نہ قربان ہو جاؤں حضرت امیر خسروؒ نے حالات بیان کئے، گولریاں پیش کیں حضرت محبوب الٰہیؒ نے وہ گولریاں حاضرین کو تبرکاً تقسیم فرمادیں اور خود بھی تناول فرمائیں۔

مخدوم علی احمد صابرؒ

محبوبِ نبی مطلوبِ ولی مخدوم علی احمد صابرؒ
مقبولِ رسولؐ عزیزِ علی مخدوم علی احمد صابرؒ

آگاہِ رموزِ نہان و عیاں دانائے طلسمِ مین و نماں
حلّالِ نکاتِ خفی و جلی مخدوم علی احمد صابرؒ

سرمایۂ فیضِ فضل ہوں گلچینِ بہارِ کن فیکوں
کشافِ دقائقِ لم یزلی مخدوم علی احمد صابرؒ

ہو کاش طواف نصیب مجھے حاصل ہو لطفِ عجیب مجھے
ہے کعبۂ کیف تمہاری گلی مخدوم علی احمد صابرؒ

بیتابیٔ دل سے زار ہوں میں افسانۂ ہجر لا یارا ہوں میں
کیوں تم نے خبر سرکار نہ لی مخدوم علی احمد صابرؒ

توفیقِ ازل ہوئی راہنما ہے محوِ خیالِ پاک ضیاؔ
قسمت سے ہوائے نشاط چلی مخدوم علی احمد صابرؒ

حضرت مخدوم پاک کا وصال

اس زمانہ میں سلطان علاء الدین خلجی نے قلعہ چتوڑ کا محاصرہ کر رکھا تھا مگر قلعہ

فتح نہ ہوتا تھا، ایک روز حضرت مخدوم صاحب نے خواجہ شمس الدین سے فرمایا کہ تم شاہی سواروں میں ملازم ہو جاؤ، بادشاہ نے قلعہ چتوڑ پر چڑھائی کر رکھی ہے مگر وہ فتح نہیں ہوتا، تمہاری دعا سے فتح ہوگا، اب تم جاؤ، تمہیں یہاں رہنے کی اجازت نہیں، خواجہ شمس الدین نے کمال آزردگی سے عرض کیا کہ حضور کی قدم بوسی کب حاصل ہوگی؟ فرمایا تمہارے چلے جانے کے بعد ہمارا وصال ہو جائے گا جب ہمارا وصال ہو جائے تو آجانا۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ خادم کو کس طرح معلوم ہوگا، کہ حضرت کا وصال ہو گیا؟ فرمایا جس روز تم سے کرامت ظہور میں آئے گی وہی روز ہمارے وصال کا ہے۔

حضرت خواجہ شمس الدین پیر و مرشد کے حکم سے شاہی فوج میں بھرتی ہو گئے۔ اور آپ کو چتوڑ بھیج دیا گیا، آپ دن بھر سرکاری ڈیوٹی انجام دیتے تھے اور رات بھر یادِ الٰہی میں بسر کرتے تھے۔

ایک مقامی ولی کی کرامت

قلعہ چتوڑ کا محاصرہ کئے ہوئے شاہی فوج کو کافی عرصہ ہو گیا تھا، شاہی خیمے میدانِ جنگ میں نصب تھے، طول محاصرہ اور کثرتِ باراں کی وجہ سے خیموں کے رستے گل گئے۔ سلطان نے سوت مہیا کرنے کا حکم دیا، ملازمان سوت کی تلاش میں چاروں طرف روانہ ہو گئے، شاہی سپاہیوں نے ایک گاؤں میں پہنچ کر لوگوں کو حکم سلطانی سنایا کہ اس قدر سوت کی ضرورت ہے، لوگ گھبرا گئے اس گاؤں میں ایک خدا کا ولی رہتا تھا اُسے جب شاہی سپاہیوں کی آمد اور گاؤں والوں کی پریشانی کا علم ہوا تو اُس نے سب لوگوں کو تسلی دیتے ہوئے کہا گھبرانے کی کوئی بات نہیں ان شاء اللہ میں اس کا انتظام کر دوں گا، ایک شاہی سپاہی اس ولی اللہ کے ساتھ

ہولیا، وہ بزرگ اپنے گھر پہنچے۔ اور ایک نلی سوت کی ہانڈی میں ڈال کر اس کے منہ پر کپڑا باندھ کر ایک سوراخ کر کے نلی کے سوت کا سرا باہر نکال کر سپاہی کے پاس لائے اور فرمایا بھائی اس کو لے جا کر جس قدر چاہے سوت کھینچکر رسہ بنا لو۔ انشاءاللہ اس کا سوت کم نہ ہوگا۔

ملازم اس ہانڈی کو لے کر لشکر میں آیا اور سوت کھینچنا شروع کر دیا، تو سوت کے ڈھیر لگ گئے، اس میں کوئی کمی نہ آئی، اس کرامت کی خبر سلطان کو پہنچی تو اس نے خود اس کرامت کا مشاہدہ کیا اور فوراً پا پیادہ اس بزرگ کی خدمت میں پہنچکر بعد قدم بوسی عرض گذار ہوا میری فتحیابی کے لئے دعا فرمایئے، اس مرد بزرگ نے جواب دیا کہ میرے لائق جو خدمت تھی وہ میں انجام دے چکا، میں شاہی فوج کا خدمتی نہیں، یہ خدمت جس کے سپرد ہے وہ فوج میں آگیا ہے، آپ ان سے دعا کی درخواست کریں وہ دعا کریں گے انشاءاللہ ضرور فتح ہوگی۔

حضرت خواجہ شمس الدین کی دعا سے قلعہ فتح ہوگیا

سلطان علاءالدین نے لاعلمی ظاہر کی تو اس مرد بزرگ نے بتایا کہ اس صاحب خدمت کی یہ پہچان ہے کہ ایک روز رات کو بارش اور زور کی آندھی آئے گی، تمام تنبو ڈیرے گر جائیں گے صرف ایک خیما اسی صاحب خدمت کا باقی رہیگا اس خیمہ میں چراغ بھی روشن رہیگا اس وقت اگر تم تکلیف گوارا کروگے تو ضرور صاحب خدمت سے مل سکوگے، سلطان واپس آکر وقت موعود کا منتظر رہا۔

آخر ایک روز وہ وقت آہی گیا، بارش ہوئی اور خوب زور کی آندھی چلی، تمام خیمے گر گئے، بادشاہ صاحب خدمت کی تلاش میں ہر طرف پھرنے لگا، ایک خیمہ میں چراغ جلتا

نظر آیا، قریب جاکر دیکھا تو خواجہ شمس الدین قرآنِ پاک کی تلاوت میں محو تھے۔ خاموش کھڑا ہوگیا، کچھ دیر بعد خواجہ صاحب نے سر اُٹھا کر دیکھا، سلطان سلام کرکے دعا کا ملتجی ہوا حضرت خواجہ نے سر اُٹھا کر دربارِ الٰہی میں دُعا کی اور فرمایا جاؤ کل انشاء اللہ تمہارا لشکر فتحیاب ہوگا۔

اگلے روز صبح کو جب شاہی فوج نے حملہ کیا حضرت خواجہ شمس الدین گھوڑا دوڑاتے قلعہ کے دروازے کے پاس جاکر اُترے اور قلعہ کے دروازے سے سینہ لگا کر اسمِ ذات اَللّٰہُ اس زور سے بلند کیا کہ اسی وقت قلعہ کے کواڑ گر پڑے، شاہی فوج فاتحانہ شان سے قلعہ میں داخل ہوگئی۔

روانگی کلیر

اس عجیب خرقِ عادت کے ظہور کے بعد حضرت خواجہ شمس الدین کو پیر کا کہنا یاد آیا، اسی وقت ملازمت سے استعفیٰ دیکر جانب کلیر روانہ ہوگئے، ابھی تھوڑی دور ہی چلے تھے کہ راستے میں ٹھوکر لگ کر گر پڑے، اُٹھے تو اپنے آپ کو کلیر میں پایا۔

یہاں پہنچکر دیکھا تو حضرت مخدوم صاحبؒ کا وصال ہوچکا تھا، ایک شیر آپ کے جسدِ مبارک کی حفاظت کر رہا تھا۔

شمشیرِ جلال کا خواجہ صاحب کی آستین پر وار

حضرت خواجہ شمس الدین صاحب جب حضرت مخدوم صاحبؒ کی قیام گاہ کے قریب پہنچے تو دیکھا برقِ جلال بصورتِ شمشیر جسدِ مبارک کے ہر چہار طرف گردش کر رہی ہے چنانچہ جس وقت وہ تلوار حملہ آور ہوئی آپ نے اپنی آستین کو ہاتھ سے باہر بڑھا دیا۔ تلوار وار کرتی ہوئی آستین تراش کر غائب ہوگئی۔ روایت ہے کہ حضرت خواجہ شمس الدین کی اولاد میں یہ

نشانی چلی آتی ہے کہ اُن کے ایک ہاتھ کی آستین چھوٹی ہو جاتی ہے۔

تجہیز و تکفین آگے بڑھے تو شیر جسدِ مبارک کی حفاظت کر رہا تھا آپ کو دیکھ کر دم ہلاتا ہوا جنگل کی طرف چل دیا، سب سے پہلے اپنے پیر و مرشد کی زیارت سے مشرف ہوئے، اس کے بعد غسل کے پانی کے انتظام کے لئے جانا ہی چاہتے تھے کہ چند سبز نقاب پوش سوار آ گئے، ایک کے ہاتھ میں کفن اور دوسرے کے ہاتھ میں مشک اور ایک ڈونگا تھا، ان سواروں میں سے ایک سوار نے سنگِ چقماق سے آگ جلائی، پانی گرم کیا، غسل دیا، دوسرے نے کفن پہنایا اور نمازِ جنازہ پڑھی، خواجہ شمس الدین کا بیان ہے کہ سلام کے بعد میں نے دیکھا تو پچھلی صفوں میں ہزار ہا نمازی موجود تھے، ان سب لوگوں نے مل کر جنازے کو دفن کیا تدفین سے فراغت کے بعد جب یہ سبز نقاب پوش سوار روانہ ہونے لگے تو خواجہ شمس الدین نے امام نمازِ جنازہ کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر عرض کیا آپ اپنا نام اور زیارت سے مشرف فرمائیں، امام صاحب نے جوں ہی چہرہ سے نقاب اُٹھا تو وہ خود حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیریؒ تھے، فرمایا فقیر اپنی نماز خود ہی پڑھایا کرتا ہے۔

حقیقتِ فنا و بقا حضرت خواجہ شمس الدین نے ایک روز مخدوم پاک سے سوال عرض کیا تھا کہ فنا و بقا کا راز کیا ہے؟ تو حضرت مخدوم صاحبؒ نے فرمایا تھا کسی وقت ظاہر کر دیا جائیگا، حضرت خواجہ شمس الدین کو وہ سوال یاد آ گیا، عرض کیا حضرت مسئلہ فنا و بقا ظاہر نہ فرمایا، حضرت مخدوم صاحب نے قبر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اے شمس الدین وہ فنا ہے اور یہ بقا ہے حضرت خواجہ شمس الدین نے عرض کیا پھر کبھی زیارت نصیب ہوگی؟ ارشاد ہوا، دوبار، اس کے بعد خواجہ صاحب نے عرض کیا میں اب کہاں جاؤں؟ حکم ہوا پانی پت چلے جانا، اسکے بعد خواجہ شمس الدین پانی پت چلے گئے۔

وصال کے بعد حضرت خواجہ شمس الدین کی مخدوم پاک سے دوبار ملاقات

(۱) ایک مدت بعد حضرت خواجہ شمس الدین نے محفلِ سماع منعقد کی، بحالتِ وجد بیہوش ہو گئے، اسی حالت میں ایک کمبل پوش فقیر نے نمودار ہو کر خواجہ صاحب کے مریدوں سے کہا کہ اپنے شیخ سے کہدینا کہ ہم نے دو دفعہ ملنے کا وعدہ کیا تھا ایک دفعہ اب ہو چلے، ایک دفعہ پھر آئیں گے ہوش میں آنے کے بعد مریدوں نے جب خواجہ صاحب کو یہ پیغام پہنچایا تو آپ سخت متاسف اور رنجیدہ ہوئے، اس کے بعد مدت العمر محفلِ سماع میں نہیں بیٹھے۔

(۲) دوسری بار بوقتِ وصال تشریف لاکر حضرت مخدوم پاک نے زیارت سے مشرف کیا اُسی وقت حضرت خواجہ صاحب کی رُوح عالمِ قدس کو پرواز کر گئی۔

حضرت مخدوم پاک کی تاریخ وصال

حضرت مخدوم پاکؒ کا وصال ۱۳ ربیع الاول سنہ ۶۹۰ھ کو بروز پنجشنبہ ہوا لفظ مخدوم آپ کی تاریخِ وصال ہے۔ جس کے اعداد ۶۹۰ ہیں۔

وصال کے بعد حضرت مخدوم پاکؒ کا جلال

حضرت مخدوم پاک کے وصال کے بعد کلیر ویران و برباد رہا مجاوروں کو بھی وہاں رہنے کی طاقت نہ تھی اور دور دور جاکر سکونت پذیر تھے، جب تک حکم نہ ہوتا تھا مزارِ مبارک پر حاضر نہ ہوسکتے تھے، اگر کوئی جاتا تو فوراً ایک بجلی پیدا ہوتی اور اُس کو جلا دیتی، پرندے بھی روضۂ انور پر اُڑ کر نہ گذر سکتے تھے۔ اگر جلتے کٹ کٹ کر گر پڑتے۔

حضرت مخدوم پاکؒ کا مزار پاک چونکہ خام تھا اور کسی شخص کو زیارت کی اجازت نہ تھی اسلئے کچھ مدت بعد مزار مبارک کا نشان محو ہوگیا۔ ان ہی دنوں ہندوؤں نے مزار اقدس کے قریب ایک دیہی استھان تعمیر کیا، بت پرستی شروع ہوگئی۔ ہندوؤں کی آمدورفت جاری ہوگئی، مگر یہ استھان قایم نہ رہ سکا، اینٹ سے اینٹ بج گئی اور ہندوؤں کی آمدورفت بند ہوگئی۔

حضرت مخدوم صاحب کی بے ادبی کرنے سے سادھو کی صورت مسخ

ایک روز اتفاقاً ایک سادھو سنیاسی کا گذر ہوا تباہ شدہ عبادت گاہ کے قریب ایک مزار مبارک نظر آیا، انوار و برکات کی بارش ہورہی تھی وحوش وطیور مزار مبارک کے ارد گرد سر جھکائے بیٹھے تھے، شیر اپنی دم سے جاروب کشی کر رہا تھا، سادھو یہ نظارہ دیکھ کر جل اٹھا، مزار مبارک کے قریب آیا اور ایک لوہے کے اوزار سے مزار مقدس کھودنا چاہا، اچانک ایک روزن نظر آیا سادھو نے اپنا سر اس روزن میں داخل کرکے کچھ دیکھنا چاہا، غضب الہٰی میں مبتلا ہوکر مسخ کردیا گیا - - - - - - - سادھو نے ہرچند اس روزن سے اپنا سر باہر نکالنا چاہا مگر کامیاب نہ ہوسکا آخر اسی حالت میں مرگیا۔

حضرت مخدوم پاک نے مجاوروں کو خواب میں حکم دیا کہ فوراً مزار اقدس پر پہنچو اور ایک مردسے کو جو ہمارے مرقد کے ساتھ بے ادبی سے پیش آیا تھا اور بے ادبی کے سبب مسخ کردیا گیا، ہٹا کر دور پھینک دو، اگلے روز صبح ہی مجاور گرتے پڑتے مزار اقدس پر حاضر ہوئے تو قبر شریف پر ایک مردہ پڑا ہوا نظر آیا، اس کا سر گردن تک قبر کے اندر تھا، نکال کر دیکھا تو واقعی اس کا منھ مسخ ہوگیا۔

اس واقعہ کے بعد حضرت مخدوم پاک نے مجاوروں کو جوارِ اقدس میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی، مجاوروں نے مزارِ مقدس پر لکڑی کی چھت تعمیر کی، اور کلیر کی آبادی پیرانِ کلیر کے نام سے شروع ہوگئی۔

دسویں صدی ہجری میں حضرت مخدوم پاک کی شانِ جلالی میں تبدیلی

حضرت مخدوم پاکؒ کے وصال کے بعد ایک زمانۂ دراز تک حضور کے فیض سے عالم محروم رہا حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی کے آخری دورِ حیات تک مزارِ مبارک خام تھا حضرت خواجہ صاحب کے وصال کے بعد نشان بھی معدوم ہوگیا حضرت مخدوم پاک کے جلال کی وجہ سے کسی کی ہمت نہ تھی کہ مزارِ مبارک کے قریب آسکے یا حضرت کی شانِ جلالی شان جمالی سے تبدیل ہوجائے۔ دسویں صدی ہجری میں جب حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ابن الوقت ہوئے تو اُنھوں نے حضرت کے مزارِ مبارک کا پتہ لگانے کی کوشش کی، آپ گنگوہ سے چل کر کلیر آئے، جب مزارِ مبارک ایک میل کے فاصلہ پر رہ گیا حسبِ دستورِ سابق برقِ جلال مزارِ پُرانوار سے نکل کر آموجود ہوئی حضرت شاہ صاحب نے مؤدبانہ اور عاجزانہ انداز میں عرض کیا۔

"عبدالقدوس تو حضور کے خادموں کا خادم ہے اور بحکم قادرِ مطلق یہاں تک حاضر ہوا ہے ورنہ بندہ ناچیز کی کیا مجال تھی جو اس قدر جرأت کرتا۔ حضور کی زیارت کا از حد اشتیاق ہے، آئندہ حضور کو اختیار ہے۔ مرضیِ مولیٰ از ہمہ اولیٰ

برقِ جلال غائب ہوگئی، آگے بڑھے، آدھ میل کے فاصلہ پر پھر برقِ جلال ظاہر ہوئی

آپ نے پھر عاجزی سے وہی درخواست کی، غائب ہوگئی، جب روضۂ اطہر کے قریب آئے تو بہ آوازِ ہیبت ناک وہی برقِ جلال ظاہر ہوئی، آپ نے وہی کلمات نہایت عجز و انکساری سے ظاہر کئے، غائب ہوگئی اور پھر کبھی ظاہر نہ ہوئی۔

جب حضرت شاہ صاحب قبرِ مبارک کے قریب پہنچے تو حضرت مخدوم صاحب کی رُوح مجسّم ہو کر قبر شریف سے باہر آئی، قطبِ عالم کو آغوش میں لیا، فرمایا عبد القدوس تم میرے طریقے پر ہونے کی وجہ سے یہاں تک پہنچے ورنہ کسی کی مجال نہ تھی جو یہاں آ سکے آپ نے عرض کیا "کہ مخلوقِ خداوندی حضور کے کرم کی امیدوار ہے، ہر شخص کی خواہش ہے کہ حضور کی زیارت سے شرف اندوز ہو، فیض و برکت حاصل کرے، مگر حضور کے برقِ جلال کی ہیبت کی وجہ سے کوئی یہاں تک نہیں آ سکتا۔ اگر حضور کرم فرما کر برقِ جلال کو نورِ جمال میں تبدیل فرمادیں تو ایک عالم مزار پر انوار کے فیوض سے فیضیاب ہو" ارشاد ہوا اچھا تمہاری خاطر ہم نے تیزیٔ جلال کم کر دی، آئندہ شانِ جمالی کا ظہور رہے گا۔

اس کے بعد حضرت مخدوم پاک کا مزارِ مبارک تعمیر ہو کر عرس و مجالسِ سماع کا آغاز ہوا، مجاورین آباد ہوگئے۔

آیا ہوں لے کے چشمِ تر مخدوم صابر کلیریؒ

انجم امروہی

تارے گنے ہیں تا سحر مخدوم صابر کلیریؒ — تھک تھک گئی میری نظر مخدوم صابر کلیریؒ
لیکن نہ لی تم نے خبر مخدوم صابر کلیریؒ — دِل از فراقت خستہ تر مخدومِ صابر کلیریؒ
لِلّٰہ توجّہ، کچھ اِدھر مخدوم صابر کلیریؒ

مشہور ہے جودو سخا مشہور صبرِ صابری — چومے ہے چوکھٹ کو تری بالاتری و برتری
درباں درِ اقدس کی ہے سارے جہاں کی قیصری — قرباں دل و جان و جگر اے نورِ چشمِ حیدریؓ
بر حالِ زارِ من نگر مخدوم صابر کلیریؒ

اشکِ ندامت پیش ہیں لائق ہیں جو دربار کے — نذرِ نگاہِ ناز ہیں ٹکڑے دلِ بیمار کے
اے بادشاہِ چشتیاں، مشتاق سب دیدار کے — جلوے دکھا دیجئے ذرا کچھ صابری انوار کے
شرمندہ ہو جن سے قمر مخدوم صابر کلیریؒ

حالِ پریشاں سر بکف ہے قوم تیری نوحہ گر — طوفانِ غم میں پھنس گئی اے پیشوا اے چارہ گر
دشمن ہوا ہے آجکل اُس کا یہ چرخِ فتنہ گر — اے خسروِ عالی ہمم بر تو فدا جان و جگر
لطف و کرم کی اک نظر مخدوم صابر کلیریؒ

انجمؔ نحیف و زار ہے اُس پر کرم فرمائیے — سرکار کا بیمار ہے آ جائیے، آ جائیے
منزل بڑی دشوار ہے منزل پہ پہنچا آئیے — اے مشعلِ راہِ ہدیٰ جلوہ ذرا دکھلائیے
اے جانشینِ گنجِ شکرؒ مخدوم صابر کلیریؒ

پیرانِ کلیر شریف اور درگاہِ معلّٰی کی عمارات

پیرانِ کلیر شریف قصبہ رڑکی ضلع سہارنپور سے ۴ ½ میل جانب شرق نہر گنگ پر واقع ہے، پیرانِ کلیر موجودہ دور میں ایک چھوٹا سا موضع ہے، کسی زمانہ میں یہ شہر دہلی قدیم وجدید کے لگ بھگ تھا جس کا مختصر تذکرہ صفحاتِ گزشتہ میں ملاحظہ فرمایا ہوگا، اسی موضع میں مخدوم العالم حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر قدس سرہٗ کا مزارِ مبارک ہے، جہاں ہر سال ۱۲ ربیع الاوّل کو نہایت عظیم الشان عرس ہوتا ہے۔ ہند، پاکستان اور بیرونِ ہند کے بڑے بڑے مشائخ، اولیاءِ اقطاب وابدال حاضر ہوتے ہیں، اور تقریباً ایک ہفتہ تک لاکھوں زائرین کا اجتماع رہتا ہے۔

یوں تو زائرین عام طور پر تانگہ رکشا پر رڑکی سے سوار ہو کر زیارتِ مقدسہ کے لئے جاتے ہیں، لیکن از راہِ ادب و تعظیم رڑکی سے پا پیادہ کلیر شریف جانا اربابِ نظر و اہلِ دل حضرات کا معمول رہا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ پا پیادہ جانے میں جو روحانی راحت و لذت محسوس ہوتی ہے وہ سواری پر جانے سے محسوس نہیں ہوتی پا پیادہ جانے میں اولیاء اللہ کی زیارت راہ میں ہوتی ہے، اولیاء اللہ کو ایک نظر دیکھ لینا بھی بہت بڑی سعادت ہے۔ کیا ہی خوش قسمت ہے وہ شخص جس کو اولیاء اللہ کی صحبت نصیب ہو۔

رڑکی سے روانہ ہو کر چند فرلانگ کے فاصلہ پر فنِ تعمیر کا ایک انمول شاہکار ہے

سولانی ندی پر پُل باندھ کر اس کے اوپر سے نہر گنگ اتاری گئی ہے، نہر کے اوپر دونوں جانب آمد و رفت کے لئے ایک تنگ پُل ہے جس پر بیک وقت صرف ایک گاڑی ہی پاس ہو سکتی ہے، اس پُل پر کھڑے ہو کر نیچے کی طرف دیکھتے ہیں تو سطح زمین ۵۰۔۶۰ فٹ نیچی نظر آتی ہے۔

سولانی ندی کے پُل پر پانی چڑھانے کے لئے تقریباً ۳ میل سے آہستہ آہستہ پانی کی سطح کو اس انداز سے بلند کیا گیا ہے کہ پانی کی گہرائی ہر جگہ برابر رہتی ہے قصبہ رڑکی کے نہر کے پُل پر کھڑے ہو کر جانب مشرق نظر ڈالنے سے سامنے ہی پانی کی سطح کوہانِ شتر کی طرح مرتفع نظر آتی ہے، اور یہ ایسا دلفریب نظارہ ہے کہ پُل بنانے والوں کی فنی مہارت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے، اس پُل کو عبور کر کے تقریباً دو میل چل کر ایک اور پُل نہری آتا ہے، اس پُل کے آگے سڑک کا ڈھال ہے، اور کچھ دور آگے پھر سڑک کی سطح مرتفع ہے۔ ڈھال عبور کر کے سطح مرتفع پر پہنچتے ہی جانب شرق و شمال گنبد مزار مبارک نظر آنے لگتا ہے، اربابِ نظر کے سر عقیدت اسی جگہ سے خم ہو جاتے ہیں نگاہیں جھک جاتی ہیں، دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں، انوار و برکات کی بارش ہونے لگتی ہے کہ اپنا ہوش نہیں رہتا، مقربین بارگاہِ صابریہ اسی مقام سے سر اور آنکھوں کے بل چل کر حضور میں سجدہ ریز ہوتے ہیں، عقیدت اور محبت سے وہ عالم کیف طاری ہوتا ہے کہ اس کی کیفیت قلم کی زبان سے بیان کرنا دشوار ہے۔

اس جگہ سے تقریباً ۴، ۵ فرلانگ کے فاصلہ پر نہر کی سڑک سے بائیں ہاتھ پر عمارات درگاہِ معلّیٰ ہیں جہاں نہایت ادب و تعظیم سے قدم رکھنے کی ضرورت ہے یہی وہ مقدس مقام ہے جہاں مخدوم العالم آرام فرما ہیں یہی سجدہ گاہِ ملائک اور

جنّات و بشر ہے، جہاں بڑے بڑے اولیاء، قطب، ابدال جمع رہتے ہیں۔

کرم اتنا تو مجھ پر اے مرے سرکار ہو جائے

تصوّر جب کروں صابر ترا دیدار ہو جائے
کرم اتنا تو مجھ پر اے مرے سرکار ہو جائے

پلا ایسی کہ پی کر مست ہر مے خوار ہو جائے
مئے حبِّ معین الدینؒ سے سرشار ہو جائے

مری آنکھوں کو ایسا وصف ہو جائے عطا خواجہ
نگاہیں جس طرف اٹھیں ترا دیدار ہو جائے

تمہارے نام سے ہر اک کے خواجہ کام بنتے ہیں
عنایت ہم پہ ہو جائے تو بیڑا پار ہو جائے

کہیں قسمت سے مل جائے، اگر خاکِ درِ اقدس
تو اچھا ایک پل میں آپ کا بیمار ہو جائے

نصیب اپنا چمک اٹھے بلائیں سر سے ٹل جائیں
زیارت روضۂ اقدس کی گر اک بار ہو جائے

جو تم سا ناخدا مل جائے خواجہ بحرِ ہستی میں
تو پھر طوفانِ غم سے اپنی کشتی پار ہو جائے

ہمیں آسان ہو جائے یہ منزل زندگانی کی
تمہارے ہجر میں جینا اگر دشوار ہو جائے

ہمیں جینے کا لطف آئے ہمارے حوصلے نکلیں
اگر دل کو، تمہارے عشق کا آزار ہو جائے

زہے قسمت کہ خواجہ سا ملا ہے رہبرِ کامل
نہ کیوں آسان اپنی منزلِ دشوار ہو جائے

ترا ابرِ کرم آکر برس جائے جو اے خواجہ
تو باغِ آرزو اجڑا ہوا خوشتر کا پھر گلزار ہو جائے

عمارات درگاہ شریف

حضرت مخدوم العالمؒ کی درگاہِ معلّیٰ کا احاطہ نہایت طویل و عریض ہے جو ۱۵، ۲۰ ہزار زائرین کے لئے کافی ہے، درگاہِ معلّیٰ کی چاردیواری میں تین دروازے زائرین کی آمدورفت کے ہیں، شرقی شمالی جنوبی، شرقی دروازے کے باہر سامنے ہی نقارخانہ ہے جہاں صبح و شام بارہ مہینے نقارے بجتے ہیں چوب پڑتے ہی نقاروں سے حق ہو کی ایسی صدا برآمد ہوتی ہے کہ بے اختیار دل ذکر حق ہو میں مصروف ہو جاتا ہے، یہ صدا چونکہ ایک معصوم اور بے گناہ چیز سے نکلتی ہے، اس کی صداقت اور لطافت طبیعت پر اس قدر اثرانداز ہوتی ہے کہ بلا اختیار دل ذاکر ہو جاتا ہے، نقارخانہ سے متصل ہی صابری ہوٹل اور

صابری اسٹور ہے، جہاں ہر قسم کا سامانِ خورونوش دستیاب ہوتا ہے۔ ہوٹل میں چلئے اور کھانا ہر وقت تیار ملتا ہے۔

مشرقی دروازہ کے باہر پھول اگربتی اور شیرینی والے بیٹھے رہتے ہیں، زائرین یہیں سے پھول اور شیرینی وغیرہ خرید کر چڑھاتے ہیں، مشرقی دروازے میں دائیں بائیں دو چھوٹے چھوٹے حجرے ہیں۔ بائیں حجرہ میں رسالہ "کاشانہ" کا دفتر ہے یہ ماہنامہ درگاہ صابریہ کا ترجمان ہے جو خانصاحب معصوم علی خاں رئیس قصبہ کیلاش پور کی ادارت میں شائع ہو رہا ہے، دفتر میں خاں صاحب موصوف کے ایک منشی صاحب ہمہ وقت رہتے ہیں، نہایت خوش اخلاق ملنسار ہیں، زائرین کی خدمت گذاری اُن کا خصوصی شیوہ ہے، آگے بڑھ کر دائیں بائیں درگاہ صابریہ کے سجادہ نشین حضرات کے مزارات ہیں، سامنے ہی حضرت مخدوم العالم کا روضۂ مبارک ہے جو سفید رنگ کی خوشنما جالیوں سے محصور ہے، دروازہ سے متصل ہی سنگِ مرمر کا ایک نہایت خوب صورت سفید چبوترہ ہے۔ اسی جگہ گولر کا وہ درخت تھا جس کی ڈالی پکڑے حضرت مخدوم صاحب ۱۲ برس تک عالمِ تحیر میں کھڑے رہے، مرورِ زمانہ سے وہ بابرکت گولر تو موجود نہیں، بعض بزرگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ اسی گولر کی ایک شاخ قریب ہی پھوٹ آئی تھی جو ایک تن آور درخت کی صورت میں آج بھی موجود ہے، اس درخت کی گولریاں زائرین لبطور تبرک لے جاتے ہیں، اسی گولر کی محاذات میں جانبِ شمال گولر کا ایک بہت بڑا درخت موجود ہے جو دیکھنے سے ۲۰۰ سو برس کا پرانا معلوم ہوتا ہے، ان درختوں کے علاوہ روضۂ مبارک کے مشرق اور شمال میں ململکھن اور مولسری کے درخت بھی موجود ہیں جو خوب پھلتے پھولتے ہیں، احاطۂ درگاہ کے

گوشۂ شمال و مغرب میں ایک شاندار اور وسیع و عریض مسجد ہے، وضو خانہ ٹین کی چادروں سے مسقف ہے، ایک بڑا لمبا چوڑا کنواں ہے جس کا پانی نہایت ہلکا اور زود ہضم اور نہایت شیریں ہے۔ مسجد سے متصل ہی جانب جنوب مغرب سماع خانہ ہے باقی چاروں طرف زائرین کے قیام کے لئے سہ دریاں بنی ہوئی ہیں۔

حضرت مخدوم پاک کے روضۂ انور کے اردگرد سنگِ مرمر کی خوبصورت جالیوں کا احاطہ ہے جس میں ہر چہار سمت آہنی دروازے ہیں، غیر ایامِ عرس میں صرف مشرقی دروازہ زائرین کے لئے کھلا رہتا ہے۔ ایامِ عرس میں زائرین کی سہولت کے لئے دوسرے دروازے بھی کھول دیئے جاتے ہیں جس حجرے میں حضرت مخدوم پاکؒ آرام فرما ہیں، اُس کی دیواریں سنگِ مرمر کی دودھ کی طرح صاف و شفاف ہیں، فرش سنگِ موسیٰ اور سنگِ مرمر کا ہے، قبر شریف کے اردگرد سنگِ مرمر کا نہایت خوبصورت کٹہرہ ہے۔ حجرۂ مبارک کے دو دروازے شرق رویہ ہیں جن پر چاندی کے پترے چڑھے ہوئے ہیں، زائرین زیارتِ اقدس کے لئے اس دروازہ سے داخل ہوتے ہیں جو جانبِ شرق و جنوب واقع ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی حَبِیْبِکَ وَاَوْلِیَاءِکَ ۔

احاطۂ درگاہ شریف بشمولِ مسجد اتنا وسیع و عریض ہے جو ۱۰-۱۵ ہزار کے اجتماع کے لئے کافی ہے، انقلاب ۱۹۴۷ء سے پہلے درگاہ شریف کے اردگرد تقریباً آدھ آدھ میل ہر چہار طرف زائرین کے خیمے و چھولداریاں نظر آتی تھیں، پاکستان بننے کے بعد چونکہ ملک کے ایک بڑے حصے کے مسلمانوں کی آمد و رفت محدود ہو گئی ہے، پھر بھی رونق جوں توں ہے۔

عرس کے ایام میں نہر کے پل سے درگاہ شریف کے تینوں دروازوں تک

بازار لگتا ہے جہاں ہندوستان کے صنعتی شہروں کی مصنوعات کے علاوہ ضروریات زندگی کی تمام چیزیں دستیاب ہوجاتی ہیں ۔

انقلاب ۱۹۴۷ء سے پہلے میلہ پیران کلیر شریف کے لئے ای، آئی، آر اور این ڈبلیو، آر اسپیشل ٹرینیں چلایا کرتی تھی جن سے زائرین بسہولت رڑکی پہنچ جاتے تھے ۔ مگر انقلاب کے بعد چونکہ حکمراں اور برسراقتدار طبقہ کا مزاج بگڑ گیا، اسپیشل ٹرینوں کی آمد و رفت بند کردی گئی جس کی وجہ سے عام طور پر ریل گاڑیوں میں بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے زائرین کو تکلیف کا سامنا ہوتا ہے، عاشق دیدار محبوب کی دھن میں راہ کی کلفتوں کو خیال میں نہیں لایا کرتا، جگہ کی قلت کی باعث خواہ پائدان پر کھڑا ہونا پڑے یا چھت پر بیٹھنا کیوں نہ پڑے، ایام عرس میں جو ٹرین رڑکی آتی ہے اس کا یہی حال ہوتا ہے ۔

احاطہ درگاہ شریف کے شمالی دروازے سے متصل حضرت شاہ اعجاز احمد صاحب سجّادہ نشین کا باغ ہے جس میں آپ کا رہائشی مکان ہے، اس باغ سے جانب غرب تقریباً نصف فرلانگ کے فاصلہ پر حضرت علیم اللہ ابدالؒ کا مزار مبارک ہے جو ایک بلند چبوترہ پر ایک مختصر احاطہ میں محصور ہے ۔

شمالی دروازے سے متصل جانب مشرق دیوان صاحب درگاہ کی سہ دری ہے جو ایام عرس میں تقسیم لنگر کی خدمت انجام دیتے ہیں، معلوم ہوا ہے کہ یہ سہ دری حضرت مولانا شاہ عظمت علی صابری دیوبندی کی تعمیر کردہ ہے، آجکل صوفی طاہر حسن صاحب، خلف منشی ابن حسن صاحب مرحوم درگاہ صابریہ کے دیوان ہیں جو قصبہ دیوبند محلہ محل کے باشندے اور راقم الحروف کے ہمسایہ اور ہمجولی دوست ہیں، بڑے خوش اخلاق متواضع

اور منکسر المزاج ہیں، شاعرِ انقلاب حضرت علامہ انور صابری آپ ہی کی سہ دری میں ایامِ عرس میں مقیم رہتے ہیں۔

یوں تو عام طور پر جمعرات کے دن قوالوں کی سرکاری چوکی حاضر رہتی ہے۔ مگر ایامِ عرس میں اطرافِ ملک سے بڑے بڑے قوال درگاہ شریف میں حاضر رہتے ہیں اوقاتِ نماز کے علاوہ ۲۴ گھنٹے قوالی رہتی ہے، حضرت مخدوم صاحبؓ قوالوں کو خوب نوازتے ہیں۔

درگاہ حضرت امام صاحب نہر کا پل عبور کر کے جانبِ مشرق تقریباً ۲ فرلانگ کے فاصلہ پر حضرت امام ابو صالحؒ کی درگاہ ہے جو سطحِ زمین سے تقریباً ۴۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے، ۱۱ سیڑھیاں طے کرنے کے بعد احاطہ درگاہ میں داخل ہوتے ہیں۔ ہر چہار جانب دو فٹ اونچی چار دیواری ہے، وسط میں حجرہ مزار شریف ہے، اور گرد ایک خوشنما بارہ دری سنگِ سرخ کی خورشید بیگم سکنہ ساڈھورہ نے ۱۳۳۳ھ میں تعمیر کرائی تھی جو اب بھی موجود ہے۔ حضرت امام صاحب کے مزار مبارک کا محلِ وقوع ایک ایسے پر فضا مقام پر ہے جہاں دل، دماغ اور روح کو فرحت حاصل ہوتی ہے

مزار پیر غائب نہر کے پل سے جانب شرق لبِ نہر سڑک خام پر حضرت پیر غائب کا مزار مبارک ہے، آپ کے مزار کی اگرچہ بظاہر کوئی عمارت نہیں لیکن روحانی جاہ و جلال ہر وقت برستا رہتا ہے جس وقت مسٹر کاٹلی نے آج سے تقریباً ایک صدی پیشتر نہر گنگ تعمیر کرا کر پانی جاری کرایا تو وہ آپ کے مزار مبارک کے متصل آ کے رک گیا۔ اور ہر امکانی کوشش کے باوجود آگے نہ بڑھ سکا مسٹر کاٹلی

حیران تھا، آپ نے خواب میں بشارت دی کہ ہمارا مزار تعمیر کراؤ۔ مسٹر کاٹلی نے جبھی مزارِ مبارک تعمیر کرایا اور تعظیم و تکریم بجا لایا پانی جاری ہو گیا۔

مزار حضرت کلکلی شاہ حضرت پیر غائب کے مزار شریف سے جانبِ جنوب تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلہ پر حضرت کلکلی شاہؒ کا مزار مبارک ہے، مزار شریف سے متصل ہی ایک پختہ مسجد ہے۔ برابر میں ایک حجرہ میں خادمِ درگاہ رہتے ہیں۔ حضرت کلکلی شاہؒ اُن ۵۲ بزرگوں میں سے ایک بزرگ ہیں جو حضرت امام ابو صالحؒ کے ہمراہ کلیر فتح کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ دوران جنگ میں جب کلیر کا قلعہ فتح نہ ہو سکا تو آپ نے قلعہ کی دیوار سے پُشت لگا کر الّا اللّٰہ کا نعرہ لگایا، نعرہ لگانا تھا کہ قلعہ منہدم ہو گیا۔ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ حضرت کلکلیؒ صاحب بڑے صاحبِ فیض و کرامات بزرگ ہیں، اب بھی آپ کے رُوحانی تصرفات جاری ہیں بزرگوں سے سُنا ہے کہ حضرت امام صاحب کے ہمراہ ۵۲ بڑے بڑے باکمال اولیاءؒ تشریف لائے تھے۔ جن میں سے ایک تو آپ پیرانِ کلیر میں آرام فرما ہیں، ایک دوسرے بزرگ حضرت شاہ منصورؒ کلیر سے دس میل کے فاصلہ پر پہاڑی جنگل میں آرام فرما ہیں۔ بقیہ پچاس اولیاء کے مزارات یو۔پی کے مختلف مقامات میں موجود ہیں۔

عرس مبارک

حضرت مخدوم صابر پاکؒ کا عرس ہر سال ۱۲ ربیع الاوّل کو پیران کلیر میں بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ عرس کے موقع پر لاکھوں زائرین کا اجتماع رہتا ہے، امیر غریب شاہ و گدا دربارِ حضور صابر پاک میں برہنہ پا حاضر ہو کر فیوض ظاہری و باطنی حاصل

کرتے ہیں۔

درگاہ معلیٰ کے سجادہ نشین جناب اعجاز احمد صاحب ہیں۔ جن کے زیر اہتمام تین روز تک لنگر جاری رہتا ہے، ہزارہا بندگان خدا شکم سیر ہو کر کھاتے ہیں گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو روشنی ہوتی ہے، تیرہویں کو قل ہوتا ہے چودہویں تاریخ کو مزار شریف کو اول عرق گلاب سے اور دوبارہ پانی سے غسل دیا جاتا ہے۔

حضرت مخدوم پاکؒ کا سراپا

میانہ قد، راست قامت، لاغر و نحیف بدن، بزرگ سر، فرق مبارک پر تمام بال سیاہ جو ایام طفولیت سے کبھی نہ ترشوائے تھے، گوش فراخ، بلند پیشانی، کشادہ ابرو، دراز سیاہ آنکھیں، بلند بینی، چہرہ طول عرض میں متوسط، عارض نور افشاں، باریک لب تنگ دہاں، کشادہ و متوسط دنداں، باریک زباں، نہایت خوش الحال، زیر زنخداں ہوئے محاسن نہایت باریک ملائم و سیاہ، دراز گردن، کشادہ شانہ، بزرگ اور چوڑا سینہ، دراز دست پنجہ، طویل انگشت، پس پشت نیچے سیدھے شانہ کے اوپر مہر ولایت جس میں بخط باریک و بدو رلفظ ھٰذا ولی اللہ بخط جلی تحریر، پائے مبارک نہایت موزوں انگشت باریک و طویل۔

حضرت مخدوم پاکؒ کا لباس

حضرت مخدوم پاک صرف تہبند اور ایک خرقہ گل ارمنی میں رنگا ہوا زیب تن فرمایا کرتے تھے جب تک حضرت مخدوم صاحب پاک پٹن میں تشریف فرما رہے اس

وقت تک کلاہی عمامہ استعمال فرماتے رہے، یوم ولادت سے نعلین کبھی نہیں پہنیں، کلیر شریف لانے کے بعد کبھی کوئی کپڑا سر پر نہیں رکھا۔

سیرت مبارک

سیر الاقطاب میں ہے کہ حضرت مخدوم پاک زہد و تقوے میں یگانۂ روزگار تھے تجرد اور عزلت سے خوش رہتے تھے۔ سماع کا بہت ذوق رکھتے تھے۔ سیف زبان تھے جو زبان سے فرما دیتے تھے وہی ہو جاتا تھا۔

حضرت محبوبؒ اور مخدومؒ بابا فریدؒ کی نظر میں

حضرت بابا فرید الدین گنجشکرؒ کے یوں تو بہت سے خلفاء تھے، مگر حضرت محبوبؒ و مخدومؒ کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔

علمِ سینۂ من لشیخ نظام الدین اولیاؒ	میرے سینہ کا علم تو نظام الدین
بدایونی رسید، وعلمِ دلِ من لشیخ	اولیاء بدایونیؒ کو ملا ہے اور میرے
علاؤ الدین علی صابر فائز گردید ہ	دل کا علم شیخ علاء الدینؒ علی صابر کو
(سیر الاقطاب)	پہنچا ہے۔

حضرت مخدوم پاک کا علمی مذاق

حضرت مخدوم پاک نے علومِ ظاہری کی تکمیل اپنے ماموں حضرت بابا فرید الدین گنجشکرؒ سے کی تھی، علومِ ظاہری کی تکمیل کے بعد ہی حضرت بابا صاحبؒ نے آپ کو

علومِ طریقت کی تعلیم دی تھی، جب تک جذب و استغراق طاری نہیں ہوا تھا، حضرت مخدوم پاک کو تفسیر و حدیث سے خاص شغف اور شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی، احمدؔ تخلص فرمایا کرتے تھے، فارسی زبان میں شعر کہا کرتے تھے، سیر الاقطاب میں حضرت مخدوم پاکؒ کا ایک کلام مذکور ہے جو تیمناً و تبرکاً درج ذیل ہے۔

امروز شاہ شاہاں مہماں شد است مارا
جبریلؑ با ملائک درباں شد است مارا

در جلوہ گاہِ وحدت کثرت کجا بہ گنجد
ہژدہ ہزار عالم یکساں شد است مارا

در محفلِ گدایاں مرسل کجا بہ گنجد
بے برگ بے نوائے ساماں شد است مارا

احمدؔ بہشت و دوزخ بر عاشقاں حرام است
اینجا رضائے جاناں رضواں شد است مارا

مناجات ذیل بھی حضرت مخدوم پاکؒ کی طرف منسوب ہے جس میں تخلص صابرؔ مذکور ہے۔

خدایا بجز تو پناہے ندارم
بجز ذاتِ پاکت پناہے ندارم

نیم پاک داماں ز عصیاں بہ پیشت
بجز لطفِ تو عذر خواہے ندارم

بہ بیں از ازل تا ابد از سر صدق
بجز تو دگر بادشاہے ندارم

گناہ تو دارم بکن ہرچہ خواہی
دلیکن کسے داد خواہے ندارم

بگیر از کرم دستِ من روز محشر
بجز قدرتت من پناہے ندارم

توئی واقف از حالتِ من خدایا
کہ در دہر من دستگاہے ندارم

ندر دو غمت من بسجاں شرمسارم
کہ در سینۂ خویش آہے ندارم

ترا ایم ترا ایم ترا ایم چو صابر
بجز نام تو زا ورا ہے نہ دارم

حضرت مخدوم پاک کا یہ ہندی شعر بھی بعض تذکروں میں ملا ہے۔

اس طرح ڈوب اس میں اے صابر
کہ بجز تو کے غیر تو نہ رہے

کس چیز کی کمی ہے صابر تری گلی میں!

دُنیا تری گلی میں، عقبیٰ تری گلی میں

حضرت مخدوم صابر پاک کا دربار گوہربار چھوٹے بڑے امیر و غریب اور ادر ہر عقیدے کے لوگوں کے لئے کھلا ہوا ہے۔ ہر شخص حسبِ اعتقاد دربار حضرت مخدوم پاک سے فیضیاب ہوتا ہے، دُنیا داروں کی دنیاوی حاجتیں حضرت مخدوم کے توسل سے پوری ہوتی ہے، دینداروں کی دینی ضروریات کا تو ذکر ہی کیا۔ حد تو یہ ہے کہ مصیبت کے وقت حضرت مخدوم پاک کے اسم گرامی کے ورد سے مشکل حل ہو جاتی ہے۔ حسنِ اعتقاد سے حضرت مخدوم پاک کے اسم گرامی کا ورد ہی قضائے حاجات میں اسم اعظم کی خاصیت رکھتا ہے جن لوگوں کو حضرت مخدوم پاکؒ کے دربار میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ہے، ان کی زبان سے ہمیشہ یہی کلمات سننے میں آتے ہیں ؎

کس چیز کی کمی ہے صابر تری گلی میں
دنیا تری گلی میں عقبیٰ تری گلی میں

انوار العاشقین میں حضرت مولانا محمد اکرم مصنف کتاب اقتباس الانوار نے اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ سوندھا سعیدائی سے نقل کیا ہے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے مرشد حضرت شیخ ابوداؤد کی خدمت میں بمقام گنگوہ حاضر تھا یکایک مجھ سے ایک ایسا نور ظاہر ہوا جو تمام عالم پر محیط تھا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نور حضرت مخدوم صابر پاک کا فیض ہے چنانچہ میں بغیر اجازت اپنے پیر و مرشد کے کلیر پہنچا، روح مقدس حضرت مخدوم پاک مزار شریف سے متبسم ہو کر تشریف لائی، اور مجھ پر کمال نوازش فرمائی، حقیقت نور الانوار سے واقف کر دیا اور فرمایا کہ تم بلا توقف اپنے پیر کی خدمت میں واپس چلے جاؤ، وہ تمہاری عدم موجودگی سے پریشان ہیں، ہم نے اپنی نعمت اس کے دادے شیخ عبد القدوس کو دے دی ہے جس کا دل چاہے لے لے۔

حضرت شیخ سوندھا فرماتے ہیں کہ میں زیارت کے بعد کلیر میں آ کر رات بھر پھرتا رہا حضرت مخدوم صابر پاک کی روح مقدس ساری رات میرے ہمراہ رہی۔

حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی نے فرمایا کہ جب میں پیران کلیر حضرت مخدوم پاک کے آستانہ پر حاضر ہوا تو احاطۂ درگاہ میں قدم رکھتے ہی لطائف میں تازگی پیدا ہو گئی۔

حضرت مولانا عبد الرحمٰن لکھنوی کے ملفوظات انوار الرحمٰن تنویر الجنان میں حضرت مولانا کی حاضری کلیر اور چلہ کشی کا حال مذکور ہے متواتر فاقوں سے تنگ آ کر حضرت مولانا نے اپنے دو ہمراہیوں کو قریب و جوار کی آبادی میں سوال کرنے کی اجازت دے دی، ایک روز شام کے وقت گاؤں کی طرف سے ایک شخص نے آ کر دریافت کیا کہ مولوی عبد الرحمٰن کون ہیں؟ اور اس نے تین آدمیوں کا کھانا اور سالن ہمارے

سامنے رکھا، ہم نے خوب سیر ہو کر کھایا، اسی طرح وہ تیرہ روز تک برابر لاتا رہا تیرھویں روز اس شخص نے کہا کہ اب میرے پاس جنس ختم ہو گئی ہے کل نہیں آؤں گا۔ ہم سمجھ گئے کہ یہ دعوت حضرت مخدوم صاحبؒ کی طرف سے تھی اور اب ہمیں رخصت کا پیغام مل گیا ہے چونکہ چلہ میں ایک روز باقی تھا، ایک روز مزید قیام کر کے پانی پت روانہ ہو گیا۔

شمس الاولیا حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتیؒ

حضرت خواجہ صاحب سادات صحیح النسب میں سے تھے، مُرید اور خلیفہ حضرت مخدوم پاکؒ کے تھے۔ آپ ہی سے سلسلۂ صابریہ جاری ہُوا۔ علومِ ظاہری و باطنی میں درجہ کمال رکھتے تھے حضرت بابا فریدالدین گنجشکرؒ نے آپ کے بارے میں فرمایا ہے۔ "شمسِ ما در اولیاء چوں شمس است"۔

مرشدِ کامل کی تلاش حضرت خواجہ صاحب ایک مدت تک علاقہ ترکستان میں تحصیلِ علم میں مصروف رہے، علومِ ظاہریہ کی تکمیل کے بعد غلبۂ عشقِ الٰہی سے صبر اور طاقت شکیبائی نہ رہی تو مرشدِ کامل کی تلاش میں گھر سے نکل کھڑے ہُوئے، گھومتے پھرتے ماوراءالنہر پہنچے مگر وہاں دلی مقصد بر نہ آیا، ہندوستان آئے، ان دنوں حضرت بابا فریدؒ شمالی ہندوستان کے فرمانروا تھے گھر گھر شہرہ تھا۔ پاک پٹن پہنچے اور حضرت بابا صاحب کی خدمت میں ایک مدت تک رہے حضرت بابا صاحب نے آپ کو خلافت عطا فرمائی۔ مرید نہ کیا اور فرمایا کہ نعمت اور کمال تمہیں کسی دوسرے سے حاصل ہوگا۔

حضرت مخدوم صاحبؒ کی خدمت میں گزشتہ صفحات میں عرض کیا گیا ہے کہ حضرت مخدوم صاحبؒ بارہ برس گولر کی شاخ پکڑے حالتِ استغراق میں کھڑے رہے۔ حضرت بابا صاحبؓ نے آپ کو حضرت مخدوم پاکؒ کو بٹھلانے بھیجا، کلیر پہنچکر آپ نے حق الخدمت ادا کیا۔ حضرت مخدوم پاکؒ نے آپ کو

شرفِ ارادت سے مشرف فرمایا۔ بیس سال تک حضرت مخدوم پاک کی خدمت بابرکت میں رہے، پیر و مرشد کی خدمت کے علاوہ ریاضات و مجاہدات عمل میں لاتے رہے۔

حضرت مخدوم پاکؒ نے آپ کے حال پر کمال توجہ فرمائی، فرمایا تو میرا فرزند ہے میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ میرا سلسلہ تجھ سے جاری ہو اور تا قیامِ قیامت برقرار رہے۔

لشکرِ شاہی میں ملازمت

حضرت خواجہ شمس الدین صاحب نے پیر و مرشد کے حکم سے شاہی فوج میں ملازمت کی قلعہ چتوڑ آپ ہی کی دُعا کی برکت سے فتح ہُوا حضرت مخدوم صاحبؒ نے خواجہ صاحب سے فرمایا تھا، کہ جس روز تم سے کوئی کرامت ظاہر ہوگی، اسی دن ہمارا وصال ہوگا۔ حضرت خواجہ صاحب ملازمت ترک کر کے اور اپنا تمام مال و اسباب فقراء کو لٹا کر کلیر تشریف لائے پیر و مرشد کی خدمت میں رہے۔ جب حضرت مخدوم صاحب کے وصال کا وقت قریب آیا تو حضرت مخدوم صاحب نے آپ کو خرقۂ خلافت اور اسمِ ذات کی تلقین فرما کر وصیت کی کہ جب میں اس جہان سے پردہ کر جاؤں، تم تین دن سے زیادہ قیام نہ کرنا، تمھیں پانی پت کی ولایت عطا کی گئی ہے، تم وہاں جا کر رہنا اور گمراہ لوگوں کو ہدایت کرنا۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ پانی پت میں تو حضرت شرف الدین بوعلی قلندر موجود ہیں؟ حضرت مخدوم صاحبؒ نے فرمایا کوئی فکر و اندیشہ کی بات نہیں، اُن کی ولایت ختم ہو چکی ہے وہ تمہارے پہنچتے ہی پانی پت سے کسی دوسرے مقام پر منتقل ہو جائیں گے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کی روانگی پانی پت

حضرت مخدوم پاکؒ کے وصال کے بعد حضرت شمس الدینؒ پانی پت تشریف لے گئے اور پیرِ دستگیر کی وصیت پر کاربند ہو کر نورِ ولایت سے اس علاقہ کو منور اور

ہدایت یاب فرمایا۔

دودھ کا پیالہ حضرت قلندر صاحب کی خدمت میں

روایت ہے کہ جس وقت حضرت خواجہ شمس الدینؒ پانی پت تشریف لائے، اس وقت حضرت بوعلی قلندرؒ شہر سے باہر ایک شہید کے مزار پر بیٹھے ہوئے تھے حضرت خواجہ صاحب نے دودھ کا ایک لبالب پیالہ اپنے خادم کو دے کر فرمایا، یہ پیالہ میرے بھائی شرف الدین بوعلی قلندرؒ کے پاس لیجاؤ، اور میرا سلام عرض کرو۔ خادم حضرت قلندر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، قلندر صاحبؒ نے تبسم فرماکر ایک پھول اس دودھ کے پیالہ میں ڈال کر فرمایا، یہ میرے بھائی شمس الدین کے پاس لے جاؤ اور میرا سلام عرض کرو

حضرت خواجہ صاحب کا خادم پیالہ لے کر واپس آیا تو خواجہ صاحب نے تبسم فرمایا لوگوں نے دریافت کیا حضرت اس دودھ کے پیالے کا کیا راز ہے؟ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے جو پیالہ بھائی شرف الدین بوعلی قلندر کے پاس بھیجا تھا، اس کا یہ مطلب تھا کہ یہاں کی ولایت تمام وکمال مجھے عطا ہو گئی ہے، بھائی شرف الدین نے اس پیالہ میں پھول ڈال کر بھیجا، اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے آپ کی ولایت سے کوئی سروکار نہیں جس طرح دودھ میں پھول ہے یہی پوزیشن آپ کی ولایت میں میری ہے۔

پانی پت میں قیام اور رجوع خلائق

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب وسطِ شہر میں اقامت گزیں ہو گئے، مرجوعِ خلائق بن گئے، ہزارہا بندگانِ خدا سلسلۂ ارادت میں داخل ہو کر فائز المرام ہو گئے۔

حضرت خواجہ صاحب اور حضرت قلندر صاحب کا رابطہ محبت

پانی پت میں حضرت خواجہ صاحب کے قیام کے بعد حضرت قلندر صاحب جتنے عرصہ حیات رہے

دونوں بزرگوں میں رابطۂ اتحاد رہا، باہمی ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں، ایک روز کا واقعہ ہے خواجہ صاحب نے اپنے کسی خادم کو قلندر صاحب کی خدمت میں بھیجا، حضرت مخدوم صاحب شیر کی شکل میں بیٹھے تھے۔ خادم نے واپس آکر عرض کیا حضرت وہ تو شیر بنے بیٹھے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا، اب جاکر دیکھ، اگر وہ اب بھی شیر کی شکل میں بیٹھے ہوں تو ان سے میرا سلام کہہ کر عرض کرنا کہ "شیر کے رہنے کا مقام جنگل ہے"۔ خادم نے حضرت قلندر صاحب سے یہی عرض کیا، آپ اسی وقت وہاں سے اٹھ کر شہر سے کچھ دور بصورت مذکور جا بیٹھے۔

حضرت شیخ جلال الدینؒ کبیر الاولیاء کو عطائے خلافت

آخر عمر میں آپ نے حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاءؒ کو اپنا جانشین بنا کر خرقۂ خلافت عطا فرما دیا۔

۱۹ شعبان ۷۲۴ھ بروز چہار شنبہ سلطان علاؤ الدین سکندر ثانی کے عہدِ سلطنت میں وفات پائی، مزارِ مبارک پانی پت میں مرجع خلائق خواص و عوام ہے۔

امام الاتقیا حضرت خواجہ محمد جلال الدین کبیر الاولیا پانی پتیؒ

اسم مبارک محمدؒ۔ خطاب جلال الدین و کبیر الاولیا ہے، آپ امیر المومنین سیدنا حضرت عثمانِ غنی رضؓ کی اولادِ امجاد میں سے تھے، آپ کا نسب مبارک یہ ہے۔

حضرت خواجہ محمد جلال الدین کبیر الاولیا ابن خواجہ محمود پانی پتی گازرونی بن خواجہ یعقوب بن خواجہ عیسیٰ بن خواجہ اسمٰعیل بن خواجہ محمد بن خواجہ ابی بکر، بن خواجہ علی، بن خواجہ عثمان بن خواجہ عبد اللہ بن خواجہ عبد الرحمٰن ثانی بن خواجہ عبد العزیز بن خواجہ خالد بن حضرت عمر بن حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ۔

آپ مادرزاد ولی تھے، اس قدر ریاضات و مجاہدات کئے تھے کہ نفس امارہ بھوک پیاس کی شدت کی تاب نہ لاکر بصورت موہوم جسم مبارک سے علیحدہ ہو گیا تھا مریدوں کی تربیت میں آپ کو وہ خاص قوت حاصل تھی کہ ایک ہی نظر میں زاویۂ ناسوت کے بیٹھنے والے کو لاہوت اور جبروت کا مشاہدہ کرا کر عالم بے رنگی کا آشنا بنا دیتے تھے۔

آپ عہدِ طفلی میں ہی یتیم ہو گئے تھے، پرورش چچا نے کی۔ ایام طفلی میں ہی آپ پر محبت حق سبحانہٗ اس درجہ غالب تھی کہ آپ اکثر صحرا میں تشریف لے جا کر حق تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت شرف الدین بوعلی قلندرؒ کو آپ سے

اس درجہ محبت تھی کہ بنا دیکھے آپ کو قرار نہ آتا تھا۔ حضرت قلندر صاحب روزانہ آپ کو دیکھنے کے لئے تشریف لاتے تھے، اگر کسی روز اتفاقاً نہ ملتے تو ڈھونڈھتے بھالتے اس جگہ پہنچ جاتے تھے جہاں آپ موجود ہوتے تھے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت قلندر صاحب ایک دیوار پر بیٹھے ہوئے تھے، آپ گھوڑے پر سوار اُدھر سے گذرے، حضرت قلندر صاحب کی نظر جیسے ہی آپ پر پڑی آپ کی زبانِ مبارک سے نکلا " زہے اسپ وزہے سوار "۔ یہ الفاظ قلندر صاحب کی زبانِ مبارک سے برآمد ہوئے، اُن کی حالت غیر ہو گئی اور بدحواس ہو کر نیچے گر پڑے، ہوش آیا تو گریبان چاک کر کے جنگل کی راہ لی، ۱۴ برس تک سفر میں رہے، دو مرتبہ حج بیت اللہ کے لئے عازم مکہ ہوئے، دورانِ سفر میں بہت سے مشائخ کی صحبتِ فیض اثر سے نعمت ہائے بے اندازہ حاصل کیں۔

واپسی میں آپ چند قلندروں کے ہمراہ ہانسی تشریف لائے۔ اُس وقت شیخ المشائخ حضرت شیخ جمال الدین قطب عالم حیات تھے، اُن کو غیبی بشارت ہوئی کہ جلد آپ سے مل کر دُعا کی درخواست کریں تاکہ آپ کی دُعا کی برکت سے ٹوٹا ہوا سلسلہ جاری ہو حضرت قطب عالم نے ایک خادم اُن کے پاس بھیجا، فرمایا تم ان کو میرا سلام پہنچاؤ، اور اُن کو معہ ہمراہیوں کے میرے پاس لے آؤ۔ خادم نے حضرت قطب عالم کا پیغام پہنچایا۔ قلندر اپنے سامان کی حفاظت کے لئے حضرت کبیر الاولیا کو بٹھا کر قطبِ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت قطب عالم چشم براہ تھے، عالم مراقبہ میں جو صاحب آپ کو دکھائے گئے تھے وہ اُن میں موجود نہ تھے حضرت قطب عالم نے قلندروں سے دریافت فرمایا کہ کوئی شخص تمہاری جماعت میں سے باقی

رہ گیا ہے ، قلندروں نے جواب دیا، ہاں ایک جوانِ صالح صاحبِ دیانت سامان کی حفاظت کے لئے چھوڑ آئے ہیں حضرت قطبِ عالم نے خادم کے ذریعہ آپ کو بھی بلالیا جب آپ تشریف لائے حضرت قطب عالم نے آپ کا استقبال کیا، صدر مجلس پر بٹھایا اور خاطر تواضع سے پیش آئے، بعد ازاں ساری کیفیت اپنا سلسلہ ٹوٹنے کی سنائی اور یہ بھی فرمایا کہ حضرت بابا صاحبؒ نے بشارت دی تھی کہ تیرا سلسلہ مخدوم صابر کے سلسلہ کے شیخ جلال پانی پتی کی دعا سے جاری ہوگا ، سو آپ دعا فرمائیے حضرت کبیر الاولیاؒ نے دعا فرمائی، آپ کی دعا کی برکت سے حضرت قطب عالم کا سلسلہ اُن کے صاحبزادے شیخ نورالدین سے جاری ہوا ۔

حضرت کبیرالاولیاء کے ولولۂ محبت اور مستی کا یہ عالم تھا کہ آپ ہرگز اپنے وطن مالوف کی طرف جانا نہیں چاہتے تھے حضرت قطب عالم نے بہت ہی کوششوں سے آپ کو قلندروں کی صحبت سے علیحدہ کیا اور کچھ عرصہ اپنے ہاں مہمان رکھا اور فرمایا آپ محبوبِ خدا ہیں، آپ کے لئے اس طرح سرگرداں پھرنا مناسب نہیں، آپ اپنے وطن تشریف لے آئیں، وہاں عنقریب ایک مردِ صاحبِ کمال پہنچنے والا ہے اُسی کی خدمت سے آپ کو دلی مقصد حاصل ہوگا۔ الحاصل حضرت کبیرالاولیاء حضرت قطب العالم کے سمجھانے سے وطنِ مالوف یعنی پانی پت پہنچکر رہنے لگے، کچھ دنوں بعد حضرت کبیرالاولیا نے حضرت قلندر صاحب سے عرض کیا ہے آپ ہی میری رہنمائی طریقت فرمائیں قلندر صاحب نے فرمایا تمہارا کام . . . . جس مردِ بزرگ سے ہوگا وہ آج کل ہی میں پانی پت آنے والا ہے، چنانچہ ایک دو دن بعد شمس الاولیا حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی تشریف لائے ۔ مرید ہوکر پیرِ دستگیر کی خدمت

بس رہ کر ریاضات اور مجاہدات کرتے رہے، جب مرتبہ کمال کو پہنچ گئے تو حضرت خواجہ صاحب نے آپ کو خلافت عطا فرمائی اور اسم اعظم تلقین فرمایا اور بجائے فرزند کے آپ کو سجادہ نشین خانقاہ مقرر فرمایا۔ حق تبارک و تعالیٰ نے آپ کو وہ قوت اور قدرت عطا فرمائی تھی کہ . . . . آپ طرفۃ العین میں دور سے دور مقام پر پہنچ جاتے تھے۔ اور واپس چلے آتے تھے، چنانچہ آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ اکثر جمعہ کی نماز خانۂ کعبہ میں ادا فرمایا کرتے تھے۔

آپ بڑے عابد و زاہد تھے، صحرا نوردی کا بہت شوق تھا، اکثر صحرا میں جا کر یادِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ شکار کے بے حد شوقین تھے دس دس روز بلکہ ایک ایک مہینہ تک شکار میں بسر فرماتے تھے۔

جود و سخا کا یہ عالم تھا کہ ایک ہزار آدمی روزانہ آپ کے دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے اگر کبھی اس مقدار مقررہ میں کمی ہوتی تو آپ کے خادم گلی کوچوں اور بازار سے آدمیوں کو لا کر پوری کرتے تھے، اس جود و سخا کے باوجود آپ کے ہاں کسی چیز کی کمی نہ تھی، لیکن اس کے باوجود آپ اور آپ کے گھر والے، اکثر فاقہ سے رہتے تھے، بے سر و سامانی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے مکان میں ایک دن کی خوراک بھی موجود نہ رہتی تھی۔

حضرت کبیر الاولیا سماع سنا کرتے تھے، آپ مشائخ کا عرس بھی کیا کرتے تھے اس وقت کے تمام علماء اور مشائخ آپ کے معتقد تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر روحانی نعمتوں سے مالا مال ہو کر جاتے تھے۔

آخر عمر میں آپ کا استغراق اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ ہر وقت عالم استغراق میں رہتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو خادم آپ کے گوشِ مبارک میں تین بار حق حق حق

کی آواز بلند کرتے آپ ہوش میں آجاتے، تازہ وضو کر کے نماز ادا فرماتے اور پھر وہی کیفیت استغراق ہو جاتی۔

آپ کے ۵ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں، آپ کے مرید اور خلفاء بہت تھے۔ آپ کے خلفاء میں تین بزرگ تمام خلفاء میں افضل و اکمل شمار کئے گئے ہیں۔

(۱) حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولویؒ

(۲) حضرت شیخ نظام سنامیؒ

(۳) حضرت مخدوم شیخ بہرام بیرولویؒ

حجت الاولیاء حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی احمد اور خطاب اقدس عبدالحق ہے، امیرالمومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولادِ امجاد میں سے تھے، آپ کے والدِ ماجد کا اسم گرامی شیخ عمر بن شیخ داؤد قدس سرہٗ تھا، آپ مرید اور خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔

حضرت شیخ صاحب مادرزاد ولی تھے صاحبِ ذوق وشوق وسکر وحالت وفقر و تجرید تھے، نظرِ موثر اور صاحبِ تصرف تھے، قہر و لطف سے جو فرما دیتے تھے یا جو خیال مبارک میں آتا تھا اسی وقت اس کا ظہور و وقوع میں آجاتا تھا۔

آبائے کرام

آپ کے جد امجد بلخ کے رہنے والے تھے جس وقت ہلاکو خاں نے بلخ بخارا وغیرہ کو تاراج کیا تھا مع چند متوسلین کے ہندوستان آگئے تھے۔ سلطان علاؤ الدین خلجی کا عہدِ حکومت تھا سلطان موصوف نے اودھ میں وجہ معیشت قائم کردی اور قصبہ ردولی میں سکونت پذیر ہوگئے۔

آپ کے جدّ امجد بڑے صاحبِ کمال تھے حضرت خواجہ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے مرید تھے مزارِ مبارک قصبہ ردولی میں ہے۔

ایامِ شیرخوارگی میں آسمان کی طرف پرواز

تحفۃ المتقین میں ہے کہ حضرت شیخ صاحب ایک روز دایہ کی گود سے جانب آسمان پرواز کر کے آفتاب کے قریب پہنچ گئے۔ دایہ یہ حال دیکھ کر سہم گئی اور آپ کی

جُدائی سے زار زار رونے لگی، کچھ دیر بعد آپ خود بخود دایہ کی گود میں آگئے اور دایہ سے کچھ فرمایا مگر وہ آپ کی بات نہ سمجھ سکی۔

عہدِ طفلی میں یادِ الٰہی

جب آپ کی عمر سات سال ہوگئی تو جس وقت آپ کی والدہ تہجد کے لئے اُٹھتیں تو آپ بھی چپکے سے اُٹھ کر کسی گوشہ میں کھڑے ہو کر نماز میں مشغول ہوجاتے اور اللہ اللہ کرنے لگتے تھے۔ والدہ ماجدہ فرماتیں تم بچے ہو ابھی تمہارے اوپر نماز و عبادت فرض نہیں، نفل عبادت کے لئے اس قدر مشقت کیوں برداشت کرتے ہو حضرت کے دل پر چونکہ محبتِ الٰہی غالب تھی، اسلئے والدہ کا کہنا آپ کو گوارا خاطر نہ ہوا سفر کے ارادہ سے حق تعالیٰ کی طلب میں دیوانہ وار کھڑے ہوگئے۔

حضرت شیخ صاحب کا سفرِ دہلی

بارہ سال کا سِن تھا آپ ردولی سے روانہ ہو کر اپنے بڑے بھائی شیخ تقی الدین کے پاس دہلی آگئے اور اُن سے تحصیل علوم ظاہریہ کی خواہش ظاہر کی۔ شیخ تقی الدین نے آپ کو پڑھانا شروع کیا، بھائی صاحب جو کچھ پڑھاتے شیخ صاحب نہ پڑھتے، بلکہ فرماتے آپ مجھے علومِ معرفت کی تعلیم دیجئے۔ شیخ تقی الدین صاحب آپ کو دہلی کے ایک بہت بڑے عالم کے پاس لے گئے اور اُن سے کہا کہ یہ میرا چھوٹا بھائی تحصیل علم کا شائق ہے۔ مگر میں جب کچھ پڑھاتا ہوں تو نہیں پڑھتا، آپ ذرا سمجھادیں اور کچھ پڑھادیں چنانچہ آپ کے سامنے کتاب رکھ کر پڑھانا شروع کیا تو آپ نے فرمایا مجھے اس علم سے کوئی غرض نہیں مجھے تو حق تعالیٰ کی معرفت کا علم پڑھاؤ، اور یہ شعر پڑھاؤ۔

مخدوما عمر بخواندن میزان گزشت   صرف مگر روزِ قیامت خواہی کرد

اُستاد موصوف اور تمام حاضرین یہ شعر سُن کر زار زار رونے لگے اور کہنے لگے السعید من سعد فی بطن اُمہ۔ اور شیخ تقی الدین سے فرمایا کہ اس لڑکے کو پڑھانے کا خیال ترک کر دو، یہ تمام علوم میں کامل ہے

بھاوج کی بھائی صاحب سے شکایت

ایک روز حضرت شیخ صاحب نے اپنی بھاوج سے شکایت کی دیکھیں بھائی صاحب سے بار بار کہتا ہوں آپ مجھے تعلیم دیجئے مگر وہ کچھ پروا نہیں کرتے، آپ کی بھاوج نے آپ کے بھائی صاحب سے کہا تم اپنے چھوٹے بھائی کو کیوں نہیں پڑھاتے اگر تم نہ پڑھاؤ گے تو اور کون پڑھائے گا۔ بڑے بھائی صاحب نے جواب دیا میں کس کو تعلیم دوں وہ تو حق تعالیٰ کی طلب میں دیوانہ ہے، اُسے اپنی خبر تک نہیں۔ یہ کہہ کر آپ کو بلایا اور اپنی انگشتری آپ کے حوالے کرتے ہوئے ہدایت کی کہ اس کو حفاظت سے رکھنا۔ آپ نے اس انگشتری کو مکان کے صحن میں دفن کر دیا، کچھ دیر بعد بڑے بھائی صاحب نے انگوٹھی طلب کی تو آپ نے فرمایا مجھے علم نہیں۔ شیخ تقی الدین نے کہا، میں نے ابھی تمہیں انگوٹھی دی تھی، تم نے مکان کے صحن میں دفن نہیں کی، آپ نے جواب دیا مجھے علم نہیں، اگر میں نے دفن کر دی ہے تو آپ جاکر نکال لیں۔ شیخ تقی الدین نے اپنی بیوی سے کہا، دیکھا جسے چند منٹ کی بات یاد نہیں رہی وہ علم پڑھے گا ؟ وہ تو ایسے علم میں مستغرق ہے کہ اُسے دوسرے علوم کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔

شادی کرنے سے انکار

جب آپ جوان ہو گئے تو شیخ تقی الدین نے آپ کی شادی کرنی چاہی، ایک جگہ رشتہ کی بات چیت بھی ہوئی مگر آپ نے وہاں جاکر کہہ دیا کہ میں شادی کرنا نہیں چاہتا مجھے اپنی لڑکی نہ دو۔

دِلّی سے روانگی اور پیر کی تلاش

اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد آپ پیر کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے، گھومتے پھرتے پانی پت پہنچکر شیخ المشائخ حضرت خواجہ جلال الدین کبیرالاولیاء کی خدمتِ اقدس میں پہنچکر قدمبوس ہوتے حضرت شیخ نے آپ کا بہت اکرام واعزاز کیا اور شرفِ ارادت سے شرف اندوز فرماکر اپنی کلاہ عطا فرمائی۔

پیر بھائی کے ہاں دعوت

قطب العالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ نے انوار العیون میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کبیرالاولیا کے ایک مرید نے آپ کو دعوت پر مدعو کیا، آپ دسترخوان پر بیٹھے تو انواع واقسام کے کھانوں کے علاوہ بعض ممنوعاتِ شرعیہ بھی دسترخوان پر دیکھے، آپ کی نظر جونہی ماکولات و مشروبات پر پڑی آپ غصہ کی حالت میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور اسی حالتِ جلال میں حضرت خواجہ کبیرالاولیا کی خدمت میں آکر کلاہ عطیہ واپس کردی۔

شہر سے باہر نکلتے ہی راستہ بھول گئے حیران و پریشان پھرنے لگے، مگر راستہ نہ مل سکا، مجبور ہوکر ایک درخت پر چڑھ کر بیٹھ گئے، تھوڑی دیر بعد دو آدمی ادھر سے گذرے تو آپ اُنھیں دیکھتے ہی درخت سے اُتر آئے اور ان لوگوں سے راستہ دریافت کیا، اُنھوں نے جواب دیا کہ راستہ تو تم حضرت شیخ کے دروازے پر چھوڑ آئے، آپ نے پوچھا کیا واقعی یہی بات ہے، اُنھوں نے جواب دیا ہاں اور یہ کہہ کر وہ دونوں آدمی غائب ہوگئے۔ آپ نے خیال کیا کہ میں غلط راستہ پر تھا، یہ دونوں خدا تعالیٰ کی طرف سے میری ہدایت کے لئے آئے تھے۔

آپ اسی وقت توبہ واستغفار کرکے لوٹے تو اپنے کو حضرت شیخ کبیرالاولیاء کے

آستانہ پر موجود پایا، حضرت خواجہ اس وقت دروازے پر کھڑے ہوئے تھے دیکھتے
ہی قدموں پر گر پڑے۔ حضرت شیخ نے خادم کو اشارہ فرمایا اور فوراً کھانے کا خوان کسی قدر
محظورات شرعیہ کے حاضر ہوا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا بسم اللہ کرو۔ آپ کی نظر جونہی کھانے
پر پڑی جمالِ وحدت نظر آیا۔ محویت طاری ہوگئی، زار زار رونے لگے اور اسی حالت میں
محویت میں ایک مدت تک حضرت خواجہ صاحب کی خانقاہ میں بیٹھے روتے رہے۔

حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا۔ احمد ہوش آئی یا نہیں، یہاں آ، اور کسی چیز کو
اختیار کر لے، آپ نے عرض کیا حضرت مجھے کچھ نہیں معلوم، میں نہیں جانتا، کیا کھاتا
ہوں، کہاں سے کھاتا ہوں اور اب کس چیز سے اعراض کروں، کس چیز کو اختیار کروں
پاک و ناپاک میں کس طرح امتیاز کروں۔ حضرت خواجہ صاحب نے اصرار کر کے آپ کو کھانا
کھلایا اور فرمایا اے احمد! حق تعالیٰ پاک ہے، ناپاک کو پاک کرتا ہے اور ناپاک سے
ہمیشہ پاک رکھتا ہے۔ تو حضرت اقدس سبحانہٗ جل شانہٗ کی طرف متوجہ ہو اور متوکل ہو کر
پاک رہ اور اپنے آپ کو اور اپنے حال کو ناپاک سے پاک رکھو اور سوائے خدائے پاک کے
کسی طرف توجہ نہ کرو اس وقت ہی تمہیں معلوم ہوگا کہ دونوں جہان میں سوائے اس کی
ذاتِ پاک کے اور کچھ نہیں، حضرت خواجہ صاحب کے کلامِ معجز نظام سے آپ سکون و اطمینانِ
قلب ہوگیا۔

اسم مبارک عبدالحق کی وجہ تسمیہ

سیر الاقطاب میں ہے کہ حضرت عبدالحق کے نام سے
اس وجہ سے موسوم ہوئے کہ آپ اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے
بہ آوازِ بلند حق حق حق فرمایا کرتے تھے اسلئے حضرت خواجہ
کبیر الاولیاء نے بحکمِ رب العزت آپ کا نام عبدالحق رکھ دیا اور فرمایا اے احمد عبدالحق میرا

سلسلہ تجھ سے جاری ہوگا، اور تیرے نورِ ہدایت سے عالم منور اور معمور ہوگا۔

شوقِ سیر و سیاحت حضرت شاہ احمد عبدالحق صاحب زیادہ عرصہ تک حضرت خواجہ کبیر الاولیاء کی خدمت میں حاضر نہ رہے بلکہ حق تعالیٰ کی طلب میں ملک در ملک شہر در شہر پھرتے رہے، بہت سے بزرگوں سے ملاقات کی۔

جس وقت حضرت خواجہ کبیر الاولیا کا وصال ہوا، آپ اس وقت بھی سیر و سیاحت میں تھے۔ حضرت خواجہؒ نے بوقت وصال اپنے فرزندوں کو وصیت کی کہ تمہاری دستگیری کو شیخ احمد عبدالحق کافی ہے اور اپنا خرقہ حضرت شیخ شبلیؒ (صاحبزادہ کا نام) کو دیکر وصیت فرمائی کہ یہ امانت شیخ عبدالحق کی ہے۔ وہ جب آئیں ان کو پہنچا دینا۔

حضرت شیخ صاحب کی واپسی پانی پت حضرت خواجہ کبیر الاولیا کے وصال کے کچھ عرصہ بعد آپ پانی پت واپس تشریف لائے اور مرشد زادوں کو تعلیم و تربیت دے کر مرتبہ تکمیل کو پہنچایا، اور خرقہ اپنے پیرِ دستگیر کا شیخ شبلی سے لے کر زیبِ جسم مبارک فرمایا اور پھر اپنی طرف سے شیخ شبلی کو عطا کر کے مراجعت فرمائے وطن (ردولی شریف) ہوئے۔

ردولی پہنچکر حضرت شیخ صلاح درویش کے مزارِ مبارک پر حاضر ہوئے (حضرت شیخ صاحب ردولی کے شاہِ ولایت تھے) فاتحہ پڑھ کر رہنے کی اجازت حاصل کی اور مسندِ ارشاد پر متمکن ہو کر ہدایت فرمائے زمن ہوئے۔

ریاضت و مجاہدات حضرت شیخ عبدالحق صاحب نے اس قدر ریاضات اور مجاہدات کئے کہ شاید ہی کسی دوسرے شخص نے کئے ہوں تیس برس کا مل تکیہ پر سر نہ رکھا اور تمام عمر ایک خرقہ میں گذار دی۔ خرقہ مبارک جس جگہ سے

پھٹ جاتا تھا پیوند لگا لیتے تھے، حق تعالیٰ کی طلب کا جذبہ آپ میں اس درجہ غلبہ رکھتا تھا کہ دریائے وحدت کا پانی نوش فرمانے کے بعد بھی آپ کی روحانی تشنگی نہ بجھی تھی، ہر آن ھل من مزید کا نعرہ بلند کرتے تھے جس مقصود کی طلب تھی اس کے واسطے ہر وقت بے صبر و بے قرار رہتے تھے۔ اور بار بار یوں فرمایا کرتے تھے

مقابر اور بیابان میں

اے احمد تو نے پچاس برس کی عمر گذاری، تمام عالم کی سیاحت کی مگر اب تک منزل مقصود تک رسائی نہ ہو سکی۔ آخر دل میں یہ بات آئی کہ اب شاہد مقصود زندوں سے ہاتھ نہ آئے گا۔ البتہ مُردوں کی صحبت سے ہی اس عالم جانفزا کی بو نصیب ہو گی کئی سال تک مقابر و بیابان میں یَا هَادِی یَا هَادِی کہتے پھرے۔

حضرت صاحب نوشہ بحالت حیات قبر میں

پھر آپ کو خیال آیا کہ اب اپنے آپ کو جیتے جی مردہ بنا کر گوشۂ قبر اختیار کرنا چاہیئے۔ یہ عالم قابلِ رہائش نہیں اس سے کنارہ کش ہو کر اس عالم میں چلنا چاہیئے جو کیفیت اور کمیت سے بالکل پاک اور مبرا ہو اور جہاں پہنچکر اپنی بھی خبر نہ رہے۔ یہ سوچ کر ایک قبر کھدوا کر آپ اس میں جا بیٹھے، اور مثل مُردوں کے دفن ہو کر دُنیا سے کنارہ کش ہو گئے۔ چھ مہینے تک قبر میں بیٹھے بیٹھے اللہ اللہ کرتے رہے، چھ ماہ بعد قبر خود شق ہو گئی جسم مبارک میں صرف سانس ہی سانس تھا خدام نے آپ کو لحافوں میں لپیٹ کر باہر نکالا۔

یہ بھی منقول ہے کہ آپ ۹ مہینے تک ایسے دریا میں رہے جس میں ہر وقت موجیں آتی رہتی تھیں، دریائی جانور آپ کی حفاظت کرتے تھے۔ ۹ مہینے بعد حضور

سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مولی علی کرم اللہ وجہہٗ حضرت امام حسن و حسین علیہما السّلام تشریف لائے اور آپ کو دریا سے نکال کر خوشخبری سُنائی۔ اے احمد! تیری عبادت حق تعالیٰ کی درگاہِ پاک میں قبول ہوگئی اور تجھے زمرۂ محبوباں میں شامل کر دیا گیا۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہٗ نے بحکم سرورِ کائنات صلعم آپ کو دعائے حیدری تعلیم فرمائی جو آج تک اس خاندان میں معمول ہے۔

دُنیا و اہلِ دُنیا سے نفرت آپ کو دُنیا اور دُنیا والوں سے سخت نفرت تھی اگر کوئی شخص آپ کے سامنے دُنیا یا دُنیا والوں کا تذکرہ کرتا تو آپ کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا، اسی وجہ سے کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ آپ کے حضور میں کوئی شخص دُنیا کی بات کر سکے۔

توکل و استغناء توکل و استغناء کا یہ عالم تھا کہ ایک بار قاضی رضی سلطان ابراہیم سے چار گاؤں اور ہزار بیگہ زمین قصبۂ ردولی کا فرمان لکھا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض گزار ہوئے کہ سلطان نے چار گاؤں اور ہزار بیگہ زمین حضرت کے صاحبزادوں کے لئے وقف کی ہے۔ یہ سلطان کا فرمان ہے۔ حضرت نے فرمایا قاضی کلمہ پڑھو تم کافر ہو گئے۔ قاضی نے تعجب سے عرض کیا حضرت میں نے کونسا کلمہ کفر کہا جس کی بنا پر حضور ایسا فرماتے ہیں۔ فرمایا کیوں یہ کفر کی بات نہیں کہ تم اور ابراہیم دونوں خدا بنے جاتے ہو اور رزق دینے کا وعدہ کرتے ہو، میاں جو خدا ابراہیم اور اُس کے ہاتھی گھوڑوں کو اور تمہیں تمہارے خدمتگاروں اور متعلقین کو رزق دیتا ہے وہ اس فقیر کے فرزندوں کو رزق نہ دے گا، جاؤ یہ فرمان لے جاؤ مجھے اس عطیہ کی ضرورت نہیں۔

حالتِ ذوق وشوق آپ اکثر حالتِ ذوق وشوق میں یہ اشعار پڑھا کرتے تھے ؎

سحنے شکستہ از ہمہ عالم برائے یار

آرے برائے یار دو عالم تواں شکست

بسا اوقات ذوق وشوق میں یہ مصرعہ بھی زبانِ مبارک پر لاتے تھے۔

چترِ شاہی برسرِ طفلان ماست

شوقِ سماع آپ کو سماع کا بہت شوق تھا، حالتِ سماع میں سوزشِ باطنی یہاں تک بڑھ گئی تھی کہ کوئی آپ کے ملبوسِ مبارک کو جسم پر نہ رکھ سکتا تھا، آپ حالتِ سماع میں دونوں آنکھیں اوپر کو بلند رکھتے تھے، کبھی رونے لگتے تھے، کبھی ہنس پڑتے تھے، ایک روز کسی شخص نے رونے ہنسنے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جب اہلِ سماع ذاتِ باری عزّ اسمہٗ کو صفاتِ جمال کے ساتھ اور لطف وعنایتِ بے کراں کا مشاہدہ کرتا ہے تو چہرے پر آثارِ بشاشت نمودار ہو جاتے ہیں، تبسم نمودار ہوتا ہے، اور جب صفت جلال کے ساتھ مشاہدہ کرتا ہے تو خوف وہراس سے چہرے کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے اور رونے لگتا ہے۔

عالمِ محویّت آپ کے عالمِ محویت کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی رشتہ دار یا ہمسایہ جس سے آپ بخوبی آشنا ہوتے، آپکے پاس آتا تو آپ اس سے دریافت کرتے میاں تم کون ہو، تمہارا کیا نام ہے، تمہارے باپ دادا کون تھے، ان سوالوں کا جواب سننے کے بعد آپ فرماتے آہا تم فلاں صاحب ہو، پھر عالمِ محویت میں غرق ہو جاتے پھر جب ہوش میں آتے اسی طرح دریافت کرتے تھے۔

دُنیا ومافیہا سے اس قدر بے خبری اور استغراق کی یہ کیفیت تھی کہ آپ مشاہدۂ حق میں غرق رہتے تھے، بجز مخصوص اوقات یا حالات کے چشمِ حق بیں مشاہدہ اور مراقبہ سے نہ کھولتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوجاتا تو خادم بہ آوازِ بلند تین دفعہ حق حق حق بہ آوازِ بلند کہتا تو آپ کھول دیتے اور دریافت فرماتے کیا کہتے ہو۔ خادم عرض کرتا ہے حضور نماز کا وقت ہوگیا ہے۔

حضرت شاہ صاحب نمازِ جمعہ کے لئے جامع مسجد اس شان سے تشریف لے جاتے تھے کہ خادم آگے آگے حق حق حق پکارتا جاتا تھا۔ حضرت اسی آواز پر قدم اُٹھاتے چلتے تھے، اور اگر خادم خاموش ہوجاتا تو آپ وہیں کھڑے ہوجاتے اور عالمِ پریشانی میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگتے۔ ؎

مامستِ الستیم کہ از خود خبرے نہ
جز کوئے خرابات دگر شتو گذرے نہ

ہمارے مُریدوں پر آتشِ دوزخ حرام ہے

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ نے انوارالعیون میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہمارے مریدوں میں داخل ہوکر ہمارے طریقہ پر چلے گا اُس پر آتشِ دوزخ حرام ہے

مونس العارفین میں حضرت کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ آپ نے ایک روز مجمع عام میں فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے ان لوگوں کی فہرست عنایت فرمائی ہے جو مجھ سے مُرید ہونگے اور یہ بھی فرمایا کہ قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی میری حمایت مُریدوں کے حق میں ایسی ہے جیسے آسمان زمین کے اوپر ہے، جب تک میرے دوست اور مرید جنت میں داخل نہ

ہو جائیں گے میں ہرگز جنت میں نہ جاؤں گا۔ اور اگر میرا مرید مشرق میں ہو اور میں مغرب میں ہوں اس کو ضرر نہ پہنچنے دونگا۔

ملک الموت میری روح قبض کرنے کا مجاز نہیں حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ نے انوار العیون میں لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ میں اپنی جان کا مالک ہوں، ملک الموت میری مرضی کے بغیر روح قبض کرنے کا مجاز نہیں، اگر میں چاہوں مرجاؤں چاہوں تو ابدالآباد تک قایم رہوں۔

زمانۂ وفات کے قریب ایک روز آپ کی اہلیہ نے فرمایا کہ خدا کی طرف سے مجھے چند بار موت کا پیام آچکا ہے مگر میں عرض کر دیتا ہوں کہ میرا ایک ہی لڑکا ہے جب تک میں اُس کی شادی نہ کر لوں کیسے آؤں، مگر اب تقاضا شدید ہے، شادی کا فکر کرنا چاہیئے چند روز بعد اپنے صاحبزادے عارف احمد کی شادی شیخ نور الدین کی صاحبزادی سے کر دی۔

کرامات

مُردے زندہ کر دیئے مونس العارفین میں حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی نے لکھا ہے کہ آپ نے چند بار کئی آدمیوں کو قُم باذن اللہ کہہ کر زندہ کر دیا تمام عالم میں شور اور تہلکہ مچ گیا، آپ ردولی سے روپوش ہو کر بھکر میں آ گئے اور آئندہ اس کام سے توبہ کر لی۔

بارات نظرِ جلال سے نذرِ آتش ایک روز آپ بادۂ وحدت سے مست و سرشار ہو کر بیٹھے ہوئے تھے، سامنے سے ایک بارات گذری، اتفاقاً آپ

کی نظرِ جلال بارات پر جا پڑی، سب کے سب جل بھن کر تودہ خاک ہو گئے، کچھ دیر بعد جب کیفیتِ جلال جمال سے تبدیل ہوئی تو آپ نے اس خاک پر نظرِ جمال ڈالی سب باراتی اُسی وقت زندہ ہو گئے۔

دیوار مثل گھوڑے کے چلنے لگی ایک روز آپ ایک دیوار پر بیٹھے ہوئے تھے، ادھر سے شیخ جمال گوجری گھوڑے پر سوار گذرے، اور آپ کو دیکھ کر کہنے لگے، دیوار پر سوار ہونے سے کیا فائدہ، دیوار کو چلاؤ، آپ نے دیوار کو اشارہ کیا وہ گھوڑے کی طرح چلنے لگی، پھر آپ نے شیخ جمال سے فرمایا، اچھا تم بھی اپنے گھوڑے کو چلاؤ، شیخ جمال نے اپنا گھوڑا چلانے کی بہت کوشش کی، لیکن وہ گھوڑے کو ایک قدم بھی نہ چلا سکے۔

حضرت خواجہ اسحٰق گازرونی کا چراغ ایک روز آپ نے ارشاد فرمایا کہ گازرونی میں حضرت خواجہ اسحٰق گازرونی کا چراغ جلتا ہے اور قیامت تک جلتا رہیگا میں بھی ایک دیگ پکاتا ہوں قیامت تک لوگ اسے کھائینگے اور اس میں کمی نہ ہوگی چنانچہ آپ نے راستہ پر ایک دیگ پکا کر رکھ دی، مخلوقِ خدا کھاتی رہی مگر اس میں کوئی کمی نہ ہوئی، تیسرے روز آپ نے فرمایا اس بات سے تو میری شہرت ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ رزاق ہے وہ جانے اور اس کی مخلوق۔ تو کیوں اس درمیان میں پڑا۔ یہ فرما کر آپ نے دیگ زمین پر ٹپک دی۔ پارہ پارہ ہو گئی۔

حضرت کی کشف و کرامت کے واقعات بے شمار ہیں، تفصیلات کے لئے ایک دفتر درکار ہے

خلافت اور وفات۔ آخر عمر میں آپ نے فرزندِ دل بند حضرت شیخ احمد عارف

رضی اللہ عنہ کو خرقہ خلافت عطا فرما کر خلیفہ اعظم اور اپنا جانشین مقرر فرمایا۔

حضرت شاہ صاحب نے ۱۵ جمادی الثانی ۸۳۶ھ کو بروز دوشنبہ سلطان مبارک شاہ کے عہد سلطنت میں وصال فرمایا، مزار پر انوار قصبہ ردولی شریف میں زیارت گاہ خلائق ہے

سیر الاقطاب میں ہے کہ اعتقاد اور صدق نیت سے ہر مہم، حاجت اور مشکل کے لئے حضرت شیخ العالم کے توشہ کی نذر ماننا قضائے حاجات کے لئے موثر اور مجرب ہے۔

بہتر یہ ہے کہ حاجت برآنے سے پہلے نذر ادا کر دی جائے، توشہ بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ سوا سیر گیہوں کا آٹا. پاؤ سیر شکر اور پاؤ سیر گھی وزن رائج الوقت سے صحیح طور پر وزن کر کے بہ احتیاط تمام باوضو پاک جگہ روٹی پکائیں اور گھی چپڑ دیں اور اُن کے اوپر شکر ڈال کر حضرت شیخ العالم کی رُوح پُر فتوح پر فاتحہ پڑھیں۔

اگر حضرت شیخ العالم کی اولادِ امجاد میں سے کوئی بزرگ ہوں اُن کی خدمت میں پیش کر دیں، ورنہ حضرت کے سلسلہ کے اُن مریدوں کو کھلادیں جو نماز کے پابند ہوں

اسی طرح حضرت کے اسم مبارک کی تسبیح باوضو ۳۶۰ مرتبہ ایک ہفتہ تک پڑھنا بھی قضائے حاجت کے لئے مجرب ہے تسبیح اس طرح پڑھنی چاہئے۔

اغثنی وامددنی یا شیخ عبدالحق

(سیر الاقطاب)

حضرت شیخ احمد عارف رح

آپ حضرت شیخ عبدالحق ردولوی کے فرزند خلیفۂ اعظم اور سجادہ نشین ہیں ۸۱۹ھ میں پیدا ہوئے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں آپ کی پیدائش کا حال اس طور پر لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق ردولوی قدس سرہٗ کے جو لڑکا پیدا ہوتا زندہ نہ رہتا، ایک روز حضرت کی اہلیہ محترمہ نے آپ سے شکایت کی کیا بات ہے ہمارا کوئی لڑکا زندہ نہیں رہتا، حضرت نے فرمایا، ہاں ہمارے ایک لڑکا اور پیدا ہوگا، مگر شرط یہ ہے کہ تم اس سے کچھ نہ کہو اور اس کی رضا پر راضی رہو، الغرض ایک مدت بعد حضرت شیخ احمد عارف پیدا ہوئے ۔

حضرت شیخ عارف اس درجہ خلیق تھے کہ جو شخص آپ سے عمر بھر میں ایک بار ملاقات کرتا وہ یہی محسوس کرتا کہ آپ میرے ہی ہم مشرب ہیں اور یہی تصور کرتا کہ آپ کو جس قدر الفت و محبت میرے ساتھ ہے اور کسی کے ساتھ نہیں، یہ بات آپ کو کمال ولایت کے سبب حاصل تھی۔

۲۱ شوال ۸۵۹ھ کو بروز دوشنبہ سلطان بہلول لودی کے زمانۂ حکومت میں وفات پائی، مزار مبارک قصبہ ردولی شریف میں ہے ۔

حضرت شیخ محمد رضی اللہ عنہ

آپ فرزند خلیفہ و سجادہ نشین حضرت شیخ احمد عارف رضی اللہ عنہ کے تھے آپ کے علو مرتبت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ قطب العالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ آپ کے مرید تھے۔

آخر عمر میں جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ نے اپنے صاحبزادے شیخ الاولیاء شیخ بڈھا کو طلب فرمایا آپ اس وقت شاہ آباد میں حضرت شیخ عبدالحق گنگوہی کے پاس کسب فضائل میں مصروف تھے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ وہ تو شاہ آباد میں ہیں۔ اسی دوران میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ بہ اشارہ روحِ مبارک حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی شیخ بڈھا کو اپنے ہمراہ لیکر بسرعت تمام ردولی تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ عالمِ نزع میں تھے، آپ کا یہ عالم تھا کہ استغراقِ ذاتِ احدیت میں مستغرق ہو جاتے تھے۔ ہوش میں آکر فرماتے سبحان اللہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی نے کہا ـــ حضرت کیا سمجھا؟ آپ نے فرمایا توحید مطلق کو سمجھا۔ جب مفارقت روح کا وقت قریب آیا اور استغراق کا زیادہ غلبہ ہوا تو حضرت شیخ عبدالحق گنگوہیؒ نے عرض کیا حضرت یہ وقت مردانِ خدا کی ہوشیاری کا ہے، فرمایا تم اس بات سے بالکل بے فکر اور بے غم رہو، اب میرے سینہ میں سوائے ذاتِ حق کے اور کچھ نہیں۔ یہ فرما کر اٹھ بیٹھے اور تمام امانت پیرانِ چشت اور اسم اعظم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے حوالے کیا۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ نے عرض کیا کہ آپ کے بعد میں کیونکر رہوں گا۔ مجھ میں آپ کی جدائی برداشت کرنے کی طاقت نہیں۔ فرمایا، بابا تم کوئی

اندیشہ نہ کرو، تم اولیائے حقانی میں سے ہو، جو مقام و مرتبہ میرا ہے وہی تمہارا ہے، تم جہاں رہو گے میں تمہارے ساتھ ہوں، میں تم سے جدا نہیں، ہاں میرے لڑکے شیخ بڈھا کی تربیت تمہارے ذمہ ہے اگر تم اپنے وطن جانا چاہو تو، شیخ بڈھا کو اسرارِ باطن سے کما حقہٗ واقف کر کے اور نعمتِ پیرانِ چشت اور اپنا نائب اور سجادہ نشین بنا کر جانا۔ یہ وصیت تمام فرمانے کے بعد آپ رحلت فرمائے عالم بقا ہوئے۔

پیر و مرشد کے وصال کے بعد حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی نے پیر و مرشد کی وصیت کی تعمیل کی اور شیخ بڈھا کو اپنا نائب اور جانشین مقرر فرمایا۔

سلطان سکندر لودی کے زمانۂ حکومت میں ۱۲ر شعبان ۸۹۸ھ کو وفات پائی، مزارِ مبارک قصبہ ردولی میں ہے۔

قطب العالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رضی اللہ عنہ

نام و نسب آپ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رح کی اولاد امجاد میں سے تھے آپ کے والد بزرگوار کا نام شیخ اسمٰعیل بن قاضی صفی الدین تھا، آپ اگرچہ بظاہر مرید خلیفہ حضرت شیخ محمد رح کے تھے۔ لیکن تعلیم باطنی حضرت شیخ العالم احمد عبد الحق ردولوی کی روح پر فتوح سے ہوئی تھی، سلسلۂ عالیہ قادریہ اور سہروردیہ میں حضرت شیخ درویش محمد بن حضرت قاسم اودھی رض اور سلسلۂ عالیہ چشتیہ گیسو درازیہ میں حضرت میاں شیخ بن حکیم اودھی سے شرف ارادت و خدمت حاصل تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت ۸۶۱ھ میں ہوئی

اوصاف و صفات حضرت قطب العالم پیشوائے اصحاب تصوف اور ولی مادر زاد تھے، ریاضات و عبادات میں یگانۂ روزگار تھے علم و عمل ذوق وحال وجد اور سماع میں حظ وافر رکھتے تھے، آپ کے وجود مسعود سے دریائے فیض ایسا موجزن تھا کہ طالب کو ذراسی توجہ میں عالم ناسوت سے مرتبۂ لاہوت کو پہنچا دیتے تھے، جو شخص حسن عقیدت اور خلوص نیت سے حضرت کی صحبت اختیار کرتا ولی کامل بن جاتا تھا حتیٰ کہ آپ کے یہاں کے دھوبی اور سائیس تک ولی اور صاف باطن تھے۔

حضرت قطب العالم میں صفت جمال و جلال اعتدال کے ساتھ موجود تھی۔

ولادت باسعادت کی پیشینگوئی لطائف قدوسی میں حضرت شیخ رکن الدین

نے لکھا ہے کہ آپ ابھی صلبِ پدر میں ہی تھے کہ اولیائے کاملین نے آپ کی پیدائش اور بزرگی کی پیشین گوئی کی تھی چنانچہ جب شیخ اسمٰعیل (آپ کے پدرِ بزرگوار) بچہ تھے، ایک روز چند بچوں کے ہمراہ شیخ العالم حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی کی زیارت کے لئے گئے بچے باری باری در نیچے میں شیخ العالم کی زیارت کرکے واپس آ جاتے تھے جب شیخ اسمٰعیل کی باری آئی تو حضرت شیخ العالم نے دیکھتے ہی شیخ اسمٰعیل کو بلا کر اپنے پاس بٹھایا، اور اُن کی پشت کو بوسہ دے کر فرمایا میں اس بچہ کی پشت میں ایک بچہ اور دیکھ رہا ہوں جو قطبِ وقت ہوگا، اس کا تمام تر رجوع میری طرف ہوگا، اور میرے برگزیدہ خلفا میں سے ہوگا میری نعمت اسی کو ملے گی۔

ہونہار بروے کے چکنے پات آپ پیدا ہوئے بچپن ہی سے سعادتِ ازلی اور کمالاتِ سرمدی آپ میں ظاہر ہونے لگے، آپ بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے بھی خدا کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ تمام ہمت تفرید و تجرید میں مصروف رہتی تھی، اور کوہ و صحرا نوردی اور حق تعالیٰ کی راہِ طلب میں جان کی بازی لگانے کا خیال ہر وقت پیشِ نظر رہتا تھا، اسی طرح آہستہ آہستہ آپ کا تمام تر رجوع حضرت شیخ العالم کی رُوحِ پُرفتوح کی طرف ہوا چنانچہ حضرت شیخ العالم کی رُوحانیت نے آپ کو مرتبہ کمال کو پہنچایا۔

زمانہ طالب علمی اور خرقہ درویشی ہوش سنبھالتے ہی تحصیلِ علومِ ظاہریہ کے لئے مکتب میں بٹھا دیئے گئے، دن بھر کتابیں پڑھنے میں مشغول رہتے تھے جودت اور ذہنِ رسا کی وجہ سے آپ نے بہت جلدی ترقی کی، اساتذہ خوش تھے، اُستادوں کی شفقت شاملِ حال تھی، کافیہ پڑھنا شروع کیا، بحث منہیات تک پڑھا تھا کہ جذبہ عشق

ربانی اور آتشِ محبت باطن میں برافروختہ ہوئی، یہ فرماتے ہوئے کہ "کافیہ کافی لست" پڑھنا چھوڑ کر خرقۂ درویشی پہن ماسوا سے ترک اختیار کر لیا۔

ترکِ تعلیم اور والدہ کا افسوس جس وقت آپ نے پڑھنا ترک کیا آپ کے والد صاحب انتقال فرما چکے تھے، والدہ حیات تھیں، انھیں اس بات سے سخت صدمہ ہوا کہ بیٹے نے تعلیم ترک کر دی، اور رو کر کہنے لگیں افسوس صد افسوس اگر یہ لڑکا پڑھ لیتا تو اپنے زمانہ کا دانشمند ہوتا۔ والدہ ماجدہ نے اس امر کی شکایت آپ کے ماموں قاضی دانیال سے کی۔ قاضی صاحب اس وقت ردولی کے حاکم اور بڑے صاحبِ حال و کمال تھے۔ قاضی صاحب نے آپ کو اپنے پاس بلا کر سمجھایا اور پڑھنے کی بہت کچھ ترغیب دی اسی دوران میں کسی گانے والی عورت نے کچھ گایا، گانا سنتے ہی عالمِ مستی میں رقص کرنے لگے، قاضی صاحب نے یہ حال دیکھ کر فرمایا بہن اس کے پڑھنے کا کچھ ملال نہ کرو، اسے اللہ تعالیٰ نے کسی اور کام کے لئے پیدا کیا ہے۔

شیخ العالم حضرت شیخ عبدالحق ردولوی کے آستانہ پر لطائف قدسی میں ہے جب سودائے عشق کا غلبہ ہوا اور پڑھنا ترک کر دیا تو آپ ردولی چھوڑ کر چل پڑے، ابھی کچھ دور ہی گئے تھے کہ راہ میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے دریافت کیا بیٹا کہاں جا رہے ہو؟ فرمایا حق تعالیٰ کی طلب میں جا رہا ہوں، انھوں نے فرمایا تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں تم حضرت شیخ عبدالحق کی درگاہ میں حاضر ہو۔ حضرت قطب العالم یہ سنتے ہی واپس ہو گئے اور حضرت شیخ العالم کی درگاہ میں حاضر ہوئے وہاں حضرت شیخ پیارے بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا کہ میں توحید کا طالب علم بن کر آیا ہوں، آپ میری مدد فرمائیے حضرت شیخ پیارے نے آپ کے جذبہ کا حال ملاحظہ فرما کر آپ کے حال پر توجہ و مہربانی فرمائی

اپنی صحبت میں رکھا لیکن تربیت باطنی حضرت شیخ العالم کی رُوح پُر فتوح فرماتی رہی۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ تہجد یا نماز فجر کے وقت حضرت شیخ العالم تشریف لاکر آپ کو بیدار کرتے تھے قطب العالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی کا بیان ہے کہ میں حضرت کی زبانِ مبارک سے حق حق حق کی آواز سن کر ہوشیار ہو جاتا تھا۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن

لطائف قدوسی میں ہے کہ حضرت شیخ محمد صاحب آپ کے ہم سن تھے، اس لئے آپ کی توجہ اُن کی جانب کم تھی، کئی بار خیال آیا کہ کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کر کے کلاہِ مریدی حاصل کریں جس وقت یہ خطرہ دل میں پیدا ہوتا حضرت شیخ العالم کی رُوحِ مبارک ارشاد فرماتے کہ تو میرا ہے خبردار کسی دوسری جگہ کا قصد نہ کرنا حضرت قطب العالم خاموش ہو جاتے جب یہ معاملہ کئی بار پیش آیا تو آپ نے اپنے دل میں کہا کہ بے شک میں آپ ہی کا ہوں، لیکن ظاہر میں تو کسی کا مرید ہونا ضرور ہے۔ اس خیال کے دل میں آتے ہی حضرت شیخ العالم جسم ظاہری کے ساتھ ظاہر ہو کر فرماتے کیا اب بھی تجھے شبہ باقی رہ گیا مجھے مردہ تصور کرتا ہے یہ فرماکر حضرت شیخ العالم نے آپ کو حضرت شیخ محمد کے حوالے کیا، آپ حضرت شیخ محمد کے مرید ہو گئے

حضرت شیخ عبد الستار سہارنپوری (خلیفہ حضرت قطب العالمؒ) نے اپنے ملفوظات میں لکھا ہے کہ جمعرات کے دن حضرت شیخ العالم کے مزارِ مبارک پر مجمع لگا ہوا تھا حضرت قطب العالم چبوترہ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے یکایک مزار اقدس شق ہوا اور حضرت شیخ العالم جسم ظاہری کے ساتھ باہر تشریف لائے اور آپ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا

مرا زندہ پندار چوں خویشتن   من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

یہ دیکھ کر آپ کے جسم مبارک پر لرزہ طاری ہوگیا بے اختیار حضرت قطب العالم کے پائے مبارک پر گر پڑے حضرت شیخ العالمؒ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا میں نے تجھے خدا تک پہنچا دیا۔

شادی حضرت شیخ رکن الدین صاحبزادہ حضرت قطب العالم نے لطائف قدوسی میں تحریر فرمایا ہے کہ میرے والد ماجد کا ارادہ ہرگز شادی کرنے کا نہ تھا، وہ چاہتے تھے کہ اپنی تمام عمر تجرید و تفرید میں گزاریں۔ لیکن قدرت ازل میں لکھ چکی تھی، حضرت پیر دستگیر نے حضرت شیخ محمد عارفؒ کی چھوٹی صاحبزادی کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا۔

تخت عروسی پر وجد جس وقت آپ نکاح کے بعد رونمائی کے لئے گھر میں تشریف لائے، گھر میں گانے والی عورتیں گا رہی تھیں، ایک شعر سن کر آپ پر حال وجد طاری ہو گیا، تخت عروسی سے نیچے گر پڑے اور اسی حالت کیف و سرور میں جامہ عروسی کو پارہ پارہ کر کے یہ شعر پڑھنے لگے ؎

طاقیم کہ باغیر خدا جفت نہ گردیم
زوجیت و شہوات و ہوا را نشناسیم

یہ حالت دیکھ کر عورتوں نے اُم کلثوم (حضرت قطب العالم کی خوشدامنہ کا نام) کو ملامت کرنی شروع کی تم بھی کیا ہو اپنی لڑکی دیوانہ سے بیاہ دی، انھوں نے جواب دیا قدرت کو جو منظور تھا وہی ہوا میں کیا کر سکتی ہوں۔

ولایت جب آپ مقامات سیر و سلوک طے کر کے مرتبہ تکمیل وارشاد کو پہنچے تو حضرت شیخ العالم نے عالم روحانیت میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے تمہیں ولایت عطا

فرمائی

حضرت قطب العالم شاہ آباد میں اس کے بعد حضرت قطب العالم ۸۹۶ھ میں بزمانۂ سلطنت سکندر لودی قصبہ رودلی سے قصبہ شاہ آباد میں جاکر آباد ہوگئے اور تیس برس سے زیادہ اقامت گزیں رہے ۹۳۲ھ میں جب ظہیرالدین بابر نے ہندوستان آکر تمام ملک پر اپنا قبضہ اور تسلط جمایا، آپ معہ اہل و عیال کے قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور میں متوطن ہوگئے۔ اور بارہ برس بعد چوراسی سال کی عمر میں قصبۂ گنگوہ ضلع سہارنپور میں وفات پائی۔

ظہیرالدین بابر اور شہنشاہ ہمایوں کی عقیدت مکتوبات قدوسی میں کئی خط بنام سلطان ظہیرالدین محمد بابر و سلطان نصیرالدین محمد ہمایوں موجود ہیں، یہ دونوں بادشاہ حضرت قطب العالم سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ شیخ ابوالفضل نے تذکرہ اولیا میں لکھا ہے کہ سلطان نصیرالدین محمد ہمایوں کو علم حقائق معارف آپ ہی سے حاصل ہوا تھا۔

علماء و فضلائے وقت کا سر حضرت کے قدموں پر لطائف قدوسی میں ہے کہ اگرچہ حضرت قطب العالم نے علم ظاہری پورے طور پر حاصل نہ کیا تھا اور ہمیشہ ویرانوں میں رہ کر ریاضات و مجاہدات میں عمر بسر فرمائی تھی، لیکن آپ چونکہ ازلی تعلیم یافتہ تھے علم لدنی حاصل تھا اسلئے علماء و فضلائے وقت کو آپ کے سامنے دم مارنے کی مجال نہ تھی، آپ جو کچھ فرما دیتے اس کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی سبیل اور راہ نہ تھی۔

اتباع سنت رسول ۔ حضرت قطب العالم باوجود کثرت جذبات و غلبات

کے اتباعِ سنت کے اس قدر دلدادہ تھے کہ آپ نے کبھی ظاہر یا باطن میں احکام شرعیہ سے ذرہ بھر تجاوز نہ کیا، آپ کوئی فعل خلافِ سنتِ رسول اللہ دیکھنا گوارا نہ کرتے تھے۔

لطائفِ قدوسی میں ہے کہ ایک بار آپ نے معاملہ باطن میں دیکھا کہ حضرت جبرئیلؑ نے آپ کو ایک کتاب عطا فرمائی، آپ اپنے دلمیں کہنے لگے کہ حضور صلے اللہ علیہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت جبرئیلؑ کا نزول ہماری سمجھ میں نہیں آتا، ایسا نہ ہو یہ سب شیطانی معاملہ ہو۔ اتنے میں آپ نے حضرت جبرئیلؑ کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمکلام دیکھا۔ تسکین ہوگئی، دل میں کہنے لگے شیطان کی مجال نہیں کہ حضور سرورِ کائنات سے ہمکلام ہو سکے فوراً خدمتِ اقدس حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ و سلم میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ کتاب حضرت جبرئیل نے مجھے دی ہیں اس کو کیا کروں؟ حضور آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کتاب میری متابعت کی ہے، تم اس کو اپنے پاس رکھو"۔ یہی سبب تھا کہ آپ بے حد متبع سنت تھے۔

ایامِ طفولیت میں نمازیوں کے جوتے سیدھے کیا کرتے تھے مسالک السالکین میں ہے کہ حضرت قطب العالم ایامِ طفولیت میں مسجد میں نمازیوں کے جوتے سیدھا کیا کرتے تھے، یہ عادت بہت دنوں تک رہی۔

مسندِ ارشاد پر بیٹھنے کے لئے ارواحِ طیبات کا اصرار لطائفِ قدوسی میں ہے کہ آپ کا دلی ارادہ تھا کہ مخلوق سے کنارہ کش ہو کر کوہ و صحرا میں عمر بسر کریں، لیکن اس وقت کے مشائخ کبار نے (جو اس وقت حیات تھے) آپ کو جامۂ خلافت عطا کیا، اور ارواحِ طیبات حضرت شیخ العالم شیخ احمد عبدالحق ردولوی، و حضرت

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی و شیخ الشیوخ العالم حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ اور دیگر مشائخ حتیٰ کہ رُوحِ مقدس حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والتحیات کا اصرار رہا۔ تعمیلِ حکم کے سوا چارہ نہ تھا مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز ہو کر بیعت ہدایتِ خلق میں مشغول ہوگئے۔

مستی اور حال کا عالم

حضرت قطب العالم کے ابتدائی زمانہ کا یہ حال تھا کہ جب آپ پر عالمِ کیف و مستی طاری ہوتا تو آپ سب چھوڑ چھاڑ کوہ و بیابان کی راہ لیتے مُرید و معتقد آپ کے پیچھے پیچھے رہتے لیکن بکمالِ ہیبت و رعب کی وجہ سے کسی کی ہمّت نہ تھی کہ آپ سے بات کر سکے، دو تین روز بعد جب افاقہ ہوتا تو آپ سے مودبانہ عرض کیا جاتا آپ واپس تشریف لے آتے۔

حضرت قطب العالم کا لباس

حضرت شیخ رکن الدین نے لطائف قدوسی میں لکھا ہے کہ حضرت قطب العالم نے ابتدائے حال سے میرے زمانۂ پیدائش تک کوئی جامہ زیبِ تن نہ فرمایا، ایک گدڑی گلے میں ڈالے رہتے تھے، ازار اور کلاہ چیتھڑوں کی پہنے رہتے تھے جو گلی کوچوں سے جمع کر کے دھو کر پاک صاف کر لیتے تھے۔

زہد و تقویٰ اور فقر و فاقہ

حضرت قطب العالم کھیتی کیا کرتے تھے اور اسی کی پیداوار سے گذر بسر فرمایا کرتے تھے جس قدر پیداوار ہوتی تھی اس میں سے اپنے خرچ کے برابر رکھ لیتے تھے باقی فقراء کو تقسیم فرما دیتے تھے۔

تقویٰ اس درجہ تھا کہ شبہ کی چیزوں تک سے احتراز فرماتے تھے، بازار کا گوشت تک تناول فرماتے تھے۔ ایک قصاب آپ کا مُرید تھا، آپ نے اس کو

ذبح کرنے کے احکام پوری طرح تعلیم فرمادیئے تھے، اس کا ذبح کیا ہوا گوشت کبھی کبھی تناول فرماتے تھے۔ کنویں کا پانی استعمال نہ فرماتے تھے، شہر سے دور ایک بہت بڑا تالاب تھا، آپ اسی کا پانی منگوا کر استعمال کرتے تھے۔

فقروفاقہ کا یہ حال تھا کہ جس وقت آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ حمید الدین بچہ تھے کہ دو دو تین تین روز فاقہ سے گزر جاتے تھے کھانا میسر نہ ہوتا تھا، صاحبزادے شدتِ گرسنگی سے حضرت قطب العالم کی خدمت میں آکر بھوک کی شکایت کرتے تو آپ یہ فرما کر ٹال دیتے کہ ان شاء اللہ کل بہشت میں کھانا کھلائیں گے، صاحبزادے روتے ہوئے والدہ کے پاس چلے جاتے والدہ خاموش کر دیتیں۔

صوم دوام اور کھانے پینے سے بے خبری حضرت شیخ رکن الدین خلیفہ اعظم حضرت قطب العالم نے تحریر فرمایا ہے کہ آپ نے چالیس برس تک سوائے ایام ممنوعہ کے روزے رکھے۔ آپ کی یہ حالت تھی کہ کھانا کھاتے وقت بھی اسرارِ معرفت بیان فرمایا کرتے تھے بعض اوقات صرف دو چار لقموں پر کفایت فرمایا کرتے، کبھی کبھی بہت کھا جاتے تھے۔ ایک روز بسیار خوری پر لوگوں کو تعجب ہوا، آپ نے فوراً نورِ باطن سے آگاہ ہو کر فرمایا: میں نہیں جانتا کہ میں کیا کھاتا ہوں اور کس قدر کھاتا ہوں، اسی وجہ سے مجھے سیری نہیں ہوتی۔

ایک بار آپ نے ۴۵ روز تک مطلق کچھ نہ کھایا اس کے باوجود نماز و عبادت کی قوت بدستور باقی رہی، آپ فرمایا کرتے تھے میرے کھانے پینے کی فکر نہ کیا کرو، میری زندگی اور طاقت کھانے پر منحصر نہیں

ایامِ طفولیت میں کھانا پینا ترک مسالک السالکین میں ہے کہ ایامِ طفولیت

میں جب آپ قرآن مجید پڑھا کرتے تھے پانی پینا ترک کر دیا تھا کتنے دن ایک قطرہ پانی کا حلق سے نیچے نہ اترا جسم زرد ہو گیا، افشائے راز کے خوف سے پانی نوش فرمایا وہ حالت تبدیل ہو گئی

ختم قرآن

حضرت قطب العالم حافظ قرآن بھی تھے، غایت سوزِ عشق کے سبب آپ کی حالت یضیق صدری ولا ینطق لسانی کے مطابق تھی اس سبب سے ختم محراب سے معذور تھے۔

آپ کا معمول تھا کہ شب برات میں سو رکعات نماز نفل میں ایک قرآن مجید ختم فرماتے تھے رمضان المبارک میں تین ختم سننا آپ کا ایسا معمول تھا جو کبھی ناغہ نہ ہوا

دیگر مصروفیات

حضرت شیخ رکن الدین فرماتے ہیں کہ آپ ہمیشہ تلاوتِ قرآن مجید اور مسائل شرعیہ کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے، فرض سنت نوافل نمازوں کے علاوہ اور کل نمازیں ادا کرتے تھے، اور ہر وقت شغل باطنی میں مصروف رہتے تھے، نماز اشراق، چاشت فی زوال تہجد وغیرہ کبھی قضا نہیں ہوئی۔

ریاضات و مجاہدات

لطائف قدوسی میں ہے کہ حضرت قطب العالم نے اس قدر ریاضات و مجاہدات کئے کہ قلم کو ان کے لکھنے کی طاقت نہیں

حضرت قطب عالم نے حضرت شیخ جلال الدین تھانیسریؒ کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ

"اس درویش دل ریش نے سالہا سال رنج اس راہ کا کھینچا ہے اور ذلت اس درگاہ کی اٹھائی ہے کہ نہ اس کے بیان کا احاطہ ہو سکتا ہے اور نہ کانوں کو طاقت اس کے سننے کی ہے۔ میں نے سالہا سال

اپنے آپ کو تشنگی، گرسنگی سے جلایا اور چالیس برس اس دیگ کو آتشِ فقر و ہوائے عشق میں پکایا اور اس شعر کا تجربہ اور معائنہ کیا

تا نہ سوزی بر نہ آید بوئے عود
پختہ داند این سخن ہر خام نیست

میں عیالدار تھا کوئی چیز دنیا کی میرے پاس نہ تھی، نہ کسی سے سوال تھا، نہ کچھ دشواری تھی، سالہا سال میں نے پھٹے کپڑوں میں گذر کیا، اور سانپ چوہوں کے مسکن میں مسکن گزیں رہا، اور کسی مخلوق کی طرف التفات نہ کی، اور سالہا سال خدمت و ذلت گل کاری و آب کشی و ہیزم تراشی و جاروب کشی وغیرہ کی انجام دی"

ذوقِ طاعت مسالک السالکین میں ہے کہ آپ ابتدائے حال میں ۵۰۰ رکعت دن کو اور ۵۰۰ رکعات رات کو علاوہ فرائض و سنن کے پڑھا کرتے تھے کثرتِ سجود کی وجہ سے آپ کا ازار و پاجامہ زانو کے اوپر سے پارہ پارہ ہوجاتا تھا۔ ایام سرما میں برف باری کے وقت سردی بڑھ جاتی تھی، پنڈلیاں اور پائے مبارک سردی کے سبب پھٹ جاتے تھے، لیکن آپ اسی حال میں نماز میں مشغول رہتے اور نماز پڑھتے پڑھتے ساری رات گزار دیتے تھے۔

سالہا سال آپ نے نماز معکوس ادا کی۔

مراقبہ توحید مسالک السالکین میں ہے کہ آپ اکثر بعد نمازِ عشاء ذکر جہر میں مشغول ہو کر تمام رات ذکر میں گذار دیتے تھے آپ نے مدتوں مراقبہ توحید و فنا فرمایا ہے، اور اس شغل میں ایسے مستغرق ہوجاتے تھے کہ حالتِ قیام میں ایک

گھنٹہ بلکہ اس سے زیادہ گذر جاتا ہے، اپنے یا غیر کی خبر تک نہ رہتی تھی۔

حدت و حرقت آتش اندرونی آپ کے باطن میں آتشِ دردی ایسی مشتعل تھی جس نے آپ کے جگر کو جلا کر کباب کر دیا تھا جب سانس لیتے تھے تو بھنے ہوئے گوشت کی اندر سے بو آتی تھی۔ حدت و حرقت آتش اندرونی کا یہ حال تھا کہ آپ ایامِ سرما میں جب شدت کی سردی و برف باری ہوا کرتی تھی چند گھڑے پانی کے بھروا کر رکھ دیا کرتے تھے اور صبح صادق کے وقت اس پانی کو سرِ مبارک پر ڈالتے تھے۔ اثر سردی کا بالکل ظاہر نہ ہوتا تھا، بہت دیر تک سر پر پانی ڈالنے اور شربت نوش فرمانے کے بعد کچھ سردی سی محسوس ہوتی تھی۔

سکوت وفات سے تین سال پہلے آپ نے بالکل سکوت اختیار کر لیا تھا، نہ کسی کی طرف التفات تھا، نہ کسی سے ہمکلام ہوتے تھے، ایک روز شیخ احمد نے عرض کیا کہ ہم خادموں کو سبب سکوت کا معلوم نہیں ہوتا حضور از راہِ کرم سبب سکوت و عدم التفات کا ظاہر فرمائیں حضرت قطب عالم نے فرمایا میں نے اپنے دل کو حق تعالیٰ کے ذکر سے اس قدر کوٹا ہے کہ میرا تمام جسم دریائے ذکر ہو گیا ہے، ہر دم بحرِ فنا موجزن رہتی ہے اور مجھے غرق کرتی رہتی ہے، اور اس عالمِ شہادت کو میرے سامنے سے اٹھا کر مجھے دوسرے عالم میں لے جاتی ہے شہودِ حق میں ہوتا ہے مجھ کو اس عالم میں آنے نہیں دیتا۔

شوقِ سماع حضرت قطب العالم سماع کے دلدادہ تھے، اکثر حالتِ سماع میں مست اور مدہوش ہو جاتے تھے۔ ایک روز دہلی میں ایک مجلس میں آپ نے حالتِ مستی میں فرمایا کہ منصور کو نادانوں نے مار ڈالا یہ کلمہ

کئی بار آپ کی زبان پر آیا تو ایک عالم نے کہا آپ اس جماعت کو کیوں کر نادان کہہ سکتے ہیں جس میں حضرت امام یوسفؒ جیسے عالم بھی موجود تھے، آپ نے اسی عالم سوزش میں فرمایا ہاں اسی کو تو کہتا ہوں، اس عالم نے کہا کہ حضرت امام کو کیونکر نادان کہا جا سکتا ہے جب حضرت منصور کے خون کے ہر قطرہ سے نقشِ انالحق ظاہر ہوا تو لوگوں نے حضرت امام صاحب سے بطریق ملامت کہا کہ آپ نے ایسے آدمی کے قتل کا کیوں فتویٰ دیا حضرت امام صاحب نے اپنی دوات اٹھا کر اونڈیل دی سیاہی کے ہر قطرے سے نقش اللّٰہ نمودار ہوا۔

محویت اور بیخودی کا عالم

حضرت شیخ رکن الدینؒ فرماتے ہیں کہ آپ کی محویت اور بیخودی کا یہ حال تھا کہ ہر نماز کے وقت آپ کو نماز کے وقت کی اطلاع کرنی ہوتی تھی، یہ بھی بتانا ہوتا تھا کہ فلاں وقت ہے اور اس وقت کی نماز کی اتنی رکعتیں ہیں۔

وصال

لطائفِ قدوسی میں ہے کہ ۱۵ جمادی الثانی ۹۴۴ھ بروز دوشنبہ شیخ العالم حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی کا عُرس تھا۔ آپ کو سردی کے ساتھ بخار چڑھا، چار روز تک برابر رہا، پانچویں روز جمعہ کو کچھ افاقہ ہوا، نمازِ جمعہ ادا فرمائی، پھر بخار ہوا اور چار روز تک آخر سہ شنبہ کو بتاریخ ۲۳ جمادی الثانی ۹۴۴ھ رحلت فرمائے عالمِ بقا ہوئے۔

حضرت شیخ رکن الدین گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

آپ فرزند خلیفہ و سجادہ نشین حضرت قطب العالم شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ کے تھے۔ ۵ رجمادی الاوّل ۴۹۷ھ کو پیدا ہوئے، آپ علوم ظاہری و باطنی میں کامل اور بڑے صاحب کمال بزرگ تھے اور بڑے صاحب حال اور اپنے وقت کے سب سے بڑے شیخ تھے سیر الاقطاب میں ہے کہ قطب العالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر قیامت کے دن حق تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا کہ تو دنیا سے ہمارے لئے کیا لایا ہے تو میں ایک ہاتھ میں شیخ جلال الدین تھانیسری کو اور دوسرے ہاتھ میں شیخ رکن الدین کو پیش کردوں گا۔

حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ آپ قدم بقدم اپنے والد ماجد کے تھے۔ سماع کا آپ کو شوق تھا، اکثر سماع سنا کرتے تھے، ایک روز قطب العالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ کی درگاہ میں محفل سماع منعقد تھی آپ حالت وجد میں یکایک لوگوں کی نظروں سے غائب ہوگئے آپ کا پیراہن مبارک رقصاں نظر آتا رہا۔

آپ کی تصنیفات میں کتاب مرج البحرین، لطائف قدوسی اور مکتوبات مشہور عوام ہیں۔

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسریؒ

آپ حضرت شیخ محمود فاروقی کے صاحبزادے ہیں تھانیسر وطنِ مالوف ہے
آپ کو خرقۂ خلافت قطب العالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ نے پہنایا۔

آپ سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر کے حصولِ تعلیم ظاہر یہ میں مشغول ہوئے۔ ۱۷ سال کی عمر میں علومِ مروجہ کی تکمیل سے فراغت پا کر مسندِ افتا پر تشریف فرما ہوئے حضرت قطب العالم تھانیسر تشریف لے گئے، اُس وقت آپ مدرسہ میں طالب علموں کو درس دے رہے تھے حضرت قطب العالم ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گئے، اور حضرت شیخ جلال الدین پر نظر کیمیا اثر ڈالی، فوراً اُٹھ کر آئے، دریافت کیا جب معلوم ہوا کہ آپ حضرت قطب العالم ہیں نہایت تعظیم بجالائے، مرید ہو کر وہ ریاضات اور مجاہدے کئے کہ باید و شاید اور مرتبہ کمال کو پہنچ کر حضرت قطب العالم سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

آپ کے مشہور خلفاء حسب ذیل ہیں۔
حضرت نظام الدین بلخیؒ۔ شیخ عبدالشکور متوفی ۹۷۳ھ، قاضی سالم کیرانوی متوفی ۱۰۱۲ھ
شیخ موسیٰ متوفی ۹۹۶ھ، شیخ عیسیٰ متوفی ۱۰۰۰ھ، سید فاضل نو ہانہ متوفی ۱۰۱۲ھ

۱۴ ذی الحجہ ۹۸۹ھ کو تھانیسر میں وفات پائی، وہیں آپ کا مزار پُر انوار ہے
(تذکرۃ العابدین)

حضرت شیخ نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ

قطب الاقطاب حضرت شیخ نظام الدین بلخی، تھانیسر کے رہنے والے تھے آپ مکہ معظمہ چلے گئے اور وہاں سے بلخ پہنچکر سکونت گزیں ہو گئے اسلئے آپ بلخی مشہور ہو گئے، ریاضات مجاہدات، کشف و کرامات میں عجوبۂ روزگار تھے تکمیل و ارشاد میں فرد یگانہ تھے آپ صاحبِ تصنیف تھے، اپنے وقت کے علامہ ابن عربی تھے۔

آپ کے بعض مشہور خلفاء کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت شیخ ابو سعید گنگوہی رح
" شیخ حسین لاہوری (سنہ ۱۰۳۸ھ)
" شیخ بایزید میوزی (سنہ ۱۰۴۰ھ)
" شیخ اللہ بخش لاہوری (سنہ ۱۰۶۳ھ)
" شیخ عبدالکریم لاہوری (سنہ ۱۰۵۵ھ)
" شیخ عبدالرحمٰن کشمیری (سنہ ۱۰۵۰ھ)
" سید قاسم برہان پوری (سنہ ۱۰۳۴ھ)
" شیخ اللہ داد لاہوری (سنہ ۱۰۳۵ھ)
" شیخ درست محمد صوفی لاہوری (سنہ ۱۰۵۲ھ)
" شیخ مصطفےٰ (سنہ ۱۰۶۰ھ)

شیخ عبدالفتاح ساکن اندری (سنہ ۱۰۶۲ھ)

قاضی عبدالحی گیرانوی (سنہ ۱۰۴۹ھ)

شیخ محمد صادق برہان پوری (سنہ ۱۰۳۰ھ)

شیخ فیجی اکبرآبادی (سنہ ۱۰۴۵ھ)

شیخ جان اللہ لاہوری (سنہ ۱۰۳۹ھ)

سید علی غواص (سنہ ۱۰۴۰ھ)

آپ کا وصال ۸ رجب سنہ ۱۰۳۵ھ کو ہوا مزار مبارک بلخ میں ہے ۔

حضرت شیخ ابو سعید گنگوہی رح

آپ قطب العالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی کے پوتے ہیں، بڑے مجاہد مرتاض اور بلند پرواز تھے، آپ حضرت شیخ نظام الدین بلخی کے خلیفہ اعظم اور جانشین ہیں

اقتباس الانوار میں ہے کہ جب حضرت شیخ نظام الدین تھانیسر میں تشریف فرما تھے آپ اسی وقت حضرت سے بیعت ہو گئے تھے، ابھی آپ تکمیل تعلیم تصوف نہ فرما چکے تھے کہ حضرت نظام الدین بلخ تشریف لے گئے، ان کی عدم موجودگی سے آپ کو سخت پریشانی لاحق ہو گئی جگہ جگہ درویشوں میں گھومتے پھرے مگر کہیں مقصد برآری نہ ہوئی، اسی پریشانی کے عالم میں ایک شب خواب میں قطب العالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رح نے بشارت دی کہ تم نظام الدین کے پاس بلخ جاؤ، آپ بلخ تشریف لے گئے اور بہت دنوں تک اپنے پیر د مرشد کے حضور میں رہے، اور وہاں سے خلافت لے کر گنگوہ واپس تشریف لائے مسند ارشاد پر بیٹھے ہزارہا مخلوق خدا کو آپ سے فیض پہنچا۔

آپ کے تین خلفاء تھے حضرت شیخ محمد صادق گنگوہی رح، شیخ ابراہیم رامپوری رح (۱۰۴۸ھ) اور شیخ محب اللہ الہ آبادی رح۔

یکم ربیع الثانی ۱۰۴۹ھ کو وفات ہوئی، مزار مبارک قصبہ گنگوہ میں ہے۔

حضرت شیخ محب اللہ الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ ابو سعید گنگوہی رح کے مشہور خلیفہ ہیں، اقتباس الانوار میں ہے کہ آپ کو مسئلہ وحدت الوجود کے متعلق بڑی تحقیقات تھی، آپ بہت سے درویشوں اور علماء کی خدمت میں گئے، اور مسئلہ وحدت الوجود پر گفتگو کی مگر کہیں تشفی نہ ہوئی آپ نے حضرت شیخ ابو سعید گنگوہی رح کا نام سنا، آپ اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وحدت الوجود کا مسئلہ پیش کیا، حضرت نے فرمایا بھائی تم مولوی ہو، بادی النظر میں میرے سمجھانے سے تمہاری تشفی نہ ہوگی۔ اگر تمہیں اس مسئلہ کی تحقیق منظور رہے تو کچھ روز مسجد کے حجرے میں طبیعت کو یکسو کرکے بیٹھ جاؤ، یہ مسئلہ واضح ہو جائے گا۔ مولانا صاحب حسب ہدایت حضرت علیحدہ حجرہ میں بیٹھ گئے، چند دن گزرے تھے کہ آپ اناالحق کہنے لگے، اور مسئلہ وحدت الوجود کی حقیقت آپ پر عیاں ہو گئی، اسی وقت حضرت شیخ گنگوہی رح سے بیعت ہو گئے اور حضرت کی خدمت میں رہنے لگے۔ حضرت گنگوہی رح نے نفی و اثبات کی تعلیم دے کر خلافت عطا فرمائی، مولانا صاحب نے فرمایا آپ مجھے خلافت عطا فرما رہے ہیں، مجھ میں اہلیت اور صلاحیت خلافت کی کہاں؟ حضرت شیخ نے فرمایا گھبراؤ مت آج شب کو میرے پاس آکر بیٹھو سب باتیں پیدا ہو جائیں گی، آپ خاموش ہو گئے، رات کو حضرت شیخ کی خدمت میں تنہا حاضر ہوئے

حضرت شیخ کی صحبت کی برکت سے تمام رازہائے سربستہ منکشف ہوگئے چند روز بعد حضرت شیخ نے آپ کو وطن جانے کی اجازت عطا فرمادی، کچھ عرصہ وطن مالوف اقامت فرمانے کے بعد ردولی تشریف لے گئے اور وہاں سے الہ آباد جاکر سکونت اختیار کرلی، ابتدا میں آپ کا وقت عسرت سے گذرا، بعد چندے سلسلۂ فتوحات شروع ہوا۔ آپ اپنے زمانے کے اکابر اولیاء اللہ، اور بزرگانِ باخدا میں شمار کیے جاتے تھے۔ آپ کی توجہ سے لاعلاج مریض صحتیاب ہوجاتے تھے علومِ ظاہری میں آپ علمار سلف سے سبقت لے گئے تھے۔

آپ کی تصنیفات بہت ہیں۔ ۹ رجب ۱۰۸۰ھ کو وفات پائی، مزار مبارک الہ آباد میں ہے۔

حضرت شاہ محمدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ محب اللہ الہ آبادی قدس سرہ کے خلیفہ تھے، امروہہ میں پیدا ہوئے ۲۰ رجب ۱۱۰۷ھ کو اکبر آباد میں وفات پائی، مزارِ مبارک اکبر آباد میں ہے۔

حضرت سید شاہ محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ محمدی کے خلیفہ تھے، مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، قصبہ امروہہ میں ۱۱ رجب ۱۱۴۰ھ کو وفات پائی۔

حضرت سید شاہ عضد الدین امروہیؒ

آپ حضرت شاہ محمدیؒ کے بھانجے اور حضرت سید محمد مکیؒ کے خلیفہ تھے، مولد و مرقد آپ کا امروہہ ہے۔ ۲۷ رجب ۱۱۷۲ھ تاریخِ وفات ہے۔

حضرت شاہ عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ عضد الدین صاحبؒ کے خلیفہ تھے، قصبہ امروہہ میں پیدا ہوئے اور وہیں ۴ رمضان ۱۱۹۹ھ کو وفات پائی۔

حضرت شاہ عبد الباریؒ

آپ حضرت شاہ عبد الہادیؒ کے پوتے اور حضرت شاہ صاحب کے خلیفہ تھے

۶ محرم ۱۲۲۶ھ کو قصبہ امروہہ میں وفات پائی، وہیں آپ کا مزار مبارک ہے ۔

حضرت سیّد شاہ عبدالرحیمؒ

آپ حضرت سید عبدالباری امروہیؒ کے خلیفہ ہیں، آپ فاطمی سیّد ہیں ۔ ابتدا میں سید رستم علی قادریؒ سے مرید تھے، آپ ہندوستان کی سیر کرتے کرتے امروہہ پہنچے اور سید عبدالباریؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے آپ بیٹھے ہی تھے کہ سید صاحب کے چہرے پر زرد رنگ کا ایک حلقہ نمودار ہوا اور تمام چہرہ پر پھیل گیا، یہ دیکھ کر آپ پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور کچھ عرصہ شاہ صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر سہارن پور آکر مقیم ہوگئے آپ کی صحبت بابرکت سے بہت مخلوق کو فیض پہنچا ۔

اسی دوران میں مجاہدِ اعظم حضرت سید احمد صاحب بریلوی سکھوں کے خلاف جہاد کی غرض سے سہارن پور تشریف لائے، آپ بھی بہمراہی حضرت سید صاحب جہاد میں شرکت کے لئے پنجاب تشریف لے گئے ۔ اور ۲۷ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ میں بمقام پنجتار جامِ شہادت نوش فرمایا ۔

حضرت میاں جی شاہ نور محمد جھنجھانوی رح

حضرت میاں صاحب حضرت شاہ عبدالرحیم شہیدؒ کے خلیفہ تھے آپ بہت بڑے شیخ زماں صاحبِ طریقت و حقیقت تھے۔ حضرت میاں صاحب قصبہ جھنجھانہ ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے حضرت میاں جی قصبہ لوہاری میں پیشہ معلمی کا کرتے تھے اور اکثر اسی جگہ رہا کرتے تھے۔ آپ سے بہت مخلوقِ خدا کو فائدہ ہوا، اور بہت کرامتیں ظاہر ہوئیں، آخر وقت میں آپ بیمار ہو کر لوہاری سے جھنجھانہ چلے گئے اور وہاں ۶ رشوال ۱۲۵۹ھ کو وفات پائی، مزار پر انوار جھنجھانہ میں ہے۔

آپ کے خلفاء کے نام حسب ذیل ہیں۔

حافظ ضامن صاحب شہید رح

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رح

مولوی شیخ محمد صاحب قدس اللہ اسرارہم

حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکیؒ

آپ حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ کے خلیفۂ اعظم تھے۔ آپ ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ بروز دوشنبہ قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام حافظ محمد امین تھا، والد صاحب قبلہ نے آپ کا نام امداد حسین اور تاریخی نام ظفر احمد رکھا۔ حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی نے آپ کو امداد اللہ کا لقب عطا فرمایا۔

آپ کا سلسلۂ نسب خلیفۂ دوم امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، ابھی آپ کی عمر مبارک ۷ سال تھی کہ والدہ محترمہ نے انتقال فرمایا اور انہوں نے وقتِ وفات وصیت فرمائی کہ میرے مرنے کے بعد امداد اللہ کو کوئی بھی اور کسی وقت ہاتھ نہ لگائے، زجر و توبیخ نہ کرے۔ والدہ کی وصیت پر تعمیل میں یہاں تک مبالغہ کیا گیا کہ کسی نے بھی آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف مطلق توجہ نہ کی۔

تائید ربانی آپ کی مربی تھی۔ باوجود سرپرستوں کی عدم توجہی کے آپ صغر سنی میں کبھی لہو و لعب غیر مشروع میں مشغول نہ ہوئے، باطنی شوق سے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کر دیا۔ اسی دوران میں کچھ ایسے واقع پیش آئے کہ آپ قرآن مجید پورا حفظ نہ کر پائے اور ۱۲۵۰ھ میں ۱۶ سال کی عمر میں حضرت مولانا مملوک علی نانوتوی کے ساتھ دہلی تشریف لے گئے اور وہاں کچھ عرصہ رہ کر فارسی اور عربی صرف و نحو

کی کتابیں پڑھیں

ولولۂ خدا طلبی

ابھی تکمیلِ علوم ظاہریہ میسر نہ ہوئی تھی کہ ولولۂ خدا طلبی دل میں موجزن ہوا اور ۱۸ سال کی عمر میں حضرت مولانا نصیر الدین حنفی نقشبندی مجددی، خلیفہ و مرید حضرت مولانا شاہ محمد آفاق قدس سرہٗ سے بیعت ہو کر اور چند روز پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر اجازت و خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اس کے بعد مشکوٰۃ شریف، حصن حصین، فقہ اکبر اور مثنوی مولانا روم مختلف اساتذہ کرام سے پڑھی۔

حضرت میاں جی نور محمدؒ کے قدموں میں

مثنوی شریف کا مطالعہ کرنے کے بعد خاطر اقدس میں حرکتِ بلیغ ہوئی اور داعیہ تکمیلِ سلوک سینۂ انور میں موج مارنے لگا، انہی دنوں آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوں میرے جدِ امجد حافظ بلاقی نے میرا ہاتھ پکڑ کر حضور حضرت نبوی میں پہنچا دیا، اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر حضرت میاں جی نور محمدؒ کے سپرد کر دیا حضرت حاجی صاحب کا بیان ہے کہ خواب سے بیدار ہو کر طبیعت میں ایک عجیب انتشار تھا۔ حیران تھا یارب یہ کون بزرگ ہیں جن کو حضور سرورِ کائنات نے مجھے سپرد فرمایا ہے، اسی طرح کئی سال گذر گئے، ایک دن حضرت مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادیؒ نے میرے اضطرار کو دیکھ کر بکمال شفقت فرمایا تم پریشان کیوں ہوتے ہیں موضع لوہاری یہاں سے قریب ہے وہاں جاؤ، اور حضرت میاں جی سے ملاقات کرو۔

میں فوراً ہی سواری کا انتظام کئے بغیر لوہاری روانہ ہو گیا، مسافت اگرچہ زیادہ

نہ تھی، مگر چونکہ پیدل چلنے کی عادت نہ تھی چلتے چلتے پیروں میں چھالے پڑ گئے، آستانہ شریف پر حاضر ہوا اور دور سے ہی جمالِ باکمال حضرت میاں جی قدس سرہٗ دیکھ کر بے حال ہو گیا اور افتاں و خیزاں حضور میں پہنچکر قدموں میں گر پڑا۔ حضرت میاں جی قدس سرہٗ نے میرے سر کو اٹھا کر سینے سے لگایا۔ فرمایا تمہیں اپنے خواب پر کامل وثوق اور یقین ہے۔

الحاصل حضرتِ اقدس کی خدمتِ بابرکت میں کچھ عرصہ رہ کر تکمیلِ سلوک سلاسل اربعہ بالخصوص طریقہ چشتیہ صابریہ کیا، خرقۂ خلافت و اجازت سے شرف اندوز ہوئے عطائے خلافت کے بعد حضرت میاں جیؒ نے فرمایا کیا چاہتے ہو تسخیر یا کیمیا جس کی رغبت ہو وہی تم کو بخش دوں، آپ یہ سن کر رونے لگے اور فرمایا کہ میں نے دنیا کے واسطے آپ کا دامن نہیں پکڑا میں خدا کو چاہتا ہوں وہی میرے لئے کافی ہے۔ حضرت میاں جی قدس سرہٗ یہ جواب سنکر بہت خوش ہوئے اور آپ کو بغل گیر فرما کر دعا دی حضرت میاں جی نے ۱۲۵۹ھ میں وصال فرمایا۔

حالتِ جذب و صحرا نوردی

اس کے بعد قلب میں جذب کی کیفیت اور صحرا نوردی کا شوق پیدا ہوا، آبادی ترک کر کے پنجاب کے جنگلات میں چلے گئے، وہاں آپ کو سنت نبویہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شرف اندوز ہونے کا موقع ملا، آٹھ آٹھ دس دس روز گزر گئے، کھانے کو کچھ میسر نہ ہوا حالتِ تشدد جوع میں فاقہ کے اسرار و عجائب منکشف ہوئے اس واقعہ کو چند ماہ گذرے تھے کہ مراقبہ میں حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام دزدیدہ نگاہوں سے متبسم نظر آئے حضرت حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیلؑ کا دیکھنا بشارت اس امر کی تھی کہ حق سبحانہ کے فضل و کرم سے علم و ارشاد و ہدایت کا وافر حصہ عطا ہو گا حضرت جبرئیل امین اٹھانے

الٰہی انہی خدمات پر مامور ہیں اور حضرت میکائیل کا دیکھنا اس طرف اشارہ تھا کہ حاجات دنیاوی بفضلہٖ بے تکلف پوری ہوتی رہیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

زیارت مدینہ طیبہ کی تڑپ سنہ ۱۲۶۰ھ میں خواب میں حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ فرماتے تھے کہ تم ہمارے ہاں آؤ اس خواب کو دیکھ کر تڑپ اٹھے اور بلا زاد و راحلہ بالجزم مدینہ طیبہ چل کھڑے ہوئے ۵ ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ کو جہاز سے اُتر کر ارکانِ حج ادا فرمائے۔ مکہ معظمہ میں حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ نے آپ کو نصیحت فرمائی کہ جہاں تک ہو لقمۂ حرام و مشتبہ سے پرہیز کرنا۔ لقمۂ حرام و مشتبہ سے سراسر نقصان ہی ہے اور مراقبہ الم یعلم بان اللہ یری تعلیم فرمایا۔ ان کے علاوہ کچھ اور باتیں بھی تعلیم فرمائیں اور اپنے خاندان کے معمولات کی اجازت دی اسکے بعد مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔

مدینہ طیبہ میں زیارتِ نبوی کے بعد حضرت شاہ غلام مرتضیٰ جھنجھانویؒ اور اور مولانا شاہ گل محمد خاں صاحب رامپوریؒ سے جو عرصہ تیس سال سے مجاورِ روضۂ اقدس تھے ملاقات فرمائی اور انھوں نے آپ کو درودِ تنجینا پڑھنے کی اجازت دی اور فرمایا کہ اگر ممکن ہو ہر روز ایک ہزار مرتبہ ورنہ تین سو ساٹھ مرتبہ پڑھا کرنا اور اگر یہ تعداد مذکور پڑھنے میں دقت ہو تو ۴۱ بار روزانہ پڑھا کرنا۔ دربارِ نبوتؐ میں کچھ روز قیام فرماکر بعد عطائے اجازت ہندوستان تشریف لے آئے۔ اسی سفر میں آپ کو حضرت زین الدین محمدؒ سے جو حضرت امام ابو الحسن شاذلیؒ کی اولادِ امجاد میں سے تھے۔ حزب البحر کی اجازت حاصل ہوئی

الزام بغاوت اور ہجرتِ حجازِ مقدس ایامِ غدر میں دشمنوں نے آپ پر

بغاوت کا الزام لگایا، وارنٹ جاری ہو گیا، آپ براہِ سندھ ہندوستان سے ہجرت فرما گئے۔ مکہ معظمہ پہنچکر آپ نے ایک ہندوستانی خاتون سے عقد مسنون کرلیا اور چوراسی سال تین مہینے بیس روز کی عمر میں وہیں محبوبِ حقیقی سے واصل ہو گئے۔

ہجرت سے پہلے علماءِ کرام کی بیعت

علماء کی جماعت میں سب سے پہلے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے، آپ کے بعد متذکرہ ذیل علماءِ کرام حضرت کی ارادت سے شرف اندوز ہوئے۔

حضرت الحاج مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ

علامۂ عصر حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاندھلویؒ

حضرت مولانا محمد حسن صاحب پانی پتیؒ

حضرت الحاج مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ

حضرت مولانا حافظ محمد یوسف صاحب تھانویؒ

حضرت الحاج مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوریؒ

حضرت الحاج مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوریؒ

حضرت الحاج مولانا نواب محی الدین خاں مرادآبادیؒ

حضرت الحاج مولانا محی الدین خاں میسوریؒ

حضرت حافظ الحاج مولانا احمد ڈسکوی پٹیالویؒ

حضرت الحاج مولانا نور محمدؒ

حضرت الحاج مولانا محمد شفیع صاحب دونگ آبادی بلند شہریؒ

حضرت الحاج مولانا عنایت اللہ مالوی ؒ

حضرت مولانا صفات احمد غازی پوری ؒ

حضرت مولانا محمد افضل پشاوری ؒ

حضرت مولانا سید محمد فدا حسین حسنوی محی الدین نگری ؒ

غرض یہ ہے کہ علماء کرام بہ کثرت داخل سلسلہ ہوئے ۔

یہی حضرات حاجی صاحب کے خلفاء ہیں، کمالات باطنیہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ سب سے فوقیت لے گئے ۔ حضرت حاجی صاحب کے تمام خلفاء کا حصر و احصا اس مختصر رسالہ میں محال نہیں تو دشوار ضرور ہے، متذکرہ بالا اسمائے گرامی ہندوستان کے چند خلفاء کرام کے ہیں ۔

صورت سیرت

سر مبارک کلاں و بزرگ، پیشانی کشادہ و بلند، ابرو وسیع خم دار، چشم مبارک کلاں اور خمار ذوقیہ ربانیہ میں سرشار، رنگ گندم گوں، نحیف الجسم، معتدل القامت گو نہ مائل بہ طوالت، نہایت فصیح البیان عزیب الکلام، کثیر المروت، عظیم الاخلاق جس کسی سے بات کرتے بکمال بشاشت و خوشی، آپ ان اخلاق حسنہ کے حامل تھے جن کی مدح قرآن شریف میں مذکور ہے اور ان اخلاق رذیلہ سے بالطبع متنفر تھے جن کی مذمت کلام الٰہی میں وارد ہے، شریعت غرا اور طریقت بیضا پر آپ کو استقامت حاصل تھی، اولیاء عصر آپ کی ولایت کے قائل تھے۔ اور علمائے زماں آپ کے علو منزل کے معترف

ارشاداتِ طیّبات

دُنیا کی مثال ہرگز ہرگز دُنیا کے گرد نہ جاؤ، اور دل کو اس کا گرویدہ نہ بناؤ کیونکہ دُنیا کی مثال مثل آدمی کے سائے کے ہے، اگر کوئی سایہ کی طرف متوجہ ہو تو وہ اسکے آگے آگے بھاگتا نظر آتا ہے اور اگر سایہ کو پس پشت کر لو تو پیچھا نہیں چھوڑتا یہی دُنیا کا حال ہے جو شخص دُنیا کو ترک کر دیتا ہے، دُنیا اس کا پیچھا کرتی ہے اور جو شخص طلب دُنیا میں سرگرم رہتا ہے اس سے کوسوں دُور رہتی ہے۔

مسئلہ وحدۃ الوجود یہ مسئلہ حق اور صحیح مطابق واقع ہے، اس مسئلہ میں کچھ شک و شبہ نہیں متفق علیہ تمام مشائخ کا ہے، اس مسئلہ میں تیقن تصدیق قلبی کافی ہے، استتار اس کا لازم ہے، افشا ناجائز ہے، کیونکہ اسبابِ ثبوت اس مسئلہ کے بے حد دقیق اور نازک ہیں فہم عوام بلکہ علماء میں نہیں آتے۔

طریقت شریعت سے جُدا نہیں طریقت شریعت سے جُدا ہو بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے، اقرار باللسان اشارہ شریعت کی طرف ہے اور تصدیق بالجنان سے مطلب طریقت ہے، ایک دوسرے کے بغیر کام نہیں، اقرار بدون تصدیق نفاق ہے اور تصدیق بلا اقرار بیکار ہے۔

وساوسِ شیطانی شیطان انواع و اقسام سے وسوسے ڈالتا ہے کبھی بالکل عبادت سے پھیر دیتا ہے اور کبھی عباداتِ اعلیٰ سے ادنیٰ پر مائل کرتا ہے ؎

حج زیارت کردن خانہ بود　　　حجِ رب البیت مردانہ بود

نیکوں کی صورت بنالو سیرت بھی بن جائیگی

صورت نیکوں کی اختیار کرنی چاہئے سیرت اللہ تعالیٰ درست کردے گا کیونکہ وہ واہب و فیاض ہے ساحرانِ فرعون نے چونکہ صورت موسوی اختیار کرلی تھی، اسی کے طفیل میں اُن کو شرفِ اسلام حاصل ہُوا۔

جب اولیاء اللہ باقی نہ رہینگے تب ہی قیامت آئے گی

کوئی جگہ اولیاء اللہ سے خالی نہیں، حرم مکہ معظمہ میں ۳۶۰ اولیاء اللہ نماز پنجگانہ میں شریک ہوتے ہیں۔ جب اولیاء اللہ باقی نہ رہیں گے قیامت واقع ہوگی، اولیاء اللہ عالم کے ستون ہیں۔

خدا کی ناشکری نہ کرو

اکثر لوگ ناشکری کی وجہ سے محروم رہتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم ذکر شغل کرتے ہیں مگر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ حالانکہ خدا کی یاد میں مشغول ہوجانا بڑی نعمت ہے، اگر خداوند کریم خود جذب نہ فرماتا تو کوئی کیسے اسے یاد کرتا۔ بندہ کو بندگی کرنی چاہئے، خداوندی خدا کے اختیار میں ہے۔

عذاب آخرت اس عالم میں بھی مشاہد ہوجاتا ہے

عذابِ اُخروی اس عالم میں بھی بعض اشخاص کو معلوم ہوجاتا ہے۔ جلال آباد میں ایک رئیس نے بطمع دنیوی ہنود کو اپنی زمین بت خانہ بنانے کے لئے دے دی جب وقتِ اخیر آیا حکیم غلام حسن اُن کے معالج نبض دیکھ رہے تھے، مریض نے پکار کر کہا حکیم جی مجھے آہنی آتشیں پنجرے سے بچاؤ، مجھے اس آتشی پنجرے میں ڈال رہے ہیں لوگ متعجب تھے، آخر اس فریاد وزاری میں اس کی رُوح پرواز کرگئی۔

کبھی خدا کا قہر بصورت لطف بھی ہوتا ہے

آپ فرمایا کرتے تھے کہ کبھی قہر

بصورتِ لطف ہوتا ہے جیسے کفار پر ہے، اور کبھی لطف بطور قہر ہوتا ہے، جیسے مقبولین کے مصائب اہلِ ایمان کی شکستگی اور پستی، یہ لطف بصورتِ قہر ہے۔

کرامات

تذکرۃ الرشید میں ہے کہ جب ہمارے حضرت بخلاسہ ضلع پنجاب میں مقیم تھے اور غدر کے باغیوں کی تفتیش اور دار و گیر ہو رہی تھی، ایک شب کسی نے مخبری کر دی کہ حضرت ایک شخص کے اصطبل میں مقیم ہیں، کلکٹر ضلع گھوڑے پر سوار ہو کر نصف شب کے قریب دروازۂ اصطبل پر آموجود ہوا اور کواڑ کھلوانے چاہے۔ مالکِ مکان نے دریافت کیا، آپ نے اس وقت کیوں تکلیف فرمائی، کلکٹر نے گھوڑا دیکھنے کا بہانہ کر کے کہا کواڑ کھولو، کواڑ کھولے گئے تو بستر لگا ہوا تھا لیکن حضرت نہ تھے۔ اِدھر اُدھر دیکھا کہیں پتہ نہ لگا۔ کلکٹر نے پوچھا بستر کس کا ہے، مالکِ مکان نے جواب دیا میرے چھوٹے بھائی کا ہے کلکٹر نے اور کچھ دریافت نہ کیا اور گھوڑے کو دیکھتا ہوا واپس ہو گیا۔

حق تبارک و تعالیٰ نے آپ کو کلکٹر کی نگاہ سے پوشیدہ فرما دیا۔ قال اللہ تعالیٰ وَجَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا۔

ایک مرتبہ آپ کے ہاں بہت سے مہمان آ گئے کھانا کم تھا حضرت نے اپنا رومال باندھ کر فرمایا کہ اس کو کھانے پر ڈھانک دو، کھانے میں اتنی برکت ہوئی کہ سب مہمان سیر ہو گئے پھر بھی بچ رہا۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۶ رذی قعدہ ۱۲۴۴ھ کو بوقت چاشت بروز دوشنبہ قصبہ گنگوہ ضلع سہارن پور محلہ سرائے میں خانقاہ قطب العالم حضرت مولانا عبد القدوس گنگوہیؒ سے متصل اپنے آبائی مکان میں پیدا ہوئے، آپ شریف النسب اور نجیب الطرفین شیخ زادہ انصاری (حضرت ابو ایوب انصاری) کی اولادِ امجاد میں سے تھے، آپ کا نسبی سلسلہ دادی کی طرف سے گیارہویں پشت پر قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبد القدوس گنگوہیؒ سے جا ملا۔

آپ کے آبا و اجداد قصبہ رام پور ضلع سہارن پور کے باشندے تھے، آپ کے دادا پیر بخش صاحب قصبہ سہارن پور میں آکر آباد ہو گئے۔

آپ چونکہ قدرت کی طرف سے اپنے زمانہ کے علماء کے مقتدا بننے والے تھے اسلئے عہدِ طفلی سے ہی خدا ترس، عابد، خوش خُلق، صابر، مستقل مزاج، حلیم، مہذب اور باادب تھے ضد، ہٹ دھرمی، شرارت، بچھورا پن، بد تہذیبی سے نفور تھے۔ آپ کے شروع کے چھ سات سال کا زمانہ والدین کے لاڈ پیار میں گذرا۔ آٹھویں سال والدِ ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔

عہدِ طفلی

آپ نہایت ذہین، ذکی صاحبِ فطانت اور بے نظیر قوتِ حافظہ یادداشت کے مالک تھے آپ کے سب سے پہلے استاد میاں جی قطب بخش

صاحب گنگوہی آپ کے ذہن و ذکاوت کے مداح تھے۔

آپ بچپن ہی سے نماز کے شوقین اور اس قدر پابند تھے کہ نماز کے وقت کھیل کود ترک کر کے مسجد میں آکر نماز باجماعت ادا کیا کرتے تھے، ایک روز شام کے وقت آپ ٹہلتے ٹہلتے جنگل کی طرف نکل گئے، نماز مغرب کا وقت قریب آگیا، فوراً واپس لوٹے مسجد میں پہنچے تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی، وضو کے لئے پانی لینے کنوئیں پر آئے تو لوٹے خالی پائے، گھبرا کر پانی نکالنے کے لئے ڈول کنوئیں میں ڈالا، ہاتھ پیر پھیلے ہوئے تھے رسی میں الجھ کر دھم سے کنوئیں میں جا پڑے۔ آپ کے ہاتھ میں چونکہ ڈول کی رسی تھی قدرت نے ڈول الٹا کر کے آپ کو اس پر بٹھا دیا اور آپ بہ آرام اس پر بیٹھے تیرتے رہے جس وقت آپ کنوئیں میں گرے ایک رکعت ہو چکی تھی، نماز کے بعد کنوئیں پر نمازیوں کا مجمع ہو گیا اور بحالت پریشان کنوئیں کے اندر جھانکنے لگے، آپ نے فرمایا میں آرام سے بیٹھا ہوں گھبرانے کی کوئی بات نہیں، غرض یہ کہ پیڑھا ڈال کر آپ کو کنوئیں سے باہر نکالا چھوٹی انگلی میں خفیف سی خراش آئی تھی،

آپ بچپن ہی سے بالطبع سلیم القلب اور شیدائے سنت تھے۔ اس لئے آپ نے اپنے مکان میں کبھی کوئی تصویر نہیں رہنے دی، آپ کی علاتی بہن امۃ الحق گڑیاں کھیلتی تھی آپ جس وقت باہر سے تشریف لاتے گڑیوں کو توڑ مروڑ کر پھینک دیتے تھے۔

آپ بچپن ہی سے لہو و لعب سے طبعاً متنفر تھے۔ محمد ابراہیم صاحب مرحوم (آپ کے بچپن کے یار) کا بیان ہے کہ ابتدائے عمر میں مولانا رشید احمد کی یہ کیفیت تھی کہ وہ نہایت متانت اور سنجیدگی کے ساتھ گفتگو کیا کرتے تھے۔ مجھے یاد نہیں کہ آپ کسی کھیل تماشہ میں شریک ہوئے ہوں، اگر ہمجولیوں کے کہنے سے کبھی ساتھ بھی ہو گئے ہوں

تو ایک طرف بیٹھ جاتے اور یہ فرمایا کرتے " بھائی تم سب کھیلو، میں تمہارے کپڑوں کی حفاظت کروں گا " میں نے انھیں کبھی نہیں دیکھا کہ وہ کبھی بچوں کی طرح کھلکھلا کر ہنسے ہوں یا قہقہہ مارا ہو۔

بیت تعلیم و تربیت کرنال میں آپ نے مولوی محمد تقی صاحب مرحوم سے فارسی عربی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد صرف و نحو کی کتابیں مولوی محمد بخش صاحب رامپوری سے پڑھیں مولوی محمد بخش صاحب رامپوری آپ کے نہایت ہی شفیق استاد تھے۔ ابتدائی کتب صرف و نحو کے تعلیم کے آپ نے رائے دی دینیات کی تعلیم تکملہ کے لئے دہلی چلے جاؤ۔

دہلی پہنچکر آپ نے قاضی احمد الدین پنجابی جہلمی سے سبق پڑھنا شروع کیا، یہ واقعہ ۱۲۶۱ھ کا ہے، کچھ روز بعد آپ مولانا مملوک العلی (والد ماجد حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی) کی خدمت میں پہنچے، وہاں آپ کا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کا ساتھ ہو گیا۔ اور یہ دونوں ہونہار طالب علم پوری سرگرمی سے تحصیل علوم میں مشغول ہو گئے۔ چند سال دہلی میں رہ کر آپ نے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل فرمائی صحاح ستہ کے علاوہ معقولات میں منطق، فلسفہ، ادب، ہیئت، ریاضی اور منقولات میں تفسیر، اصول فقہ معانی وغیرہ کی اکثر کتابیں مولانا شیخ مملوک العلی سے پڑھیں، اور صحاح ستہ حضرت شاہ عبدالغنی سے پڑھیں، ۲۱ سال کی عمر میں تکمیل علوم و فنون کے بعد آپ گنگوہ تشریف لے آئے۔

نکاح زمانۂ طالب علمی کے بعد جب آپ گنگوہ تشریف لائے آپ کے بڑے ماموں مولانا محمد تقی صاحب نے اپنی صاحبزادی کا عقد مسنون آپ کے ساتھ کر دیا۔ نکاح کے بعد آپ کو قرآن شریف حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوا اور آپ نے بغیر کسی استاد کے

خود ہی قرآن مجید حفظ کر لیا ۔

سلوک و طریقت خدا طلبی کا شوق آپ کے قلب مبارک میں موجزن تھا بیعت ہونے کے لئے شیخ کامل کی تلاش ہوئی، غیبی نصرت و امداد سے آپ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر پہنچ کر قطب العالم حضرت حاجی امداد اللہ سے بیعت ہو گئے، ابھی آپ کو بیعت ہوئے آٹھ ہی روز گذرے تھے کہ حضرت قطب العالم نے فرمایا "میاں مولوی رشید جو نعمت حق تعالیٰ نے مجھ کو دی تھی وہ آپ کو دے دی آئندہ اس کو بڑھانا آپ کا کام ہے، چالیسویں دن آپ بخار میں مبتلا ہو گئے حضرت قطب العالم سے گنگوہ واپس جانے کی اجازت چاہی۔ بیالیسویں روز آپ تھانہ بھون سے روانہ ہو گئے حضرت قطب العالم معہ دیگر متعلق حضرات کے آپ کو رخصت کرنے کچھ دور تک ساتھ آئے، اور حضرت مولانا کا ہاتھ پکڑ کر ایک جانب لے جا کر فرمایا کہ اگر کوئی تم سے بیعت کی درخواست کرے تو اس کو بیعت کر لینا ۔

حضرت مولانا قدس سرہٗ بیعت کرنے کے مجاز ہونے کے بعد گنگوہ واپس آئے تو دربارِ امدادیہ میں حاضری کا یہ سلسلہ جاری رکھا کہ آٹھ دن گنگوہ میں رہے تو دس دن تھانہ بھون میں ۔

فکر معاش آپ کی شادی ہوئے کئی مہینے گزر چکے تھے، آپ کی طبعی غیرت نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ اپنا بوجھ بار کسی پر ڈالیں ۔ اسی اثنا میں قرآن مجید کا ترجمہ پڑھانے کی ایک نوکری آئی، ملازمت پر چلے گئے ۔ چھ ماہ ملازمت کر کے آپ نے نوکری کو خیر باد کہہ کر توکل تام اختیار فرما لیا کنبہ والوں نے

طعن اور آوازے کسنے شروع کئے مگر آپ کوہ استقلال بن کر اپنے کام میں مصروف رہے۔ دنیا طلبی اور محبت زر و مال سے آپ کا قلب صافی بالکل خالی اور پاک ہو گیا تھا۔

پروگرام اوقات آپ کی عمر ۷۰ سال سے متجاوز ہو چکی تھی مگر ضبط اوقات کا یہ عالم تھا کہ دن بھر روزے سے رہ کر بعد نماز مغرب چھ کی جگہ بیس رکعت صلوٰۃ اوابین پڑھا کرتے تھے جن میں تخمیناً دو پارہ قرآن مجید تلاوت فرماتے تھے۔ رکوع اور سجود اس قدر طویل فرماتے تھے کہ دیکھنے والوں کو شبہ ہو جاتا تھا کہ شاید آپ کو سہو ہو گیا ہے۔ اس کے بعد کھانا کھانے کے لئے جتنی دیر مکان پر قیام فرماتے اس مختصر وقت میں بھی کئی پارے قرآن مجید کے ختم فرما لیتے تھے، پھر تھوڑی دیر بعد نماز عشاء میں مشغول ہو جاتے اور اس میں گھنٹہ سوا گھنٹہ صرف ہو جاتا۔ نماز سے فارغ ہو کر دس گیارہ بجے آرام فرماتے اور دو ڈھائی بجے اٹھ کر ڈھائی تین گھنٹہ تک نماز تہجد میں مشغول ہو جاتے۔ پھر نماز فجر کے بعد ساڑھے آٹھ بجے تک وظائف اور اد مراقبہ میں مصروف رہ کر نماز اشراق پڑھ کر چند ساعت استراحت فرماتے لنے میں ڈاک آجاتی تو خطوط کے جوابات اور فتاویٰ لکھواتے اور چاشت کی نماز سے فارغ ہو کر قیلولہ فرماتے۔ ظہر کے بعد حجرہ کا دروازہ بند ہو جاتا اور تا عصر تلاوت کلام اللہ میں مصروف رہتے۔

رمضان المبارک میں تلاوت کلام اللہ کا شغل خصوصیت کے ساتھ اس درجہ بڑھ جاتا تھا کہ مکان تک آنے جانے میں کسی سے بات نہ فرمایا کرتے تھے، نمازوں میں اور نمازوں کے بعد تخمیناً نصف ختم قرآن مجید آپ کا یومیہ

معمول تھا۔ رمضان کی چاندرات کو حاضرینِ مجلس سے فرمایا کرتے "آج سے کچہری برخاست، رمضان کو بھی آدمی ضائع کرے تو افسوس کی بات ہے۔

حجرۂ خاص حضرت مولانا صاحب نے خلوت اور عبادت کے لئے اس حجرہ مقدس کو جو سالہا سال تک قطب العالم حضرت مولانا شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ کا معبد اور خلوت خانہ رہا تھا۔ اور ویران پڑا ہوا تھا، صاف ستھرا کر کے اپنا خلوت خانہ مقرر فرمایا۔ یہ متبرک حجرہ ۳½ سو سال سے ویران کیڑے مکوڑوں کی رہائش گاہ بنا ہوا تھا، گھوڑے گدھوں کی لید سے سڑ رہا تھا، آپ نے فرش اور در و دیوار کو لیپ پوت کر آئینہ جیسا صاف بنا دیا، یہی خلوت خانہ آپ کا عبادت خانہ تھا، اور مطب بھی روحانی علاج کے علاوہ اس حجرہ میں ہزاروں مسلمان چھوٹے بڑے مریضوں کا جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ حق تبارک و تعالیٰ نے آپ کو وہ دستِ شفا اور ملکہ تشخیص عطا فرمایا تھا کہ لاعلاج مریض آپ کے دستِ شفا بخش پر شفایاب ہوگئے۔

غدر ۱۸۵۷ء میں حضرت مولانا پر بغاوت کا الزام ۱۸۵۷ء میں انتظامِ سلطنت تبدیل ہو جانے کی وجہ سے ہر جگہ فتنہ و فساد کا بازار گرم تھا ضلع سہارنپور اور مظفر نگر میں بھی جا بجا فسادات و بدامنی ہو رہی تھی، بغاوت و فساد فرو ہونے کے بعد گورنمنٹ برطانیہ نے غلبہ پا کر باغیوں کی سرکوبی شروع کی۔ بعض مفسدین نے آپ اور آپ کی جماعت پر یہ الزام لگایا کہ وہ فسادات تھانہ بھون اور تحصیل شاملی پر حملہ کرنے والے گروہ میں شامل تھے چنانچہ قطب العالم حضرت حاجی امداد اللہؒ۔ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے وارنٹ جاری ہو گئے۔ قطب العالم حضرت حاجی امداد اللہؒ

صاحب روپوش ہوکر براہِ سندھ و کراچی عرب کا راستہ لیا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دیوبند میں روپوش رہے مگر وہ حفاظتِ خداوندی سے گرفتاری سے محفوظ رہے، حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ گرفتار کر لئے گئے۔ چھ ماہ حوالات میں رہنا پڑا، آخر تحقیق و تفتیش سے جب عیاں ہوا کہ آپ پر بغاوت کا الزام غلط ہے تو رہا ہوکر گنگوہ تشریف لائے۔

درسِ حدیث اس قصہ کے کچھ عرصہ کے بعد حضرت نے کتب حدیث کا درس شروع کیا، آپ کی تقریر ایسی سلیس اور عام فہم ہوتی تھی کہ پاس بیٹھے ہوئے عام لوگ بھی حرفاً حرفاً سمجھ لیتے تھے، اختلافِ حدیث اور تعارض کے متعلق ایسی مختصر مگر جامع تطبیق فرماتے تھے کہ ذرہ برابر الجھن نہ رہتی تھی۔

حضرت مولانا صاحب قدس سرہٗ باوضو درسِ حدیث دیا کرتے تھے اور طلباء کو بھی صراحتاً باوضو رہنے کی ہدایت فرماتے تھے۔

جب طلباء پڑھتے پڑھتے تھک جاتے تو آپ کوئی ایسا لطیفہ بیان فرما دیتے کہ سب ہنس پڑتے بعض ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو جاتے پیٹوں میں درد ہونے لگتا۔

آپ کے درسِ حدیث کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ طلباء کی استعداد کے موافق کلام فرماتے تھے اور ہر شاگرد کی قابلیت اور سمجھ کے انداز پر گفتگو فرماتے تھے۔

حضرت مولانا قدس سرہٗ کا درس اس سال تک جاری رہا جس سال نزول الماء کی وجہ سے آپ ظاہری بینائی سے معذور ہوگئے۔

سفرِ حج اوائل ۱۲۸۰ھ میں آپ حجِ بیت اللہ کو تشریف لے گئے، اور محرم ۱۲۸۲ھ میں مراجعت فرمائے وطن ہوئے، اور ۱۲۸۲ھ حج

میں آپ کے مشکوئے معلیٰ میں مولوی محمود صاحب مرحوم پیدا ہوئے، جو عین عالمِ شباب میں باپ کی زندگی ہی میں مفارقت کر گئے۔

بلدۃ الحرام میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے فیض صحبت سے رُوحانی نعمتیں حاصل کیں، مدینۃ الرسول میں حاضر ہو کر حضرت مولانا شاہ عبدالغنیؒ صاحب کی زیارت سے شرف اندوز ہوئے۔

دوسرا سفرِ حج ۱۲۹۴ھ میں روس اور ٹرکی کی جنگ ہو رہی تھی حضرت مولانا صاحب علماءِ ہندوستان کی ایک جماعت کے ساتھ حجِ بیت اللہ کے واسطے روانہ ہوئے، اس سفر میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ مولانا رفیع الدینؒ بھی ہمراہ تھے۔ سفرِ حج سے واپسی میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ علیل ہو گئے ۱۲۹۷ھ میں انتقال فرمایا۔ حضرت مولانا گنگوہی ۱۲۹۵ھ میں گنگوہ واپس آ گئے۔

عبادت سے شغف حضرت مولانا صاحب قدس سرہٗ کی عادت شریفہ تھی کہ کیسا ہی کوئی امیر، غریب، اجنبی، مسافر، مہمان، عالم، یا عامی آدمی کیوں نہ ہو عبادت اور مشغولیت کے اوقات میں سب کو چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے تھے اور اپنا کام پورا فرماتے تھے۔

ایثار ایثار کی صفت آپ میں اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ کوئی شخص بدن کے کپڑے آپ سے مانگتا تو آپ فوراً اُتار کر عطا فرما دیتے تھے، مولوی ابو البرکات صاحب جب وطن جانے لگے تو حضرت سے عرض کیا، کوئی ملبوس خاص عطا فرمایئے، آپ نے فوراً عمامہ سر سے اُتار کر حوالے کر دیا

سخت کیت طبعی نفاست اور نزاکت

یوں تو آپ خلقی طور پر نفاست پسند تھے، کثرتِ ذکر کی وجہ سے لطافت اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ ہر امر موذی سے بھی اذیت محسوس فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ چند آدمی آپ کے پاس بیٹھے تھے، ان لوگوں کے کپڑوں سے پسینے کی بُو آ رہی تھی، آپ نے دل شکنی کے خیال سے تو اُن سے صاف طور پر کچھ نہ کہا، مگر مولوی محمد یحییٰ سے مخاطب ہو کر فرمایا "میاں مولوی یحییٰ کبھی نہا بھی لیا کرو۔ دیکھو بدن سے پسینے کی بو آنے لگی ہے"۔

عادات و معمولات

اتباعِ شریعت آپ کا ایسا طبعی امر ہو گیا تھا کہ غفلت سے بھی کوئی امر خلاف شرع صادر نہیں ہوتا تھا، شریعت پر استقامت اور ثباتِ قدم اس درجہ حاصل تھا کہ بلا عذرِ شرعی کبھی بھول کر بھی آپ سے ترکِ مندوب یا ارتکابِ مکروہ نہیں ہوا۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ نے معمولی کپڑا بھی پہنا اور بڑھیا کپڑا بھی زیب تن فرمایا، مگر آپ کے نزدیک یہ دونوں برابر تھے، نہ ادنیٰ درجہ کے کپڑے سے کراہت اور نفرت تھی نہ اعلیٰ لباس سے رغبت و محبت۔ طبیعت میں چونکہ لطافت اور نفاست زیادہ تھی اس لئے میلے کپڑے سے آپ کو ہمیشہ تکدر ہوتا تھا، آپ روزانہ غسل فرمایا کرتے تھے۔

خوشبو سے محبت

حضرت مولانا گنگوہیؒ کو خوشبو سے بے حد محبت تھی، ہر قسم کا عطر استعمال فرمایا کرتے تھے عطرِ گلاب بیحد مرغوبِ طبع تھا ایک مرتبہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب گنگوہیؒ سے آپ نے فرمایا کہ مولوی محمد قاسم صاحب کو گلاب سے بہت محبت تھی سمجھتے ہو کہ اس کا سبب کیا تھا، اُنھوں نے عرض کیا حضرت شاید یہ وجہ ہو کہ ایک حدیثِ ضعیف میں آیا ہے کہ "گلاب جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے عرقِ مبارک سے بنا ہوا ہے۔" آپ نے فرمایا ہاں اگرچہ ضعیف حدیث ہے مگر ہے تو حدیث

بیعت و ارشاد بیعت کرنے کے بارے میں آپ کا دستور تھا کہ وہ عرفانِ قلب سے طالب کی طلبِ صادق کا پتہ چلتا ہے۔ اسی لئے آپ عام طور پر بیعت فرمانے سے انکار فرما دیتے تھے، اُمراء اور رؤساء کو تامل کے بعد بیعت فرمایا کرتے تھے اور اُن سے سنی الوسع بچنا اور احتیاط اور احتراز مناسب سمجھا کرتے تھے۔ غرباء اور مساکین کی مراد عموماً جلد پذیرا ہو جاتی تھی مستورات کو بھی بیعت فرمالیا کرتے تھے مگر پس پردہ۔

بیعت سے قبل اکثر طالبین کو آپ استخارہ کا حکم دیتے اور یوں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ بطریق مسنون اس نیت سے دو رکعت پڑھو، دُعائے استخارہ وہی ارشاد فرماتے جو حدیث شریف میں مذکور ہے، استخارہ کے بعد دوبارہ اظہارِ خواہش پر بیعت فرمالیتے تھے۔

آپ کے ہاں بیعت کا کوئی وقت مخصوص نہ تھا جس وقت بھی آپ کا منشا ہوا طالب کو وضو کرنے کا حکم دیا اور جب وہ وضو کر کے حاضر ہوا آپ نے توبہ کرا دی پھر بھی صلوٰۃ مکتوبہ کے بعد خصوصاً عصر یا جمعہ کے بعد آپ اکثر بیعت فرمایا کرتے۔

آپ کی اکثر عادت تھی کہ طالب کے دونوں ہاتھ ملا کر اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھام لیتے، کئی آدمی ہوتے تو سب کے ہاتھوں کو ملا کر ہر دو دستِ مبارک کے درمیان لے لیتے تھے بعض اوقات آپ نے اس کا التزام بھی چھوڑ دیا، طالبین کے مجمع کو سامنے بٹھا کر توبہ کرادی اور داخل سلسلہ فرمالیا۔

جس وقت آپ کسی کو بیعت فرماتے تو گردن نیچے جھکا لیتے اور طالب کو مخاطب بنا کر یوں فرمایا کرتے ۔

"کہو ایمان لایا میں خدا پر، اُس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اُس کے نبیوں پر اور تقدیر پر کہ بُرا ہو یا بھلا ہو، سب خدا ہی کی طرف سے ہے ۔ اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر ۔ توبہ کی میں نے کفر سے بدعت سے اور ساری معصیت سے ۔ عہد کیا میں نے جھوٹ نہیں بولوں گا ۔ چوری نہیں کروں گا، زنا نہیں کروں گا، کسی پر جھوٹا بہتان نہیں لگاؤں گا ۔ پانچ وقت کی نماز پڑھوں گا، رمضان کے روزے رکھوں گا، اگر مال ہو گا حج کرونگا، زکوٰۃ واجب ہوگی تو زکوٰۃ دوں گا اگر کوئی قصور ہو جائے گا تو فوراً توبہ کروں گا، بیعت کی میں نے رشید احمد کے ہاتھ پر خاندان چشتیہ نقشبندیہ قادریہ سہروردیہ میں

اس کے بعد آپ ہاتھ چھوڑ کر مختصر نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ بیعت نام عہد کا ہے جو خدا سے کیا جاتا ہے سو اس کا دھیان رکھنا کہ ٹوٹنے نہ پائے ۔ اصل بیعت یہی ہے کہ آدمی اپنے وعدہ کا پکا رہے ۔

تلقین و تربیت خدام آپ عموماً متوسلین کو بیعت کرنے کے بعد یہ تعلیم فرماتے تھے کہ فجر و مغرب کی نماز کے بعد سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الٰہ الا اللہ، و اللہ اکبر سو سو بار پڑھ لیا کرو، اور ایک تسبیح استغفار کی جس وقت فرصت ملے پڑھ لیا کرو، اور اگر بعد نماز عشاء کاروبار سے فارغ ہو کر پڑھا جائے تو بہتر ہے درود شریف کے اس صیغہ سے آپ کو زیادہ اُنس تھا ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ ۔

نیز متوسلین کو درود شریف پڑھنے کی بھی تعلیم فرماتے تھے ۔ کہ کم سے کم ۳۶۰ مرتبہ روزانہ پڑھا جائے اتنا نہ ہو سکے تو کم از کم ایک تسبیح ضرور پڑھنی چاہئے

اذکار و اشغال میں آپ کسی خاص طریق کے پابند نہ تھے ۔ طالب کی طبیعت کا رنگ دیکھ کر اُس کے مناسب حال تربیت فرماتے تھے، آپ سالک کو دوازدہ تسبیح تعلیم فرماتے تھے اور اتنا اہتمام کرایا کرتے تھے کہ اگر شب کو نہ ہو سکے تو دن کو پوری کی جائیں اور آج نہ ہو سکیں تو کل قضا کی جائیں یا لجہر نہ ہو سکیں تو آہستہ آہستہ سہی بیٹھ کر نہ پڑھ سکیں تو لیٹ کر پڑھیں، وضو قائم نہ رہے تو بے وضو ہی غرض جہاں تک ممکن ہو اور جس طرح بھی ناغہ نہ کی جائیں، اس کے بعد جب سالک کو ذکر اللہ کی طرف رغبت پیدا ہو جاتی تو اسمِ ذات اللہ اللہ یا نفی و اثبات لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی تعداد بڑھاتے اور ایک ہزار سے بارہ ہزار بلکہ ۲۴ ہزار تک ذکر بالجہر کی تعلیم فرمایا کرتے تھے اس کے ساتھ ہی پاسِ انفاس تلقین فرماتے ۔

پاسِ انفاس یا ذکرِ قلبی کا اثر جب آپ سالک پر محسوس فرماتے تو مراقبہ حضوری و معیت تعلیم فرماتے، یا جو شغل اس کے لئے نافع ہوتا بتلا دیتے تھے ۔

غرض یہ کہ سالک کو زمانۂ سلوک میں جو کچھ آپ تعلیم فرماتے تھے، اس کا خلاصہ اس قدر تھا کہ حق تعالیٰ کی وہ سچی محبت سوادِ قلب میں راسخ ہو جائے جس کا نتیجہ ہر حال میں اتباعِ شرع اور قدم قدم پر محبوب رب العالمین کی اقتدا ہے، اسلئے کہ حق تعالیٰ نے اپنی جانب وصول اور اپنے حصول کا یہی ایک طریق بیان فرمایا ہے

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰہُ ۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ کے خلفاءِ مجاز

(۱) حضرت مولانا الحاج خلیل احمد صاحب انبیٹھویؒ

(۲) حضرت الحاج مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ (شیخ الہند)

(۳) حضرت الحاج مولانا عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ

(۴) حضرت الحاج مولانا صدیق احمد انبہٹویؒ

(۵) حضرت الحاج مولانا محمد روشن خاں مرادآبادیؒ

(۶) حضرت الحاج مولانا محمد صدیق صاحب مہاجر مدنیؒ

(۷) حضرت الحاج مولانا حسین احمد صاحب مدنی مدّ فیوضہم

(۸) حضرت الحاج مولانا محمد اسحٰق صاحب نہٹوریؒ

(۹) مولانا حافظ محمد صالح صاحب رنکودر ضلع جالندھرؒ)

(۱۰) مولانا قدرت اللہ صاحب مرادآبادیؒ

(۱۱) مولانا عبدالصمد صاحب سونی پتیؒ

(۱۲) مولانا حکیم صدیق صاحب مرادآبادیؒ

(۱۳) حافظ محمد یٰسین صاحب نگینویؒ

(۱۴) مولانا صدیق احمد صاحب کاندھلویؒ

(۱۵) المبشر دار نصیر الحق کاندھلویؒ

(۱۶) مولانا محمد اکرام صاحبؒ (گرسہائے)

(۱۷) شیخ عبدالغفور صاحب بجے پوری
(۱۸) مولانا مخلص الرحمٰن صاحب بنگالی
(۱۹) مولانا رمیض احمد صاحب 〃
(۲۰) مولانا ضمیرالدین صاحب 〃
(۲۱) قاری محمد ابراہیم صاحب 〃
(۲۲) مولانا عبدالباری صاحب 〃
(۲۳) مولانا عبداللطیف صاحب 〃
(۲۴) مولانا صادق الیقین صاحب 〃
(۲۵) مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی
(۲۶) مولانا داؤد صاحب گنگوہیؒ
(۲۷) مولانا قادر علی صاحب دہلوی
(۲۸) مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب رام پوری
(۲۹) مولانا بہاءالدین صاحب کابلی

افتخار المشائخ الاعلام ۔ مرکز الخواص و العوام
منبع البرکات القدسیہ مظہر الفیضات المرضیہ
معدن المعارف الالٰہیہ مخزن الحقائق مجمع
الدقائق، سراج افرادنہ، قدوۃ اہل زمانہ سلطان
العارفین، غوث الکاملین، غیاث الطالبین قطب
عالم، مرشد خلائق و مولائی، شیخ الاسلام

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی دامت برکاتہ

دامانِ نگاہ تنگ گلِ حسنِ تو بسیار
گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

پیدائش اور نام و نسب آپ ۱۹ شوال ۱۲۹۶ھ کو بوقت ۱۱ بجے شب درمیانی دوشنبہ و سہ شنبہ میں بمقام قصبہ بانگرمئو ضلع اناؤ میں پیدا ہوئے حسین احمد نام رکھا، آپ کا آبائی وطن موضع الہ داد پور تحصیل ٹانڈہ ضلع فیض آباد ہے۔ آپ حسینی سید ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت سید حبیب اللہ صاحب حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ کے خلیفہ، نہایت پاکباز، باخدا ذاکر و شاغل تھے، والدہ محترمہ بھی متبع شریعت، صابر و قانع، ذاکر و شاغل تھیں۔

حضرت سید حبیب اللہ صاحبؒ کے پانچ فرزند تھے، اور پانچوں کے پانچوں آسمانِ معارف کے آفتاب و ماہتاب، اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

(۱) مولانا محمد صدیق صاحب فاضلِ دیوبند ۱۳۱۳ھ میں سندِ تکمیل حاصل

کر کے ۱۳۰۸ھ میں امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ جنگ جرمنی ۱۹۱۴ء میں ترکی حکومت کے زیر حراست ایڈریانوپل میں وفات پائی۔

(۲) حضرت مولانا سید احمد صاحب فاضل دیوبند، حضرت مولانا گنگوہیؒ سے بیعت تھے، ۱۳۶۰ھ میں وفات پاگئے۔

(۳) مولانا سید محمود احمد صاحب فاضلِ دیوبند، حجاز میں تشریف فرما ہیں، کچھ عرصہ پیشتر جدہ میں قاضی تھے۔

(۴) سید جمیل احمد صاحب آپ عرصہ ہوا وفات پاگئے

(۵) شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدظلہ العالی

عہدِ طفلی اور ابتدائی تعلیم

آپ کے والدِ ماجد قصبہ بانگرمئو کے اسکول میں ہیڈ ماسٹر تھے جس وقت آپ کی عمر ۳ سال تھی پنشن لیکر ٹانڈہ تشریف لے آئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم والد صاحب کی زیرِ نگرانی ٹانڈہ میں حاصل کی، ۱۳۰۹ھ میں جب عمر مبارک ۱۳ سال ہوئی، آپ کو شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن کی خدمت میں بغرض تعلیم دیوبند بھیجدیا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے مخصوص شفقت کے ساتھ اپنی اولاد کی طرح آپ کو تعلیم و تربیت دینی شروع کی، ابتدائی کتابیں بھی باوجود عدیم الفرصتی کے آپ کو پڑھائیں۔

تکمیل علوم ظاہر اور ولولہ خدا طلبی

سات سال کے قلیل عرصہ میں علومِ متداولہ سے فارغ ہو کر قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ سے بیعت ہو گئے۔ ۱۳۱۶ھ میں آپ کے والد ماجد مع جملہ اہل وعیال

بغرضِ ہجرت عازمِ بیت اللہ ہوئے، آپ بھی اُن کی رفاقت میں حجازِ مقدس تشریف لے گئے اور اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا گنگوہی کے ایما سے مکہ معظمہ میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی خدمتِ بابرکت میں رہ کر مراحلِ سلوک طے کئے حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں چند ماہ رہ کر آپ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے چند ماہ بعد حضرت حاجی صاحب بھی وصال فرما گئے۔

قیامِ مدینہ

آپ کے والدِ ماجد نے مدینہ طیبہ پہنچکر اپنا کل اثاثہ حسبِ حصص شرعی تقسیم کر کے فرمایا کہ میں تو یہاں ہجرت کی نیت سے آیا ہوں تم لوگوں کو اختیار ہے خواہ یہاں رہو یا ہندوستان واپس چلے جاؤ، والد صاحب کو تنہا چھوڑ کر ہندوستان واپس چلا آنا نہ والدہ صاحبہ کو گوارا تھا، نہ آپ صاحبان کو اسلئے سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ جب تک آپ زندہ ہیں ہم یہاں ہی رہیں گے روپیہ اتنا نہ تھا جو مدت العمر کے لئے کافی ہوتا طے پایا کہ تجارت کی جائے ایک دوکان کرایہ پر لے کر کاروبار شروع کیا گیا، آمدنی اتنی نہ تھی جو مصارف کی متحمل ہو سکتی حضرت شیخ الاسلام نے اُجرت پر کتابیں نقل کرنا شروع کر دیں جس سے آمدنی قلیل ہوتی تھی، وقت چونکہ بہت سا خالی رہتا تھا حضرت شیخ الاسلام نے مشاغلِ سلوک اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور ادبیات کی بعض باقی ماندہ کتابیں مدینہ طیبہ کے مشہور ادیب مولانا شیخ آفندی عبد الجلیل برادہ کے پاس شروع کر دیں

سفرِ گنگوہ اور حصولِ خلافت

مکہ معظمہ پہنچکر حضرت شیخ الاسلام با ایمائے پیر و مرشد تکمیلِ سلوک میں کمالِ جدوجہد کے ساتھ مصروف تھے، وارداتِ و کیفیات کی اطلاع گنگوہ بھیجتے رہتے تھے، یہاں تک کہ ۱۳۱۸ھ میں حضرت

مولانا گنگوہی کا والا نامہ پہنچا کہ چند روز کے واسطے گنگوہ آکر مجھ سے مل جاؤ، چنانچہ مولانا محمد صدیق صاحب اور حضرت شیخ الاسلام دونوں حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر گنگوہ پہنچے چند روز قیام کے بعد حضرت مولانا گنگوہیؒ نے دونوں بھائیوں کو اپنا ایک ایک جوڑا یعنی ملبوس کرتہ و پاجامہ عطا فرمایا، بمقتضائے ادب دونوں بھائیوں نے عطیہ قطب العالم کو سر آنکھوں پر رکھ کر شکریہ ادا کیا اس کے کچھ روز بعد حضرت قطب العالم کا حکم ہوا کہ اپنے اپنے عمامے لیکر حاضر ہو، دونوں بھائیوں نے اپنے اپنے عمامے حاضر کئے حضرت قطب العالم نے اپنے دست مبارک سے دونوں کے سر پر باندھ کر ارشاد فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ مولانا محمد صدیق نے عرض کیا "دستار فضیلت"۔ ارشاد ہوا "دستار خلافت"۔ اس انداز عطائے خلافت سے ان خلفائے کرام کے کمالات علمی و عملی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

حرم نبوی میں درس حدیث کا اجراء گنگوہ قیام فرما کر محرم ۱۳۲۰ھ میں آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے اور بڑے پیمانہ پر سلسلہ تعلیم شروع کر دیا، حق تبارک تعالیٰ نے آپ کو وہ عروج اور عز و جاہ عطا فرمایا کہ ہندی اور شامی علماء کو تو کیا مدنی علماء کو بھی نصیب نہ ہوا تھا۔ سلسلہ درس نے وسعت اختیار کی، حضرت شیخ الاسلام حدیث، تفسیر، فقہ وغیرہ کی چودہ پندرہ کتابوں کا درس روزانہ دینے لگے۔ سفر حج سے واپسی کے بعد ۱۳۲۶ھ تک جوار رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں حضرت شیخ الاسلام کا مسلسل قیام رہا، حرم پاک میں حلقۂ درس روز بروز ترقی پذیر رہا۔ آپ کی شہرت عرب سے متجاوز ہو کر دیگر ممالک اسلامیہ تک پہنچ گئی۔

دوبارہ واپسی ہندوستان ۱۳۲۶ھ میں آپ دوبارہ ہندوستان تشریف لائے اور دارالعلوم دیوبند کے جلسۂ دستار بندی میں شرکت فرمائی، اور تین سال قیام فرمانے کے بعد مدینہ طیبہ واپس تشریف لے گئے۔

حضرت شیخ الہند حکومت شریفی کی زد میں

۱۳۳۳ھ میں حضرت شیخ الہندؒ حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ حج سے فراغت کے بعد ۱۳۳۴ھ میں آپ کے سامنے ترکوں کے فسق وکفر کا فتویٰ سامنے آیا جو شریف حسین والیٔ مکہ کے ایما سے فرقہ پرست علماء کا ترتیب دادہ تھا حضرت شیخ الہندؒ نے اس فتوے کو حقارت سے ٹھکرا دیا چنانچہ ۲۳ صفر ۱۳۳۵ھ شب یکشنبہ کو شریف حسین نے حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ مولانا عزیز گل مولانا حکیم نصرت حسین کوڑوی اور مولانا وحید احمد صاحب کو گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ حضرت شیخ الاسلام ان حضرات کی گرفتاری سے ایک روز پہلے ہی ۲۲ صفر ۱۳۳۵ھ کو بروز دو شنبہ گرفتار کر لئے گئے تھے، حکومت شریفی نے ان حضرات کو جدہ پہنچا دیا، اور وہاں ایک ماہ قیام کے بعد مصر بھیجدیا گیا۔

جیزہ میں جو قاہرہ کے بالمقابل دریائے نیل کے دوسرے کنارے پر واقع ہے سیاسی قیدیوں کا جیل خانہ تھا، اس جیل خانہ میں دوسرے مختلف ملکوں کے تقریباً دو سو قیدی زیر اسارت تھے، اور ان قیدیوں میں زیادہ تعداد مسلمانوں کی تھی، جیزہ کے جنگی دفتر میں ان حضرات کے بیانات قلم بند کئے گئے اور ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ کال کوٹھری میں بند کر دیا گیا، استغاثہ چونکہ ثبوت فراہم نہ کر سکا اسلئے حضرت شیخ الہندؒ اور اُن کے رفقاء کو ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ کو مالٹا روانہ کر دیا گیا

اسارت گاہِ مالٹا مالٹا کے جیلخانہ میں جرمنی، آسٹرین، بلغاری، ترکی، مصری، شامی ہر ملک کے اسیر تھے، سیاسی امور تاریخی حالات، بالخصوص حالات حاضرہ کے لئے یہ جیلخانہ گویا ایک بے نظیر کالج تھا جس میں صرف فکری سیاست کے عالم ہی نہیں بلکہ عملی سیاست کے ماہرین بھی موجود تھے، اہلِ ذوق اور ترقی پذیر حضرات نے اپنے لئے پروگرام مقرر کر لئے حضرت شیخ الاسلام نے اسی اسارت خانہ میں قرآن مجید حفظ کیا اور حضرت شیخ الہندؒ کی صحبت بابرکت سے غیر محدود معلومات کا ذخیرہ فراہم فرمایا۔

اسارت مالٹا سے رہائی اور جنگِ آزادی کا آغاز آخر ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ کو حضرت شیخ الاسلام اور حضرت شیخ الہند معہ رفقاء کے رہا ہوگئے۔ اس وقت ہندوستان میں تحریکِ آزادیِ وطن کا آغاز ہوچکا تھا حضرت شیخ الاسلام استخلاصِ وطن اور تحریکِ حریت میں ہمہ تن مصروف ہوگئے

حضرت شیخ الہند کی علالت اور وفات حضرت شیخ الہند بحالتِ مرض مالٹا سے رہا ہوئے تھے مرض نے رفتہ رفتہ تپِ دق کی شکل اختیار کرلی اور رہائی سے صرف پانچ ماہ بعد اس عالم سے رخصت ہوگئے۔

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے تبلیغ وارشاد اور سیاسی تحریکات میں اس سرگرمی سے حصہ لیا کہ اللہ اللہ، حضرت کی مصروفیات کو دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔

تعلیمی وتدریسی خدمات حضرت شیخ الاسلام نے ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۸ء تک تقریباً ۶ سال بنگال میں اور پھر سلہٹ آسام کے جامعہ اسلامیہ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے خدمات انجام دیں، فرصت کے اوقات میں تبلیغ وارشاد کا سلسلہ جاری رہا تھوڑے ہی عرصہ میں سلہٹ کچھار وغیرہ کے اضلاع آپ کے ایثار و اخلاص سے متاثر ہوکر حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے۔ چنانچہ یہ علاقہ جہاں بیس سال پہلے صرف دو چار ہی عالم تھے گلشنِ علم بن گیا، درجن کے قریب عربی مدارس ضلع سلہٹ میں قائم ہوگئے، جہاں ہزاروں بچوں کو دینی بلکہ انتہائی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

۱۹۲۷ء میں آپ دارالعلوم کے صدر بن کر تشریف لائے، اہلِ سلہٹ پر آپ کی جدائی ناقابلِ برداشت تھی، چلتے وقت باہمی معاہدہ طے پایا کہ رمضان المبارک کا مہینہ حضرتِ ممدوح سلہٹ میں گذارا کریں گے چنانچہ اس کے بعد ایامِ رمضان میں سلہٹ تشریف

لے جانے کا سلسلہ ۱۹۴۶ء تک قایم رہا اور ۱۹۴۷ء کے انقلابی خلفشار سے یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔

دارالعلوم کی صدارت حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہٗ کے استعفے کے بعد ۱۳۴۶ھ میں حضرت شیخ الاسلام کے سامنے دارالعلوم کی صدارت پیش کی گئی جو آپ نے مصالح دارالعلوم کے پیش نظر قبول فرمالی مگر ان شرطوں کے ساتھ کہ

(۱) سیاسی خدمات کے لئے آپ آزاد ہوں گے۔

(۲) سیاسی امور میں مدرسہ کی جانب سے کوئی رکاوٹ عائد نہ کی جائیگی۔

(۳) ہر مہینہ آپ کو ایک ہفتہ کے لئے اختیار ہوگا کہ سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لئے دیوبند سے باہر دوسرے مقامات پر سفر کر سکیں۔

فوق العادت روحانی قوت سیاسی، تبلیغی اور تدریسی خدمات کے علاوہ دارالعلوم کی صدارت کے منصبی فرائض کی ادائیگی آسان کام نہیں، راحت و آرام بےفکری سکون قربان کر دینے کے بعد متذکرہ فرائض کی ادائیگی ممکن ہے، مگر حضرت ہیں کہ شب کو کئی کئی گھنٹے مسلسل تقریر کر کے رات بھر سفر کرتے ہیں اور صبح ہی مدرسہ پہنچکر مسلسل کئی گھنٹہ تک طلباء کو درس دے رہے ہیں۔ قیام دیوبند میں بھی مشاغل کا تسلسل اسی طرح قایم رہتا ہے۔ بعد نماز مغرب صلوٰۃ الاوابین کے بعد مریدوں کو تلقین یا بیعت پھر عشاء کے بعد ایک دو گھنٹہ درس حدیث، کتب بینی، مطالعہ اخبارات پھر اخیر شب میں تہجد اس کے بعد ذکر و مراقبہ وغیرہ

ظاہر ہے کہ اتنے مشاغل کو بالالتزام تسلسل کے ساتھ قایم رکھنا فوق العادت روحانی طاقت ہی کے مالک کا کام ہو سکتا ہے ورنہ تن آسان لوگوں کے لئے اتنے

مشاغل کی پابندی ناممکن بلکہ محال ہے ۔

حضرت شیخ الاسلام کے تلامذہ حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے زمانہ میں تو دورۂ حدیث میں طلباء کی تعداد زیادہ سے زیادہ ۹۰ ہوتی تھی لیکن آپ کے زمانہ میں دورۂ حدیث کے طلباء کی تعداد ڈھائی سو سے بھی زیادہ متجاوز ہوجاتی ہے ، ان طلباء میں ہندوستان کے باشندوں کے علاوہ افغانستان ، ایران چینی ترکستان ، حجاز ، یمن ، برما ، ملایا ، جاوا ، جزائر شرق الہند کے طلباء کی بھی کافی تعداد ہوتی ہے ، اندازہ کیا گیا کہ گزشتہ ۲۰ سال میں کم و بیش پانچ ہزار طلبا ربلا واسطہ آپ سے فیضیاب ہوئے ۔ اس عرصہ میں اگر ہر شاگرد کے حلقۂ درس سے دس طلبا بھی فیضیاب ہوئے ہوں تو آپ کے بلاواسطہ تلامذہ کی تعداد پچاس ہزار سے بھی متجاوز ہوجاتی ہے

یہ تعداد تو صرف اُن تلامذہ کی ہے جنہوں نے آپ سے علم ظاہری حاصل کیا جو خدا پرست آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اُن کی تعداد جُدا ہے ۔

اس کے علاوہ حرم نبوی میں طلباء عرب عجم اور اُن کے فیض یافتگان کی تعداد بھی شامل کرلی جائے تو مسترشدین اور متوسلین کی تعداد لاکھوں سے بھی متجاوز ہوجائیگی

اتباعِ سنّت حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لا یؤمن احدکم حتیٰ یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ (ارشاد نبوی ہے کہ کوئی مومن اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس کی خواہش اس تعلیم و سنت کے تابع نہ ہوجائے جس کو میں نے پیش کیا ہے ۔ حضرت شیخ الاسلام کی سیرت و خصلت کا قریب سے مطالعہ کرنے سے ہی آپ کے باطنی کمالات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے آپ کے عام مشاغل ، آپ کی سادگی ، بے تکلفی اور خلقِ خدا کے ساتھ ربط و ضبط ظاہر

(باقی صد ۱۸۵ پر)

حضرت شیخ محمد صادق گنگوہیؒ

گزشتہ صفحات میں عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت شیخ ابوسعید گنگوہیؒ کے خلیفہ شیخ محمد صادق گنگوہی بھی تھے آپ قطب العالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کی اولاد امجاد میں سے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ حضرت شیخ محمد صادق بن شیخ فتح اللہ بن شیخ عبدالصمد بن شیخ عبدالمجید بن قطب العالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ

۷ار ربیع الثانی ۹۸۵ھ کو گنگوہ میں پیدا ہوئے۔ اوائل عمر میں ہی تکمیل علوم ظاہریہ فرمائی حضرت شیخ ابوسعید گنگوہیؒ سے بیعت ہونے کا واقعہ اقتباس الانوار میں اس طرح مرقوم ہے کہ جب حضرت شیخ ابوسعید اپنے پیر مرشد حضرت خواجہ نظام الدین بلخی کی خدمت اقدس سے رخصت ہو کر گنگوہ تشریف لا کر مسند آرائے رشد و ہدایت ہوئے۔ ان دنوں حضرت شیخ محمد صادقؒ نوجوان تھے عید کے دن لباس فاخرہ پہنکر حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں سلام کرنے حاضر ہوئے۔ حضرت نے آپ کو دیکھتے ہی اپنے دوستوں سے فرمایا کہ میری ولایت کا نور محمد صادق کی پیشانی میں چمکتا نظر آرہا ہے۔ حضرت نے جناب شیخ محمد صادق پر ایک نظر ڈالی۔ شیخ صاحب کا دل حضرت کی محبت میں کھنچ آیا۔ حضرت سے بیعت ہو گئے حضرت نے شغل نفی و اثبات و اسم ذات تعلیم فرمایا۔ شیخ محمد صادق شب و روز اشغال میں مشغول رہنے لگے۔

آپ کے والدین کو خبر ہوئی تو کہنے لگے کہ ابوسعید نے تو ہمارے لڑکے کو کہیں کا نہ چھوڑا یہ مقولہ حضرت کے کانوں تک پہنچ گیا۔ حضرت نے شیخ محمد صادق سے فرمایا

کہ تمہارے والدین تمہارے بارے میں ایسا ایسا کہتے ہیں. کہو تمہارا کیا ارادہ ہے شیخ محمد صادق نے دست بستہ عرض کیا کہ غلام کا ارادہ وہی ہے جو پیر دستگیر کا ہے غلام کو سوائے پیر دستگیر کے دنیا و دین کی کوئی چیز مطلوب نہیں۔

یہ سن کر حضرت شیخ نے شیخ صاحب سے فرمایا. محمد صادق تم اپنے والدین سے عرض کرو کہ وہ اپنا حق بخش کر راہ خدا میں آزاد کر دیں۔ آپ نے پیرو مرشد کے حکم کی تعمیل کی. والدین نے برضا و رغبت آپکو راہِ خدا میں آزاد کر دیا۔

اب کیا تھا شیخ محمد صادق آزاد تھے. رات دن ذکر و شغل اور یادِ خدا میں مشغول رہنے لگے. تکمیل مراتب کے بعد حضرت شیخ ابو سعید گنگوہی نے آپ سے فرمایا کہ نصف شب کے بعد غسل کر کے میرے پاس آنا آپ حسب ارشاد پیرو مرشد بعد نصف شب حاضر ہوئے حضرت نے نسبت صوری و معنوی منتقل کر کے فرمایا کہ مجھے اپنے پیروں سے جو کچھ حاصل ہوا تھا وہ میں نے برضا و رغبت تمہیں بخش دیا. خرقہ خلافت عطا فرمایا. مسند ارشاد پر متمکن ہوتے ہزارہا مخلوق خدا آپ سے فیضیاب ہوئی۔

۷ ار محرم سنہ ۱۰۶۰ھ کو بعمر ۷ ۔ سال وصال فرمایا۔ مزار مبارک قصبہ گنگوہ میں ہے حضرت شیخ محمد صادق کے آٹھ خلفاء تھے جن کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

(۱) شیخ محمد (حضرت کے صاحبزادے)

(۲) شیخ داؤد (") المتوفی سنہ ۱۰۹۸ھ

(۳) شیخ ابراہیم مراد آبادی " سنہ ۱۰۹۷ھ

(۴) شیخ عبد السبحان سہارنپوری " سنہ ۱۱۰۲ھ

(۵) شیخ عبد الجلیل الہ آبادی " سنہ ۱۱۰۰ھ

(۶) شیخ محمدؒ جمال ساکن کاچھوہ المتوفی ۱۱۰۵ھ
(۷) شیخ مبارک (مرید حضرت شیخ ابوسعیدؒ) " ۱۰۶۲ھ
(۸) شیخ یوسف (" " ") " ۱۰۸۲ھ
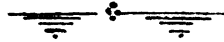
حضرت شیخ محمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ محمد صادق گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور ان کے خلیفہ وجانشین ہیں آپ ۱۰۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔ جب ۴ برس کے ہوئے تو قبلہ والد صاحب نے تحصیل علم ظاہری کے لئے شیخ سالار رامپوری انصاری کے سپرد کیا۔ ۷ سال کی عمر میں قرآن شریف ختم کرکے فارسی شروع کی اور تھوڑی بہت پڑھنے کے بعد عربی پڑھنی شروع کی۔ آپ کافیہ پڑھ رہے تھے کہ شکار کا شوق پیدا ہوا۔ اور استاد سے عرض کیا کہ ہمیں ایک باز لے دو استاد نے جواب دیا کہ تمہارے والد کے پاس شہباز ہے اُن سے لے لو اور یہ خلاف حرکتیں ترک کردو۔

آپ بعد نماز عشاء والد صاحب کے پاس گئے۔ عرض کیا ابا جان وہ جو آپ کے پاس شہباز ہے ہمیں دے دو۔ والد صاحب نے کہا تمہیں کس نے بتایا کہ میرے پاس شہباز ہے؟ عرض کیا۔ میرے اُستاد نے۔ والد صاحب نے فرمایا اب جاؤ پھر آنا۔ کئی روز گذر گئے آپ اسی طرح ٹلتے رہے۔ والد صاحب جس قدر ٹالتے تھے اُسی قدر آپ کا شوق بڑھتا تھا۔ آخر ایک روز حجرہ میں جاکر پیار و محبت سے والد صاحب کے گلے سے لپٹ کر کہنے لگے۔ ابا جان آج ضرور دیدو۔ آج لئے بغیر نہ جاؤں گا۔ فرمایا حجرہ میں بیٹھ جاؤ۔ تین دن بعد دوں گا۔ آپ فوراً بیٹھ گئے۔ حضرت نے آپ کو شغل سہ پایہ تعلیم فرمایا اور تاکید فرمائی کہ کلمہ طیبہ۔ استغفار اور درود شریف ہزار ہزار مرتبہ روزانہ بلا ناغہ پڑھو۔ چوتھی شب آپ نے غسل کراکر تعلیم اسرار حق فرمائی اور تلقین کے بعد چند روز شغل سہ پایہ میں مشغولیت کے بعد نسبت صوری ومعنوی

منتقل کرکے متوجہ الی اللہ اور خدا رسیدہ کردیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد خرقہ خلافت پہنایا اور اسم اعظم تلقین کیا اور خدمت سجادہ نشینی پیران کلیر شریف کی جو آپ کے آبا و اجداد سے چلی آتی تھی عطا فرمائی۔

۲۲ ربیع الاوّل ۱۰۹۹ھ کو بعمر ۷۱ سال رحلت فرمائے عالم بقا ہوئے۔
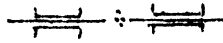
حضرت شیخ غریب اللہ غریب نوازؒ

آپ حضرت شیخ محمد گنگوہیؒ کے خلیفہ اعظم ہیں ۱۱۵۰ھ میں موضع اختیار میں پیدا ہوئے۔ جب آپ کی عمر ۱۷ برس کی ہوئی تو جذبہ محبت الٰہی نے کشش کی۔ پیر و مرشد کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے عرس پیران کلیر شریف میں حاضر ہوئے۔ وہاں اولیاء اللہ کا مجمع تھا نظر انتخاب حضرت شیخ محمدؒ پر پڑی۔ ایک سال تک آپ کی خدمت میں رہے۔ سال بھر بعد آپ کو بیعت کیا اور چند اشغال تعلیم فرمائے

ایک مرتبہ حضرت شیخ محمد صاحبؒ عرس پیران کلیر شریف میں شرکت کے لئے تشریف لارہے تھے۔ چند خادم آپ کے ہمراہ تھے جن میں آپ بھی تھے۔ آپ چونکہ نہایت مسکین اور غریب تھے سب نے اپنے کپڑے آپ کی پشت پر لاد دیئے۔ آپ نے کسی کو انکار نہ کیا۔ رڑکی کے قریب موضع رام پور میں قیام فرمایا اور سولانی ندی میں وضو کرکے ارادہ کیا کہ تمام فقراء یہاں سے ذکر کرتے ہوتے پیران کلیر شریف پہونچیں۔ اس وقت حضرت شیخ محمدؒ صاحب مراقب میں بیٹھے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت مخدوم صاحب روضۂ مبارک کے گنبد پر تشریف فرما ہیں اور تمام درویشوں کو رومال ہلا کر اشارہ فرما رہے ہیں کہ چلے آؤ اور شیخ محمد صاحب سے فرما رہے ہیں کہ تم میرے ہاں مت آئیو جب تک میرے غریب کا حق ادا نہ کردو۔ عرض کیا۔ حضرت آپ کا غریب کون شخص ہے۔ فرمایا اس کا نام بھی غریب ہے اس کی عادت بھی غریب ہے اس کی قوم بھی غریب ہے اس کی صورت بھی غریب ہے۔ اختیار پور کا رہنے والا ہے۔ حضرت شیخ محمدؒ نے عرض کیا کہ حضور کے دربار میں حاضر ہو کر حق ادا کروں گا۔

فرمایا نہیں۔ اسی جگہ حق ادا کرکے آئیو" اسی وقت آپ نے مراقبہ سے سر اُٹھا کر پکارا غریب
غریب اختیار پور کا رہنے والا جو غریب ہے، وہ میرے پاس آجاتے۔ مریدوں نے فوراً آپ کو
پیش کر دیا آپ نے فرمایا جاؤ غسل کرکے آؤ۔ آپ سولانی ندی میں غسل کرکے حاضر خدمت
ہوتے حضرت شیخ محمد صاحب نے آپ کو اپنے سامنے بٹھا کر اسرار حق تعلیم کئے اور نسبت صوری
و معنوی منتقل کی اور مریدوں سے فرمایا کہ اس غریب کو حضرت مخدوم صاحب نے خلافت
عطا فرمائی ہے جو شخص حضرت مخدوم صاحب کی رضامندی کا خواستگار ہو وہ ان کو پالکی
میں بٹھا کر کندھا دے۔ یہ سنتے ہی سب پیر بھائیوں نے اُن کو پالکی میں سوار کرکے کسی نے
کندھا اور کسی نے ہاتھ لگا کر سولانی ندی کے پار اُتارا۔

آپ اعزاز و احترام کے ساتھ عُرس میں حاضری کے بعد واپس آتے آپکی یہ مقبولیت
کا حال حضرت شیخ محمد صاحب کی اہلیہ محترمہ کو معلوم ہوا تو انھوں نے اپنی خادمہ سے آپ کو دروازہ
پر بلا کر کہلوایا "تم اپنے مرشد کا چراغ جلانا چاہتے ہو یا نہیں؟ آپ نے فرمایا۔ کون کمبخت ہے جو
اپنے پیر کا چراغ جلانا نہ چاہتا ہو۔ حضرت کی اہلیہ نے فرمایا کہ اولاد تو اُن کے ہے نہیں، چراغ کون
جلائے گا آپ نے خادمہ سے کہا کہ مائی صاحب سے دریافت کرو کہ کیا اولاد کی خواہش ہے؟ دریافت
کرنے پر معلوم ہوا کہ ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا اب تو غریب اولاد لے کر ہی حاضر ہوگا۔ آپ اسی
وقت صدر پور کی جھیل میں ناف تک پانی میں کھڑے ہوکر دست بدعا ہوتے حق تعالیٰ نے الہام
فرمایا کہ تیرے پیر کے ایک لڑکا پیدا ہوگا آپ نے فرمایا الہ العالمین تو وہاب ہے کچھ اور زیادہ
کا حکم ہو۔ حکم ہوا اچھا دو بیٹے آپ نے عرض کیا الٰہی تیرے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں کچھ اور اضافہ
ہو حکم ہوا اچھا تین لڑکے۔ آپ نے پھر عرض کیا یا الٰہی اور زیادتی کا خواستگار ہوں۔ حق تعالےٰ
نے فرمایا کہ اچھا چار ہوں گے۔ پھر عرض کیا یا الہ العالمین یہ چاروں صاحبزادے حافظ قرآن

عالم اور صوفی ہوں۔

ادھر آپ حق تعالیٰ سے ضد کر رہے تھے ادھر پیر و مرشد کو عالم مکاشفہ میں معلوم ہوا کہ غریب اللہ تعالیٰ سے ضد کر رہا ہے حضرت پیر و مرشد اسی وقت بصورت روحانی رونما ہو کر فرمانے لگے۔ بس اس ضد سے باز آجاؤ۔ جو کچھ ملا اسی پر شکر خداوندی کر کے چلے آؤ۔ آپ اسی وقت شکر الٰہی ادا کر کے واپس چلے آئے اور بعد نماز اشراق پیر و مرشد کے دولتکدہ پر جا کر خوشخبری سنائی اور وہاں سے واپس ہو کر پیر و مرشد کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ پیر و مرشد بہت خوش ہوئے اور فرمایا دیکھو اب تمہیں پیرزادیاں تنگ کریں گی تم اختیار پور چلے جاؤ۔ آپ فوراً اختیار پور چلے گئے اور وہاں مسند ارشاد پر بیٹھ کر محتاج و مساکین کو لنگر تقسیم کرنا شروع کر دیا اور بہت سے طالبان خدا کو خدا تک پہنچایا۔

آپ نے اپنے تین خلیفہ مقرر کئے (۱) شاہ علی شاہ المتوفی ۱۱۳۵ھ (۲) شیخ محمد اعظم شاہ (۳) فرزند کبیر قدس اللہ اسرارہم۔

آپ سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں جن کے بیان کی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں۔ ۱۳ رمضان المبارک ۱۱۳۳ھ کو واصل بحق ہوئے۔

حضرت شیخ محمد اعظم شاہ نبوی رح

آپ موضع رنبہ ضلع انبالہ میں پیدا ہوتے تھے۔ جب آپ کی عمر ۱۵ سال ہوئی تو حضرت شاہ غریب نواز رح کی خدمت میں آپ کی آمدورفت شروع ہوئی ۱۷ سال کی عمر میں حضرت شاہ صاحب رح سے بیعت ہو گئے اور تعلیم سلسلہ عالیہ چشتیہ حاصل کی۔ کچھ مدت بعد آپ کاشتکاری کرنے لگے۔ دن بھر کھیتی کیاری کے کاموں میں مصروف رہتے تھے۔ رات پیرومرشد کی خدمت میں گزارتے تھے۔

تکمیل تعلیم کے بعد پیرومرشد نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرماکر رنبہ کو رخصت کر دیا اور آپ نے گمنامی اختیار کی۔

ایک روز آپ کے بڑے بھائی سید شاہ علی فرمانے لگے۔ بھائی کیا اسی گمنامی کے ساتھ قبر میں چلے جاؤ گے یا کسی کو تعلیم بھی دو گے۔ آپ نے فرمایا اس زمانہ میں طالبان خدا کمیاب ہیں کس کو تعلیم دوں۔ ہاں ایک جوان میرے پیرومرشد کا بھیجا ہوا ہے اس کو تعلیم دوں گا۔ باقی خیریت ہے۔ پیر بھائی نے فرمایا آپ کے معتقد بہت آدمی ہیں کیا اُن لوگوں کو اپنے فیض سے محروم رکھو گے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے چنانچہ پیر بھائی کے کہنے سے آپ نے چند آدمی مرید کیے اور شاہ محمد جمال محبوب الٰہی کو اپنا خلیفہ بنایا۔

کچھ عرصہ بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ مریدین و معتقدین نے مزار شریف پختہ تعمیر کرایا تو شب کو خود بخود دشق ہو کر دور جا پڑا۔ اسکے کچھ عرصہ بعد حافظ فرید بخش خلیفہ مولانا سید غلام علی شاہ رح نے مزار مبارک تعمیر کرایا وہ بھی شق ہو گیا۔ حافظ صاحب نے مزار مبارک کے قریب

حاضر ہو کر مودبانہ عرض کیا کہ آپ کو تو گمنامی پسند ہے آپ کو روضہ و قبر کی حاجت نہیں مگر ہم روسیاہوں کو کیوں ثواب سے محروم رکھتے ہو۔ آپ کے سلسلہ کا کوئی شخص قبر پر آکر فاتحہ تو پڑھ لیا کرے گا۔ قبر تعمیر ہو جانے میں آپ کا کیا ہرج ہے۔ اس کے بعد حضرت نے قبر تعمیر کرانے کی اجازت عطا فرما دی مگر اس شرط کے ساتھ کہ قبر کھلی رہے گنبد وغیرہ نہ بنایا جائے۔ اس کے بعد آپ کا مزار مبارک پختہ تعمیر ہو گیا۔

۴ر رجب ۱۱۴۴ھ کو موضع رنبہ ضلع انبالہ میں وصال فرمایا۔ وہیں آپ کا مزار ہے

حضرت شاہ محمد جمال صاحب نبوی رح

آپ سنہ ۱۰۱۱ھ میں پیدا ہوتے تھے۔ ایک روز حضرت شاہ بھیک تھانیسری رح کا گذر موضع سل بھاتی پر ہوا۔ نماز کا وقت ہوگیا شاہ صاحب نماز ادا کرنے کے لئے ٹھہرے۔ شاہ جمال صاحب دو لوٹے پانی کے وضو کے واسطے لے کر حاضر ہوتے۔ عرض کیا میں حضرت کو وضو کراؤں گا۔ حضرت شاہ صاحب وضو کرتے کرتے آپ کو بار بار دیکھ کر فرماتے تھے کہ اس جوان کی صورت پر تو محبوبیت برستی ہے۔ شاہ صاحب نماز پڑھ کر آگے روانہ ہو گئے۔

آپ اسی وقت تلاش مرشد میں نکل کھڑے ہوتے اور موضع اختیار پور میں حضرت شاہ غریب اللہ غریب نواز رح کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ رنبہ میں شیخ محمد اعظم کے پاس جاؤ۔ آپ اسی وقت وہاں سے چل دتے اور موضع رنبہ کے قریب پہونچکر حضرت شاہ صاحب کا پتہ دریافت کیا۔ کسی شخص نے بتلایا وہ دیکھو فلاں کھیت میں ہل جوت رہے ہیں۔ آپ نے اپنے دل میں کہا یہ ہل جوتنے والا مجھے کہاں خدا تک پہنچائے گا اس خیال کے آتے ہی آپ راستہ بھول گئے اور پیچھے کو لوٹ گئے۔ حیران تھے کہ میری نظر سے شیخ محمد اعظم کہاں غائب ہو گئے چلتے چلتے اختیار پور پہونچے حضرت شاہ غریب اللہ رح نے فرمایا کیوں لوٹ آتے؟ عرض کیا کہ میں شیخ محمد اعظم کے کھیت سے راستہ بھول آیا ہوں حضرت نے فرمایا۔ ضرور تیرے دل میں کوئی خیال فاسد آیا ہوگا۔ آپ نے اپنے خیالات عرض کر دیئے حضرت غریب نواز رح نے فرمایا کہ ان خیالات سے توبہ کرکے دل پاک کر کے پھر وہیں جاؤ۔ دوبارہ پھر حاضر ہوتے حضرت شیخ محمد اعظم رح کو اسی کھیت میں موجود پایا حضرت شیخ محمد اعظم رح نے آپ کو جنگل میں ہی ٹھہرا لیا

اورطے کا روزہ رکھنے کا حکم دیا اور پھر حسب قاعدہ پیران چشت غسل کرا کے اپنے سامنے بٹھایا اور نسبت صابری منتقل فرمائی۔ آپ عرض کرنے لگے میں ان اسرار کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ میرا پیٹ پھٹا جارہا ہے میں مر جاؤں گا۔ فرمایا تو پہلے ہی مرا جارہا تھا۔ اچھا اب چند روز با ترکیب تعلیم مجاہدہ کرو۔ آپ نے ذکر و اشغال کی تلقین کی کچھ عرصہ بعد جب تمام مقامات طے کر چکے تو حضرت پیر و مرشد نے آپ کو خرقہ خلافت پہنا کر مسند ارشاد پر بٹھایا۔ آپ کے ارشاد کا شہرہ دور دور تک ہوا۔ بہت سے طالبان خدا خدا رسیدہ ہوتے۔

ایک مرتبہ آپ حضرت شرف الدین بو علی قلندرؒ کے عرس میں شریک ہوئے۔ محفل سماع گرم تھی۔ اس قدر وجد طاری ہوا کہ آپ نے تمام کپڑے قوالوں کو دے دیئے اسی وقت غلاف روضہ اقدس حضرت قلندر صاحب خود بخود آپ کے اوپر آگیا۔ قوالی موقوف ہوگئی۔ آپ نے فرمایا مجھے کفن مل گیا ہے اگلا عرس مجھے نصیب نہ ہوگا۔ اگلے روز وہاں سے رتبہ چلے آتے شاہ چاند صاحب (ایک مشہور سہروردی ولی اللہ) مبارک باد دینے آتے۔ فرمایا کل تم کو چادر محبوبیت کی ملی ہے۔ تم محبوب بن گئے۔ تمہارا بڑا شاندار روضہ بنے گا اور قیامت تک فیض جاری رہے گا۔

آپ سے بہت سی کرامتیں ظہور میں آئیں ۷۵ سال کی عمر میں ۲۹ رشعبان ۱۱۷۵ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کے مشہور خلفاء نور محمد صاحب (م ۱۱۹۲ھ) شاہ محمد حیات صاحب قدس اسرارہما ہیں۔

حضرت شاہ محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ موضع سل پہاڑی میں پیدا ہوتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کسی بارات میں موضع باری بھگانہ تشریف لے جا رہے تھے۔ جنگل میں براتیوں نے گھوڑے دوڑاتے تو آپ کی تلوار میان سے نکل کر نیچے گر پڑی آپ نے گھوڑے کو لوٹا کر تلوار اٹھائی اور گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ اچانک ایک غیبی آواز سنائی دی کہ گھوڑا بہت دُور دوڑا چکے اب باز آجاؤ۔ آپ نے گھوڑے کو روک کر ادھر اُدھر نظر ڈالی مگر کوئی بولنے والا نظر نہ آیا اتنے میں پھر وہی آواز سنائی دی تو آپ نے کہا میں کیا کروں؟ جواب ملا اللہ کا محبوب شاہ محمد جمال رتبہ میں موجود ہے اس سے طریقہ راہ خدا کا حاصل کرو آپ اسی وقت گھوڑے سے اُتر پڑے تلوار اور جامہ گھوڑے کی پشت پر رکھ کر چھوڑ دیا اور خود رتبہ کی جانب روانہ ہو گئے وہاں پہنچکر حضرت شاہ جمال سے بیعت کی اور رات دن اذکار اشغال میں محو رہنے لگے کثرت مجاہدات سے آپ کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ آپ ڈولی میں چلا کرتے تھے۔

ایک روز آپ باغ میں تشریف فرما تھے۔ آپ پر حالت شوق غالب ہوئی درخت شہتوت کی ڈالی پکڑ کر ذکر کرنے لگے اس وقت آپ کی یہ حالت تھی کہ کبھی آپ پچاس گز اوپر چلے جاتے تھے۔ کبھی نیچے آجاتے تھے درخت شہتوت بھی آپ کے ہمراہ اسی قدر بلند و پست ہو جاتا تھا۔

آپ نے بہت سے طالبان حق کو خدا رسیدہ کیا۔
آپ کے یہ تینوں پیر بھائی آپ کے خلیفہ تھے۔

(۱) مولانا غلام علی شاہ صاحب۔

(۲) میران مظفر صاحب

(۳) خان محمد خان صاحب قدس اسرارہم۔

آپ نے ۱۷ رجمادی الاول سنہ ۱۱۹۲ھ کو موضع سل بھائی میں وفات پائی۔
وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔
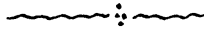
حضرت سید غلام علی شاہ صاحبؒ

آپ ۱۱۴۱ھ میں مرشد آباد میں پیدا ہوتے تھے۔ آپ کے والد بڑے نامی گرامی رئیس تھے۔ آپ کو ہر طرح کے علوم کی تعلیم دلائی تکمیل علوم و فنون کے بعد آپ کو عملیات وکیمیا کا شوق ہوا اور اس میں کامل دستگاہ حاصل کی۔ اسکے بعد آپ حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے۔ وہاں سے آپ زیارت نبوی کے لئے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ وہاں کسی ولی کامل سے ملنے کا شوق پیدا ہوا۔ پھرتے رہے۔ کسی شخص نے بتایا کہ آفتاب کے روبرو چراغ نہیں جلا کرتا مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں جتنے اولیا آتے ہیں وہ یہاں مثل عوام کے رہتے ہیں ان سے کسی کرامت کا ظہور نہیں ہوتا۔ وہاں سے ہندوستان واپس آگئے اجمیر شریف پہونچے مگر وہاں بھی آپ کو کوئی ولی نہ ملا۔ جیسے ولی کی آپ کو تلاش تھی کسی شخص نے بیان کیا کہ حضرت شرف الدین بو علی قلندر صاحب نے کسی شخص کو ہاتھ پکڑ کر تو بیعت نہیں کیا مگر آپ کے مزار مبارک سے سینکڑوں ولی ہو گئے آپ اجمیر شریف سے کرنال آئے اور مزار مبارک کے مقدس کے قریب مودب بیٹھ گئے۔ قلندر صاحب نے ارشاد فرمایا تو شہر میں چلا جا میں تیرے پیر کو بتا دوں گا۔ آپ وہاں سے اٹھ کر محلہ قصابان میں چلے آئے۔ رات کو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک گھوڑے پر قلندر صاحب سوار ہیں اور دوسرے گھوڑے پر شاہ جمال صاحب حضرت قلندر صاحب نے فرمایا تیرا پیر یہ ہے اس کا مکان رنبہ میں ہے۔ آپ فجر کو خواب سے بیدار ہو کر رنبہ روانہ ہو گئے۔ رنبہ پہونچ کر آ . . شاہ جمال کی خدمت میں حاضر ہوتے مگر خواب میں جو شکل و صورت دیکھی تھی . . . . وہ اس سے مختلف تھے گفتگو بھی آپ کی دیہاتی تھی۔ آپ نے

کسی شخص سے دریافت کیا کہ شاہ صاحب کی قومیت کیا ہے لوگوں نے جواب دیا راجپوت
پھر دریافت کیا کہ شاہ صاحب کچھ پڑھے لکھے بھی ہیں یا نہیں۔ لوگوں نے جواب دیا نہیں اس
وقت آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ نہ تو یہ قوم کے سیّد ہیں نہ پڑھے لکھے ہیں۔ بڑے موٹے بدن
کے ہیں۔ میرا خواب غلط تھا۔ واپس ہو گئے اور حالت تفکر میں روتے روتے خدا سے مناجات
کرتے کرتے سو گئے۔ دوسری شب پھر حضرت قلندر صاحب نے فرمایا شاہ جمالؒ کے پاس رہنمائی کریں گے
شاہ جمال وہی تھے جن کے پاس تم گئے تھے۔ اگلے دن پھر صبح حضرت شاہ جمالؒ کے پاس گئے۔
اور دیکھ کر لوٹ آئے اور یہ ارادہ کر کے جنگل میں بیٹھ گئے کہ تمام عمر یادِ خدا میں صرف کردوں گا
اور کسی کو اپنا پیر نہ بناؤں گا۔ دن گذر گیا رات ہوتی کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بہت بڑے اژدھے
نے آپ کو نگلنا شروع کیا۔ آپ نے عمل پڑھنا شروع کیا مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ جب اژدھے نے ناف
تک آپ کو نگل لیا اس وقت آپ نے فرمایا "یا محمد جمال میری مدد کرو" حضرت شاہ جمال صاحب
گھوڑے پر سوار اسی وقت پہنچے اور نزدیک آکر اژدھا کے اس زور سے برچھا مارا کہ اس نے
آپ کے جسم کو اگل دیا اس کے بعد آپ غائب ہو گئے۔ اس واقعہ سے آپ کو حضرت شاہ جمالؒ
کی ولایت کا یقین ہوا۔ صبح کو رہنمائی پہنچکر حضرت شاہ جمالؒ سے سیر و سفر کی باتیں کرتے رہے۔
ظہر کا وقت ہو گیا۔ حضرت شاہ جمال صاحبؒ نے اذان دی سنتیں پڑھنے کے بعد حضرت
شاہ صاحب سے فرمایا۔ مولوی صاحب نماز پڑھاؤ۔ مولوی صاحب کے دل میں بھی خیال آیا
کہ عالم کی نماز امی کے پیچھے نہیں ہوتی۔ یہ خیال آنا تھا کہ آپ کا علم سلب ہو گیا مولوی صاحب
امی بن کر کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ کہنے لگے نماز آپ ہی پڑھائیں میرا علم تو سلب ہو گیا۔ حضرت
شاہ صاحب نے فرمایا کہ تو نے صفاتیوں سے نسبت حاصل کی ہے فقیروں کی صحبت نصیب
نہیں۔ ذات کا خاصہ ہے کہ وہ صفاتیوں پر غالب رہتی ہے۔ الغرض حضرت شاہؒ نے نماز

پڑھاتی۔ نماز سے فراغت کے بعد علم کے زعم سے بالکل ہی دامن ہو کر حضرت شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور تعلیم طریقت حاصل کرکے درجہ کمال حاصل کیا۔ حضرت شاہ صاحب نے آپ کو شاہ محمد حیات صاحبؒ کے سپرد کر دیا اور انھوں نے ہی آپ کو خلافت عطا فرمائی۔

آپ کے روحانی فیض سے بہت طالبان حق وصال حق سے کامگار ہوتے۔ آپ کے خلفاء کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) شاہ امیر الدین شاہ آبادیؒ

(۲) غلام احمد گنگوہی (۱۲۳۵ھ) مزار شریف موضع سلیری سرساوہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر ہے۔

(۳) میاں رحمت اللہ شاہ گنگوہی۔

(۴) حافظ فرید بخش رنبوی۔

(۵) حافظ خیراتی صاحب (۱۲۳۵ھ)

(۶) امام بخش صاحب سل پہانوی

(۷) شاہ عبد الحیٔ صاحب (۱۱۳۲ھ)

(۸) شیخ دوندی صاحب رامپوری (۱۱۳۸ھ)

(۹) میاں رحمت اللہ شاہ صاحب رنبوی

(۱۰) مولوی منظر علی صاحب قدس اسرارہم

۱۵ جمادی الاول سنہ ۱۲۱۰ھ آپ کی تاریخ وفات ہے۔ مزار شریف سل پھانی میں ہے

حضرت سیّد امیرالدین شاہ آبادی

آپ نسبتاً سید حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد امجاد میں سے تھے. آپ ۴ جمادی الاول و سنہ ۱۱۷۴ھ کو پیدا ہوئے. آٹھ برس کی عمر میں قرآن شریف ختم کرکے فارسی پڑھی بستر۷ ہ برس کی عمر میں تعلیم ترک کردی جس سے والدین کو سخت رنج ہوا اور آپ کو دنیاوی کاروبار میں مصروف کرنے کے لئے بیس سال کی عمر میں شادی کردی. شادی کے بعد بھی آپ کی حالت بدستور رہی. کوئی تغیر رُو نما نہ ہوا. اتفاقاً ادھر حضرت مولانا غلام علی شاہ صاحب تشریف لے آئے. آپ کے والدین نے حضرت مولانا صاحب سے عرض کیا کہ ہمارا لڑکا بڑا ہی نالائق ہے نہ دین کا ہے نہ دنیا کا. آپ نے فرمایا اگر تم اس کو آزاد کردو تو وہ دین کے کام تو ہو جائے گا. والدین نے عرض کیا بہت اچھا ہمیں منظور ہے. آپ نے فرمایا. آپ کا لڑکا کہاں ہے. آپ کے والد صاحب ساتھ ہو لئے. فرمایا یہ بیٹھا ہوا ہے. حضرت شاہ صاحب نے آپ کو نظر توجہ سے دیکھا. اسی وقت ان کی طبیعت خدا کی طرف متوجہ ہو گئی. حضرت مولانا صاحب سل پہانی تشریف لے گئے. مگر میاں امیرالدین صاحب سارے دن بے قرار رہے اور یہی دریافت کرتے رہے مولانا صاحب کہاں تشریف لے گئے.

جس وقت آپ کو پتہ چلا کہ مولانا صاحب سل پہانی میں تشریف فرما ہیں. آپ سل پہانی روانہ ہو گئے. تین روز حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں رہے. چوتھے روز حضرت مولانا صاحب دائرہ شریف کو جانے لگے. آپ بھی ہمراہ ہو لئے. جب دریائے مارکنڈہ کے قریب پہونچے تو مولانا نے فرمایا تم یہیں ٹھہرو. آپ اسی جگہ راستے میں بیٹھ گئے. جب مولانا صاحب دائرہ شریف پہونچ گئے تو آپ کے دل میں خیال آیا کہ اگر کسی شخص نے مجھ سے دریافت کیا تو یہاں

کیوں بیٹھا ہے تو کیا جواب دوں گا اس واسطے آپ قریب ہی ایک کچے کنویں میں بیٹھ کر اوپر سے خاردار لکڑیاں ڈال لیں اور اللہ اللہ کرنے لگے اسی طرح تین دن گذر گئے۔

تین روز بعد حضرت مولانا صاحب واپس ہوئے تو کنویں میں سے اللہ اللہ کرنے کی آواز آئی۔ آپ نے ہمراہیوں کو بھیجا جا کر دیکھو کون ہے۔ کانٹے ہٹا کر دیکھا تو آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ عرض کیا گیا۔ امیرالدین ہے۔ حضرت مولانا صاحب کے حکم سے آپ کو کنویں سے باہر نکال لائے۔ حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم سل پھائی رہو۔ تم یہاں ہی بیٹھ رہے۔ آپ نے فرمایا میں تو یہ سمجھا تھا کہ حضرت نے مجھے یہیں بیٹھے رہنے کا حکم دیا تھا۔ الغرض حضرت مولانا صاحب آپ کو ہمراہ لے کر سل پھائی تشریف لے آئے۔ سل پھائی پہونچکر آپ کو کھیت کی چڑیاں اڑانے پر مامور کیا۔ آپ نے یہ خدمت تھوڑی دیر ہی انجام دی تھی کہ آپ کو بخار آگیا۔ حضرت مولانا صاحب نے آپ کو شاہ آباد بھیج دیا۔ چند روز بعد صحتیاب ہو کر پھر حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اسی شب حضرت مولانا نے خواب دیکھا کہ حضرت بی بی فاطمہؓ آپ سے فرمارہی ہیں کہ میری اولاد کی حق تلفی نہ کرو۔" مولانا نے یہ خواب دیکھ کر آپ کو دوبارہ حکم دیا کہ شاہ آباد چلے جاؤ، مولانا صاحب نے اس خواب تعبیر یہ سمجھے کہ شاید امیرالدین کو اپنی بیوی سے لگاؤ نہیں ہے حضرت بی بی فاطمہؓ کا اس طرف اشارہ ہے۔ مگر آپ کو کب قرار تھا۔ تین چار دن بعد پھر حاضر خدمت ہوتے۔ اسی شب مولانا نے خواب میں دیکھا کہ حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ امیرالدین کو تعلیم دو جا بجا نہ پھراؤ۔

یہ خواب دیکھ کر حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کہ مجھے بڑا تعجب ہے کہ حضرت فاطمہؓ یہ فرماتی ہیں کہ میری اولاد کی حق تلفی نہ کرو اور حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم

ہے کہ امیر الدین کو تعلیم دو۔ کس کے حکم کی تعمیل کروں۔

ایک درویش نے اسی وقت عرض کیا حضرت باپ بیٹی کا معاملہ ہے وہ خود سمجھ لیں گے آپ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مبارک کی تعمیل فرمائیں حضرت مولانا صاحب نے فرمایا. ٹھیک ہے ایسا ہی کروں گا

اس کے بعد حضرت مولانا صاحب نے خوب اچھی طرح تعلیم دی. کثرت ریاضات و مجاہدات سے اسقدر ضعف پیدا ہوگیا کہ چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی. کچھ عرصہ بعد حضرت مولانا صاحب نے آپ کو خرقہ خلافت پہنایا اور اپنا جانشین مقرر کیا. کچھ روز بعد حضرت مولانا صاحب وصال فرما گئے. آپ اُن کے سجادہ نشین ہوئے. پھر تو یہ حالت ہوگئی کہ جس کی طرف ذرا تیز نظر سے دیکھا اسی وقت جل بھن کر خاکستر ہوگیا. اسی خیال سے آپ نے اپنے چہرہ پر نقاب ڈال لیا جو آخر وقت پڑا رہا۔

آپ کے ہیبت وجلال کا یہ عالم تھا کہ آپ کسی جلسہ میں تشریف لے جاتے تو فقراء مودب بیٹھے رہتے تھے. کوئی شخص بلاکیفیت اُف نہیں کرسکتا تھا اور اگر کسی نے اُف کیا تو فوراً کان پکڑواکر مجلس سے اٹھوا دیتے تھے اور چہرہ مبارک سے نقاب اُٹھاکر نظر ڈالتے تو اس وقت اُس کا چہرہ سُرخ ہوجاتا تھا. اور جس شخص پر کیفیت طاری ہوتی تھی آپ اُس کو مرحبا مرحبا فرمایا کرتے تھے۔

حق تبارک وتعالیٰ نے آپ نے جانوروں کی بولی سمجھنے کا علم بھی عطا فرمایا تھا. آپ سیف زبان بھی تھے جو فرما دیتے تھے وہی ہوتا تھا۔

۶۹ سال کی عمر میں موضع سل پہانی میں ۱۲ جمادی الاول ۱۲۴۳ھ کو آپ کا وصال ہوا

حضرت شیخ امام علی صاحب رامپوری

آپ حضرت شاہ امیرالدین صاحبؒ کے خلیفہ اعظم ہیں بسنہ ۱۲۰۳ھ میں آپ کی پیدائش ہوئی بیس سال کی عمر میں تکمیل علوم کے بعد اللہ اللہ کرنے کا شوق پیدا ہوا چونکہ آپ نے دوندی شاہ صاحب کو شاہ امیرالدین صاحب کے پاس آتے جاتے دیکھا تھا آپ بھی حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت ہوگئے اور کچھ مدت تک حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں رہے۔

منقول ہے کہ جب آپ نفی و اثبات کی تسبیح کیا کرتے تو کبھی کبھی جوش میں آکر باہر نکل آتے تھے اور درخت کو پکڑ کر ذکر کرنے لگتے تھے۔ جب نفی کرتے تھے تو درخت اوپر کو چڑھ جاتا تھا اور جب اثبات کی ضرب لگاتے تھے تو درخت مانند سجدہ زمین سے لگ جاتا تھا۔ مدت تک ایسے ہی ذوق وشوق میں آپ مجاہدے کرتے رہے تکمیل مراتب کے بعد حضرت شاہ امیر الدین صاحبؒ نے آپ کو خرقہ خلافت پہنا کر رام پور روانہ فرمایا۔

آپ بلحاظ گمنامی سپاہیانہ لباس میں رام پور پہونچکر سپاہیوں میں بھرتی ہو کر کلکٹر کی اردلی میں رہنے لگے۔ ایک روز آپ کلکٹر کی کوٹھی میں نماز پڑھ رہے تھے سجدے میں گئے تو کلکٹر آگیا اس نے آپ کے ایک ٹھوکر ماری اور کچھ کہتا ہوا چلا۔ آپ نے سلام پھیر کر ایک ہاتھ تلوار کا رسید کیا دوسرا ہاتھ چھوڑنے والے تھے کہ کلکٹر دوسرے کمرے میں گھس گیا۔ پولیس نے آپ کو گرفتار کر لیا۔ عدالت میں مقدمہ دائر ہوگیا۔ اس وقت مولوی محمد حسن صاحب آپ کے خلیفہ پریشان اور بے قرار ہو کر حضرت مخدوم صاحب میں جاکر فریاد کرنے لگے۔ فرمایا محمد حسن ہمارے

سپاہی کو کوئی ستا نہیں سکتا۔ مولوی صاحب مطمئن ہو کر چلے آئے۔ حاکم نے چھ ماہ قید سزا دی۔ مولوی صاحب موصوف بہزار دل شکستہ پھر مخدوم صاحب میں گئے اور اپنی تباہی کا حال عرض کیا۔ فرمایا۔ محمد حسن! ہمارا سپاہی ایک کام کے واسطے جیلخانہ گیا ہے۔ کوئی فکر کی بات نہیں۔

اس موقعہ پر ایک درویش شیطاریہ بھی جیل میں تھے۔ آپ کی صحبت میں رہ کر آپ نے اکتساب فیض و نور کیا۔ چھ ماہ بعد جب آپ جیلخانہ سے رہا ہوئے تو آپ کو رتھ میں بٹھا کر بصد اعزاز و احترام لایا گیا۔

مشک اور عشق چھپاتے نہیں چھپتا۔ آپ نے ہر چند اپنے کو چھپانے کی کوشش کی مگر چھپ نہ سکے آخر الامر مخلوق خدا آپ کی طرف راجع ہوئی۔ لوگوں نے پیچھا نہ چھوڑا تو آپ نے بیعت کرنا شروع کردیا۔ ایک مخلوق خدا آپ سے فیض یاب ہوئی۔

یکم جمادی الاول ۱۲۴۶ھ آپ کی تاریخ وفات ہے۔ مزار شریف قصبہ رام پور ضلع سہارنپور میں ہے۔

حضرت مولوی محمد حسن انصاری رامپوریؒ

آپ حضرت شاہ غلام علی صاحب قدس سرہٗ کے خلیفہ اعظم ہیں سنہ ۱۲۲۹ھ آپ کا سن ولادت ہے ۷ا برس کی عمر تک قرآن شریف اور فارسی پڑھ کر تعلیم ترک کر دی اٹھارہویں سال حضرت شیخ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے بیعت کے بعد شیخ سے اس درجہ محبت ہو گئی کہ کسی وقت بھی چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔

آپ نے اس قدر مجاہدات کئے کہ کسی دوسرے فرد بشر سے یکلخت اس قدر مجاہدہ کرنا ناممکن ہے آپ کی یہ حالت تھی کہ جس وقت شیخ صاحب تہجد کی نماز کو مسجد جاتے تھے تو آپ مسجد کے دروازہ پر بیٹھے ہوتے تھے۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر حضرت شیخ نے فرمایا محمد حسن خدا نے مجھے بتا دیا ہے کہ میرے پاس جو کچھ ہے وہ تیرا ہی ہے اب تو دہلی جا کر علم عربی حاصل کر۔ آپ یہ سنتے ہی دہلی روانہ ہو گئے اور مولوی مملوک علی صاحب نانوتوی سے عربی پڑھنے لگے۔ زمانہ طالب علمی میں بھی آپ کا یہ حال رہا کہ جب کبھی دل میں جوش آتا تھا کتاب طاق میں رکھ کر جنگل چل دیتے تھے اور کئی کئی دن جنگل میں گذار دیتے تھے جب حالت درست ہوتی تھی واپس آکر پڑھنا شروع کر دیتے تھے۔ آپ کا یہ حال دیکھ کر مولانا مملوک علی بھی آپ کے معتقد ہو گئے تھے۔ بہت ادب کیا کرتے تھے آپ کی رہائش کے لئے ایک علیحدہ مکان دے رکھا تھا اور سب طلبا کو ہدایت کر رکھی تھی کہ آپ کے پاس وقت بے وقت نہ جایا کریں۔ آپ اس مکان کے دروازہ پر پردہ ڈالے بیٹھے رہتے تھے۔ دہلی کے درویش اکثر آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ دہلی میں جو واقعہ پیش آنے والا ہوتا ایک روز پہلے اپنے استاد کو مطلع کر دیتے تھے۔

مولانا مملوک علی صاحب کے نرینہ اولاد نہ تھی لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں آپ نے بھی حضرت شاہ غریب اللہ غریب نوازؒ کی طرح اپنے پیر و مرشد کے لئے لڑکا پیدا ہونے کی دعا مانگی جو بارگاہ رب العزت میں قبول ہو گئی اور اُن کے گھر میں مولوی یعقوب علی صاحب پیدا ہوئے جو حافظ قرآن۔ عالم اور صوفی بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مولوی یعقوب علی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں ازلی ولی ہوں۔

تعلیم عربی حاصل کرنے کے بعد آپ رام پور تشریف لائے اور اپنے شیخ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ حضرت شیخ کا وصال ہو گیا۔ مریدوں نے اپنے شیخ کا عرس کیا اور مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ تشریف لے چلیں آپ نے فرمایا میں اس لائق نہیں۔ مریدوں نے اس بات پر بہت جھگڑا کیا کہ اگر آپ لائق نہیں تھے تو حضرت شیخ نے آپ کو خلیفہ کیوں مقرر کیا۔ آپ نے غصہ کی حالت میں فرمایا کہ میں تو لائق ہوں مگر تم لوگ تو لائق نہیں جو میرے ساتھ آجا سکو۔ ایک جان کے واسطے صدہا آدمیوں کو گنہگار کروں اور ان سب کا عذاب اپنی گردن پر لوں" یہ بات سن کر سب خاموش ہو گئے۔

آپ کی عمر بہت کم ہوئی۔ بہت تھوڑے لوگ آپ سے فیضیاب ہوئے۔ آخر آپ نے میاں جی کریم بخش صاحب کو خلافت عطا فرما کر ۴۰ سال کی عمر میں ۱۰ ذی قعدہ ۱۲۶۹ھ کو وصال فرمایا مزار مبارک قصبہ رام پور ضلع سہارنپور میں ہے۔

حضرت میاں جی کریم بخش صاحب رامپوری انصاری

آپ حضرت مولانا محمد حسن رامپوری قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے۔ آپ سے بہت سے لوگ بیعت ہوتے کشف والہام کا آپ پر بہت زور تھا۔ سیف زبان تھے۔ جو فرما دیتے تھے وہی پورا ہوتا تھا آپ کی عمر بہت کم ہوئی۔ آپ نے حضرت سید محمد عابدؒ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ آپ سے بہت کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ ۵۴ سال کی عمر میں ۱۰ رشوال ۱۲۷۹ھ کو وفات پائی مزار مبارک قصبہ رامپور ضلع سہارنپور میں ہے۔

قدوۃ العلماء زبدۃ العارفین حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رح محدث دار العلوم دیوبند

حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب المعروف بہ حضرت میاں صاحب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے خلیفہ اور اپنے زمانہ کے صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے، استادِ حدیث اور ولی کامل تھے، آپ نجیب الطرفین بزرگ تھے۔ بوقت پیدائش آپ کے نانا میاں جی منے شاہ صاحب اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ نے آپ کو دیکھ کر پیشین گوئی فرمائی تھی کہ یہ لڑکا ولی کامل ہوگا، یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔

آٹھ سال کی عمر میں ابتدائی تعلیم ختم قرآن اور تکمیل نصاب فارسی کے بعد تحصیل علوم عربیہ میں مشغول ہوکر بہت جلد فاضل اجل بن کر دینی و تعلیمی خدمات انجام دینے لگے۔ زمانۂ طالب علمی ہی میں آپ کی شادی ہوگئی تھی، کئی اولاد ہوئی آج دو صاحبزادے آپ کی یادگار ہیں، بڑے صاحبزادے حضرت میاں سید اختر حسین صاحب دار العلوم دیوبند میں درس و تدریس پر مامور ہیں، آپ کے حلقۂ درس میں بیٹھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے گویا حضرت میاں صاحب تقریر فرما رہے ہیں، آپ کا اندازِ تکلم بالکل وہی ہے جو حضرت میاں صاحب کا تھا، دوسرے صاحبزادے حضرت سید محمد ہلال ہیں جو حضرت میاں صاحب کے جانشین اور نائب ہیں۔

تکمیل علوم ظاہری کے بعد حضرت میاں صاحب نے باطنی فیوضات حضرت میاں جی منے شاہ صاحب سے کئے۔ رئیس الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بھی آپ کو خلافت حاصل تھی، دارالعلوم میں تقرر کے بعد آپ تمام حیات اُستادِ حدیث اور ممتحن درجہ فارسی رہے۔ راقم الحروف کو بھی حضرت میاں صاحب سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔

حضرت میاں صاحبؒ نے اپنی حیات میں تین حج ادا فرمائے تھے، باوجود کثرت مشاغل کے آپ نے سو استرہ کتابیں تصنیف فرمائیں جو طبع ہو کر مقبولِ خواص و عوام ہیں دعا تعویذ گنڈہ کا سلسلہ چونکہ آپ کے آباء و اجداد سے چلتا آرہا تھا حضرت میاں صاحب اپنے بزرگوں کی سُنت زندہ رکھتے ہوئے تاحیات خلق اللہ کی خدمت کرتے رہے، آپ کے تعویذ نہایت تیر بہدف ہوتے تھے مشکل سے مشکل کام غیر متوقع طور پر اُن کی برکت سے پورے ہو جاتے تھے۔ آستانۂ عالیہ پر ہر قسم کا ہجوم رہتا تھا، خدا شفا عطا فرماتا تھا، یہ بات آج بھی ہے حضرت سیّد محمد ہلال صاحب اپنے والد بزرگوار کی طرح خدمتِ خلق اللہ انجام دیتے ہیں۔ ہزارہا مخلوق خدا آپ سے فیض یاب ہو رہی ہے

حضرت میاں صاحب کا آستانہ قصبہ دیوبند میں مرجع خواص و عوام ہے ضرورت مند اصحاب اس پتہ پر خط و کتابت کر سکتے ہیں

(حضرت حاجی سید محمد ہلال صاحب محلہ قلعہ دیوبند)

حضرت میاں صاحب بڑے صاحب کشف بزرگ تھے، آنے والے کے دل کی بات پر مطلع ہو جاتے تھے! آپ کی رُوحانیت کا یہ عالم تھا کہ بڑے سے جری شخص کی ہمّت نہ ہوتی تھی کہ آپ کی طرف نظر اٹھا سکے، اس کی گردن خود بخود

ہی ختم ہو جاتی تھی۔

مغربی اور مشرقی ہندوستان میں آپ کے بیشمار مرید ہیں ۲۲ محرم ۱۳۶۴ھ کو بعارضہ اختلاج قلب راندیر ضلع سورت میں رحلت فرمائے عالم آخرت ہوئے۔ آپ کے خلفائے مجاز میں حسب ذیل حضرات خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

(۱) حضرت الحاج سید محمد بلال صاحب (جانشین)

(۲) حضرت مولانا احمد الرحمٰن صاحب چاٹگامی

(۳) صوفی مطلوب حسین صاحب

(بقیہ صفحہ ۱۶۰)

نگاہوں کے لئے حجاب بن جائے تو بن جائے، لیکن جن نگاہوں کو خدا نے دین کی بصیرت عطا فرمائی ہے وہ حضرت کی قدر و منزلت کو پہچان سکتی ہیں، آپ کی زندگی سراسر مطابق سنت اور ہر قول و فعل مطابق سنتِ رسول ہے، موجودہ دور میں اگر کسی شخص کو سنتِ رسول اللہ کو صورتِ جسمیہ میں دیکھنے کا شوق ہو وہ ایک بار آپ کی زیارت بابرکت سے مشرف اندوز ہو۔

قطب العالم حضرت حاجی سید عابد حسین بانیٔ دارالعلوم دیوبند

آپ حضرت میاں جی کریم بخش صاحب کے خلیفہ ہیں، آپ کے جدِّ اعلیٰ حضرت شاہ بندگی محمد ابراہیم صاحب ہیں جن کا مزار مبارک محلہ سرائے پیرزادگان قصبہ دیوبند میں ہے ۔

حضرت حاجی صاحب ۱۲۵۰ھ میں پیدا ہوئے، سات سال کی عمر میں قرآن شریف پڑھا اس کے بعد فارسی کی تعلیم شروع کی، آپ کی عمر ۱۲ سال تھی، مولانا ولایت علی صاحب دیوبند تشریف لائے آپ اُن سے بیعت ہو گئے۔ کچھ روز بعد آپ بغرض تعلیم دہلی تشریف لے گئے، وہاں ایک مسجد میں قیام فرما کر تعلیم شروع کی۔ اس مسجد میں ایک بزرگ کا مزار تھا آپ کو اُن سے بہت فیض حاصل ہوا۔

اسی دوران میں آپ کے والد ماجد علیل ہو گئے، آپ اُن کی علالت کی خبر سُن کر دیوبند تشریف لے آئے مگر وہ جانبر نہ ہو سکے، والد صاحب کے انتقال کے بعد آپ نے عطاری کی دوکان کر لی، دوکانداری کی حالت میں بھی آپ اکثر وقت تلاوت قرآن پاک میں مصروف رہتے تھے حضرت حاجی صاحب جس بزرگ یا مجذوب سے ملاقات کرتے وہ آپ کے متعلق پیشین گوئی کرتا کہ "آپ اپنے دادا کے قدم بقدم ہونگے"

کچھ عرصہ بعد آپ کو بیعت ہونے کا شوق دامنگیر ہوا۔ ان دنوں حضرت میاں جی کریم بخش صاحبؒ رام پور سے دیوبند تشریف لائے ہوئے تھے، حاجی صاحب اُن کی خدمت میں گئے، میاں جی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ آسمان پر ایک بہت بڑا ستارہ ہے

اور اس کے گرد بہت سے ستارے ہیں وہ بڑا ستارہ میری گود میں آگیا صبح اُٹھ کر حضرت میاں جی صاحب نے فرمایا کہ مجھ سے کوئی سید بیعت ہوگا جو متبع سنت ہوگا اور اس سے مخلوقِ خدا کو بڑا فیض ہوگا۔

بیعت اور پیرو مرشد کا خواب

حاجی صاحب حضرت میاں جی صاحب سے ملاقات کے کئی روز کے بعد تک اسی شش و پنج میں مبتلا رہے کہ کس کے ہاتھ پر بیعت کروں۔ دِل کا رجحان حضرت میاں جی صاحب کی طرف ہوا حاضر خدمت ہوکر درخواستِ بیعت کی، میاں جی صاحبؒ نے حسبِ سنت اہل چشت آپ کو استخارہ کا حکم دیا اور فرمایا استخارہ سے جو بات معلوم ہو مجھے مطلع کرو۔ حضرت میاں جی صاحب کو خواب میں معلوم ہوا کہ میاں جی صاحب کے پہلے مرید روٹی لئے ہوئے چڑیا کی طرح ذرا ذرا سے ریزے چن کر کھا رہے ہیں حاجی صاحب نے خواب میں اُن سے کہا یہ طریقہ بھی کوئی کھانے کا ہے، یہ فرما کر آپ نے روٹی اُن کے ہاتھ سے لے کر دو لقمہ کر کے فرمایا کہ یوں کھایا کرتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب نے یہ خواب حضرت میاں صاحب سے ذکر کیا تو اُنہوں نے فوراً آپ کو بیعت کر کے فرمایا کہ میرے پاس جو کچھ ہے وہ تمہاری ہی قسمت کا ہے۔

بیعت ہوجانے کے بعد حضرت حاجی صاحبؒ حضرت میاں جی قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں رہ کر اذکار و اشغال میں مشغول ہوگئے۔ حضرت میاں جی صاحب قدس سرہٗ نے آپ پر کمال توجہ و شفقت فرمائی۔

شادی خانہ آبادی

اسی عرصہ میں حضرت حاجی صاحب کی شادی ہوگئی۔ آپ نے

اپنی اہلیہ محترمہ کو حضرت میاں جی صاحب سے بیعت کرادیا، اُن کا تھوڑے ہی عرصہ بعد یہ حال ہوگیا کہ درود شریف پڑھتے ہی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حضوری ہوتی، اور اُن کی حالت اس درجہ عجیب و غریب ہوگئی کہ حضرت حاجی صاحب خود اُن سے فرمایا کرتے کہ آج حضور سرورِ عالم سے یہ بات عرض کرنا فلاں معاملہ کے متعلق یہ بات کرنا۔

ایک درویش سدا سہاگ مسجد تھنہ میں

ان ہی ایام میں ایک درویش سدا سہاگ نگینہ کے رہنے والے ظہر و عصر کے درمیان مسجد تھنہ میں آئے اور حاجی صاحب سے کہنے لگے اجازت ہو تو اذان پڑھ دوں، آپ نے فرمایا اب تو کوئی وقت اذان کا نہیں، ابھی ظہر کی نماز پڑھی ہے جب وقت ہوگا پڑھ دینا، اُنھوں نے کہا حضرت میں پھر کب یہاں آؤں گا؟ آپ نے فرمایا پڑھ دو، چنانچہ اُنہوں نے بے وقت اذان پڑھ دی اور اُس کے بعد حضرت حاجی صاحب کے حجرے میں یہ کہتے ہوئے لوٹ لگائی کہ یہاں کی خاک بھی خالی از برکات نہیں جو کچھ مل جائے غنیمت ہے شاید اسی کے باعث میری نجات ہوجائے، اسکے بعد وہ حضرت حاجی صاحب کی معیت میں مکان پر گئے اور حضرت مخدومہ سے اپنے لئے دُعا کرائی۔

مدینہ طیبہ کی حاضری کا حکم

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مخدومہ کو اپنے ہاں حاضری کا حکم دیا چنانچہ انہی مخدومہ کی وجہ سے حضرت حاجی صاحب دو مرتبہ حجِ بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے مگر دوسرے حج میں مخدومہ صاحبہ کا انتقال ہوگیا۔

ریاضات و مجاہدات

شادی کے بعد حضرت حاجی صاحب دکان چھوڑ کر ریاضات و مجاہدات میں مشغول ہوگئے، دن بھر فی سبیل اللہ لوگوں کو پانی

پلاتے تھے رات بھر خدا کی عبادت میں مصروف رہتے تھے، اسی زمانہ میں آپ کا یہ معمول ہو گیا کہ ہر جمعرات کو بعد نمازِ مغرب دعائے سیفی اور دلائل الخیرات پڑھتے ہوئے کلیر شریف اور عشاء کی نماز رڑکی میں پڑھ کر دربارِ حضرت مخدوم صاحب میں حاضر ہوتا۔ اسی میں فجر کی نماز جمعہ کی صبح کو رڑکی میں پڑھ کر نماز جمعہ دیوبند میں پڑھنا کئی سال تک آپ کا یہی معمول رہا۔

خلافت و اجازت

اس کے بعد حضرت میاں جی صاحبؒ نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور لوگوں کو اپنے روبرو بیعت کرایا پھر تو حضرت میاں جی صاحب سے جو شخص بیعت کی درخواست کرتا آپ فرماتے محمد عابد کے پاس جاؤ اور اُن سے بیعت کرو۔ تعویذات بھی حضرت حاجی صاحب سے لکھوا کر ضرورت مندوں کو عطا فرماتے۔ ایک روز حضرت میاں جی صاحب کسی شخص کو مُرید کرانے مسجد چھتہ میں تشریف لائے حضرت حاجی صاحب کو علم ہو گیا تھا، آپ مسجد کی صفوں میں چھپ گئے، یہ خیال کرتے ہوئے کہ میں اس کا اہل نہیں، میاں جی صاحب نے آپ کو صف سے نکال کر سینے سے لگا کر فرمایا کہ آپ آج اس چیز سے بچتے ہو وہ عنقریب وقت آرہا ہے کہ مخلوقِ خدا انہیں چین نہ لینے دیگی، بچ کر کہاں جاؤ گے، چنانچہ میاں جیؒ نے اسے اپنے سامنے بیعت کرایا۔

حضرت میاں جی صاحب نے اپنے صاحبزادہ علی حسن اور اپنے پیرزادہ میاں محمد صدیق صاحب کو آپ ہی سے بیعت کرایا، اگر کوئی ذکر و اذکار دریافت کرتا تو آپ فرماتے محمد عابد سے دریافت کرو، چنانچہ جب حافظ لطافت علی صاحب نے رامپور جا کر میاں جی صاحب سے بیعت کی اور بعد بیعت کے ذکر و اذکار کے خواستگار ہوئے تو فرمایا میں نے حاجی صاحب کو خط لکھ دیا ہے کہ حافظ صاحب نے

رامپور آکر بیعت کی ہے اُن کو نفی و اثبات کی تسبیح بتا دو" حاجی صاحب نے خط دیکھ کر فوراً پیر و مرشد کے حکم کی تعمیل کی۔

حضرت حاجی صاحب کا سفر حج

خلافت حاصل کرنے کے بعد حضرت حاجی صاحب مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، و مولانا محمد یعقوب صاحب و مولانا مظفر حسن صاحب و مولانا نور الحسن صاحب کے ہمراہ بقصد سفر حج روانہ ہوئے۔ بمبئی پہنچکر شاہ محمد امام صاحب قادری مدراسی سے ملاقات ہوئی، آپ قادریہ سلسلہ کے بہت بڑے شیخ تھے۔ آپ نے حضرت حاجی صاحب کو خلافت عطا فرمائی، حج بیت اللہ کے بعد عازم مدینہ طیبہ ہوئے اور زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے فراغت پاکر دیوبند واپس تشریف لائے۔

کچھ عرصہ بعد حضرت میاں جی صاحب علیل ہو گئے۔ حضرت حاجی صاحب رامپور تشریف لے گئے، میاں جی صاحب کا وصال ہو گیا۔

ترکِ تعلقات و تفرید و تجرید

حضرت میاں جیؒ کے وصال کے بعد حضرت حاجی صاحب نے سب سے ملنا جلنا ترک کر دیا اور گھر کا سب سامان کپڑے وغیرہ فقراء کو تقسیم کر کے ایک کمبل اور ایک تہمد پہن کر مسجد چھتہ متصل دار العلوم میں گوشہ نشینی اختیار کر لی یہی لباس آپ کا آخر عمر تک رہا، سوائے مسجد چھتہ کے کہیں آتے جاتے نہ تھے۔ ابتدائی زمانہ میں آپ کو دشوار گزار مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر آپ ہر حالت میں شکرِ خداوندی ادا کرتے رہے اور کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا کہ کیا حالت ہے۔

اتباعِ سنت

آپ ہر حالت میں اتباعِ سنت کا خیال رکھتے تھے، جب پیر جی

محمد انور صاحب پر مقام نور آیا تو انہوں نے کھانا پینا ترک کر دیا حضرت حاجی صاحب کو معلوم ہوا تو آپ نے تحریر فرمایا کہ بشریت کے خلاف مت کرو۔ خدا کا معاملہ بشر کے ساتھ جب ہی تک رہتا ہے جب تک بشریت ہے، ورنہ عبادت کے لئے فرشتے بہت ہیں چمچہ دو چمچہ بطریق مسنون کھا لیا کرو۔

کرنال پانی پت اور دہلی کا دورہ

حضرت میاں جی کے وصال کے بعد حضرت حاجی صاحب کرنال، پانی پت اور دہلی تشریف لے گئے اور وہاں حضرت راج خاں صاحب کی خدمت میں گئے، حضرت راج خاں صاحب نے بھی آپ کو خلافت عطا فرمائی پھر دیوبند واپس آکر شاہ فتح محمد صاحبؒ کی مسجد میں آکر چلہ کیا، پھر تو یہ کیفیت ہوئی کہ تمام مخلوق خدا آپ کی طرف متوجہ ہوگئی، اور آپ سے پے درپے کرامتیں ظہور میں آنے لگیں سیف زبان ہوگئے جو فرمادیا وہی ہوگیا

مسجد چھتہ میں چلہ کشی

ایک سال بعد آپ نے پھر چلہ کیا جس وقت آپ چلہ سے باہر تشریف لائے تمام باشندگان قصبہ آپ کے استقبال کو گئے؛ آپ اس قدر کمزور اور نحیف ہوگئے تھے کہ لوگ آپ کو ڈولی میں سوار کرا کر لائے

مسجد چھتہ میں توجہ خانہ

اس کے بعد حضرت حاجی صاحب نے مسجد چھتہ میں ایک توجہ خانہ بنوایا۔ اور اس میں حلقہ کرنا شروع کر دیا، ہزارہا مخلوق خدا آپ سے فیضیاب ہوئی۔

دارالعلوم کی بنیاد

دوسرے چلے کے بعد حضرت حاجی عابد حسین صاحبؒ نے ایک شب حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا صبح کو حضرت حاجی صاحب نے مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ وغیرہ کو بلا کر فرمایا کہ علم دین

اُٹھا چاہتا ہے کوئی تدبیر کرو کہ علم دین قائم رہے جب پرانے عالم نہ رہیں گے کوئی مسئلہ بتلانے
والا نہ رہے گا۔ جب سے دہلی کا مدرسہ ختم ہوا ہے کوئی علم دین نہیں پڑھتا۔ سب حضرات نے
عرض کیا "اس مقصد کے لئے آپ جو تدبیر تجویز فرمائیں ہمیں منظور ہے" حضرت حاجی صاحب نے
فرمایا چندہ کرکے مدرسہ قائم کرو۔ اور ایک کاغذ پر اپنی رقم چندہ لکھ کر سامنے رکھ دی فرمایا
انشاء اللہ ہر سال یہی چندہ دیتا رہوں گا، اسی وقت دیگر صاحبان نے اسی کاغذ پر اپنی
اپنی رقم چندہ لکھ دی، اس کے بعد حضرت حاجی صاحب باہر نکل کر جس کے مکان پر گئے انہوں
نے حضرت کی تشریف آوری باعث سعادت تصور کی، چندہ فراہم ہوتا رہا، شام تک چار سو
ایک روپیہ اکٹھے ہوگئے۔

مولانا محمد قاسم صاحب کی طلبی

اگلے روز حضرت حاجی صاحب نے مولانا محمد قاسم صاحب کو میرٹھ خط لکھا کہ میں نے مدرسہ قائم کیا ہے تم طلبا
کو تعلیم دینے آجاؤ"۔ مولانا محمد قاسم صاحب اس وقت تو نہ آسکے مگر انہوں نے جواب میں
تحریر فرمایا کہ قیام مدرسہ کی اطلاع پاکر بہت مسرور ہوا۔ ملا محمود صاحب کو بھیج رہا ہوں
چنانچہ ملا محمود صاحب دیوبند آگئے اور مسجد چھتہ میں دارالعلوم کا افتتاح ہوگیا۔

دیوبند میں عربی مدرسہ کے قیام کی خبر سن کر طلباء جوق در جوق آنے لگے مسجد میں
گنجائش نہ رہی تو ایک مکان کرایہ پر لے لیا گیا، طلباء کی تعداد میں روز افزوں ترقی ہوئی،
ملا محمود صاحب تنہا تعلیم نہ دے سکے حضرت حاجی صاحب نے مولانا محمد قاسم صاحب اور
مولانا فضل الرحمن صاحب، مولانا ذوالفقار علی صاحب، مولانا مہتاب علی صاحب و منشی
فضل الحق صاحب پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ ترتیب دی، خود بھی اہل شوریٰ، سرپرست
مہتمم مدرسہ بلا تنخواہ رہے، مولانا یعقوب صاحب نانوتوی کو بریلی سے بلا کر مدرس

اوّل مقرر فرمایا اور ایک مدرس فارسی کی تعلیم اور ایک تعلیم قرآن شریف کے لئے مقرر فرمایا۔

بنائے جامع مسجد ان ہی ایام میں ۱۲۸۳ھ میں خواب میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور تعین کے بعد حضرت حاجی صاحب نے بنائے جامع مسجد تجویز فرمائی۔

جامع مسجد کے جس گوشہ میں حمام بنا ہوا ہے اس جگہ کسی شخص کا مسکونہ مکان بنا ہوا تھا، حضرت حاجی صاحب نے اپنے مکان اور نشست گاہ کے عوض مکان کو شامل عمارتِ مسجد فرمایا۔ اور اپنی جدّی جائداد اعزا و اقربا میں تقسیم کرکے اور مولانا رفیع الدین صاحب کو مہتمم مدرسہ مقرر فرماکر حجِ بیت اللہ کے واسطے روانہ ہوگئے۔ مکہ معظمہ میں ادائگیِ حج کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور وہاں قریب قریب ایک سال قیام فرمایا۔

عطائے خلافت مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کو واپسی میں راہ میں حضرت انتقال فرمایا، اُن کو وہیں سپردِ خاک کرکے مکہ مکرمہ پہنچکر حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے ملے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے بھی آپ کو خلافت عطا فرمائی

سفرِ حج سے واپسی کے بعد جامع مسجد کی تعمیر سفرِ حج سے واپس آکر معلوم ہوا کہ مدرسہ میں روپے کی قلت ہے جامع مسجد کی تعمیر کے لئے بھی چندہ نہ ہوا تو حضرت حاجی صاحب نے جامع مسجد کی بنیادیں توکلاً علی اللہ رکھ دیں چندہ فراہم کرنے کے لئے مولوی عبد الخالق صاحب کا تنخواہ پر تقرر فرمایا، اور مسجد

کی تعمیر شروع کرادی مسجد کی تعمیر کے وقت اراکین مجلس شوریٰ مدرسہ کے ذہن میں یہ بات تھی کہ جامع مسجد کی سہ دریوں میں ہی مدرسہ رہیگا، اسی مقصد کے لئے جامع مسجد میں سہ دریاں تعمیر کرائی گئیں مگر سہ دریوں کی تعمیر کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ یہ مدرسہ علیحدہ ہی ہونا چاہیئے۔ اس کے بعد اہلِ شوریٰ کی فرمائش پر مدرسہ کے لئے ایک جگہ تجویز فرماکر خرید فرمائی جس کا بیعنامہ حضرت حاجی صاحب کے نام ہے

آپس کے اختلافات اور مدرسہ کے اہتمام سے دستبرداری

اس کے بعد حضرت حاجی صاحبؒ نے اہلِ شوریٰ کی درخواست پر مدرسہ کا اہتمام قبول فرمالیا، چندہ کے لئے حضرت حاجی صاحب کے نام پر اپیل کی گئی، اسکے بعد کچھ اس قسم کے باہمی تنازعات رونما ہوئے کہ آپ مجلسِ مشاورت اور اہتمام سے مستعفی ہوکر دربارِ حضرت مخدوم پاک میں کلیر شریف تشریف لے گئے یہاں بھی مدرسہ کے اہلِ شوریٰ آپ کے پیچھے پیچھے لگے رہے کہ آپ مدرسہ کی سرپرستی سے علیحدگی نہ فرمائیں اور جس کو چاہیں اہتمام سپرد فرمادیں۔ حضرت حاجی صاحب نے منشی فضلِ حق صاحب کو جو مولانا محمد قاسم صاحب کے خاص مرید تھے مہتمم مقرر فرمایا اور خود بھی مجلس مشاورت کا رکن بننا منظور فرمایا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ بعد حضرت حاجی صاحب حجِ بیت اللہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ آپ کے ہمراہ ایک بہت بڑا قافلہ تھا جس میں آپ کے صاحبزادگان اور پیرجی محمد انور صاحب (خلیفہ حضرت حاجی صاحبؒ) بھی شریک تھے۔

دارالعلوم میں فسادات کا آغاز اور للہیت کا خاتمہ

سفرِ حج پر حضرت حاجی صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد دارالعلوم میں فساد ہوا اور اس نے اس قدر طول کھینچا کہ حضرت حاجی صاحب کی سفرِ حج سے واپسی تک فرو نہ ہوا

دیوبند پہنچکر اور حالات کا معائنہ فرماکر کاروبارِ مدرسہ سے قطعی علیحدگی اختیار فرمالی اور فرمایا اب للہیت ختم ہوگئی نفسانیت کا دور دورہ ہے، فقیروں کو ان باتوں سے کیا سروکار ہے۔

ضبط اوقات

حضرت حاجی صاحب کی اس قدر مصروفیت کے باوجود پابندیٔ اوقات کا یہ عالم تھا کہ ایک بجے شب کو بیدار ہو کر تہجد اور اورادِ معمولہ میں مشغول ہو جاتے، اوّل وقت فجر کی نماز پڑھ کر ۸ بجے صبح تک حجرہ میں اشغالِ معمولات میں مشغول رہتے ۔ ۸ بجے باہر تشریف لاکر اذکار و اشغال کی تعلیم فرماتے ضرورتمندوں کو تعویذ عطا فرماتے، اس وقت آپ کے پاس ایک کثیر مجمع رہتا تھا جن لوگوں کا کام زیادہ ہوتا آپ اُن کو ٹھہرا لیتے حضرت حاجی صاحب کا اگرچہ توکل پر گذر تھا، مگر آپ اچھی طرح خاطر تواضع کیا کرتے تھے۔

ظہر کی نماز کے بعد پھر فیض جاری ہوتا اور عوام و خواص اپنے مقاصد و مطالب میں کامیاب ہوتے تھے۔ بعد نماز مغرب نوافل اور ختم خواجگان کے بعد مریدوں اور مہمانوں سے بات چیت کرتے، جمعرات اور پیر کو ہمیشہ حلقہ فرمایا کرتے تھے، آخر عمر میں بوجہ ضعف یہ سلسلہ قائم نہ رہ سکا تو پیر جی محمد انور صاحب پیر و جمعرات کو حلقہ فرمانے لگے، غسل سے پہلے کچھ کھانا تناول فرمایا کرتے تھے، عشا کے بعد مکان میں تشریف لے جاکر جو مستورات مکان پر جمع ہوتی تھیں اُن کا کام انجام دے کر تقریبًا ۱۱ بجے استراحت فرماتے تھے۔ آسیب زدہ مریض کا معائنہ اور علاج بعد عشا فرمایا کرتے تھے۔

میلاد شریف اور لنگر خانہ

حضرت حاجی صاحبؒ کے ہاں ہر جمعہ کو بعد نماز مغرب میلاد خوانی ہوتی تھی، اس میں کافی روپیہ صرف ہوتا تھا، یہ آپ کا

معمول تا زیست قائم رہا۔ ماہِ رمضان میں آپ کا لنگرخانہ عام ہوتا تھا جس میں تقریباً دو سو نفر روزانہ شکم سیر ہوتے تھے۔ ایامِ عرس حضرت مخدوم پاک میں حضرت حاجی صاحبؒ کا مع خدام کے پیرانِ کلیر تشریف لے جانا اور آٹھ دس روز تک لنگر جاری رکھنا سالانہ معمولات میں سے تھا۔

اجمیر شریف میں گدڑی شاہ سے ملاقات حضرت حاجی صاحب بزمانۂ عرس حضرت خواجہ غریب نوازؒ اجمیر شریف تشریف لے گئے، سرائے میں قیام فرمایا، آپ کی تشریف آوری کی اطلاع ہوتے ہی جوق در جوق لوگوں کی آمد شروع ہوگئی، بہت لوگوں نے عرض کیا حضرت ہمارے مکان پر تشریف لائیں، مگر آپ نے انکار فرما دیا جس وقت حضرت حاجی صاحب سرکار غریب نوازؒ کے مزارِ اقدس پر مراقب ہوئے حضرت حاجی صاحب پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی، مراقبہ سے اٹھے تو صوفی جان صاحب آپ کو اپنے حجرے میں لے گئے اتنے میں گدڑی شاہ آگئے۔ صوفی جان صاحب نے آپ کا تعارف کرایا کہ شاہ صاحب سندھ کے رہنے والے ہیں پچاس سال سے پہاڑ پر رہتے ہیں، سو سال سے زائد آپ کی عمر ہے، تھوڑی دیر میں حضرت حاجی صاحب پر جذبی کیفیت طاری ہوگئی حضرت حاجی صاحب نے شاہ صاحب سے سندھی زبان میں گفتگو شروع کردی، شاہ صاحب نے صوفی صاحب کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ چالیس سال کے بعد آج میں نے ایک شیر دیکھا ہے

نواب جوناگڑھ حضرت حاجی صاحب کے غلاموں میں نواب صاحب جوناگڈھ حضرت حاجی صاحب سے بیعت تھے، حضرت حاجی صاحب اجمیر شریف میں قیام فرما تھے کہ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ

نواب صاحب آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں، آپ نے انکار کر دیا، بہت عرض معروض کرنے کے بعد اس شرط پر رضامند ہوئے کہ میں قیام کے معاملہ میں آزاد ہوں گا جہاں چاہوں قیام کروں اور جب چاہوں واپس آجاؤں نواب صاحب کے قاصدوں نے تار دیدیا حضرت حاجی صاحب جوناگڑھ تشریف لے گئے اور ایک مسجد میں قیام فرمایا، نواب صاحب کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے قاصد بھیجا کہ آپ کے قیام کے لئے آرام دہ مکان کا انتظام کیا گیا ہے سامنے مسجد ہے وہاں تشریف لے آئیے حضرت حاجی صاحب نے فرمایا، فقیر تو مسجد ہی میں ٹھہرا کرتا ہے، نواب صاحب کی طرف سے اصرار پیہم جاری رہا، مجبوراً تشریف لے گئے، نواب صاحب نے قدم بوسی کے بعد عرض کیا کہ تین سو روپے روزانہ خدمت والا میں بھیجتا رہوں گا، حضور فقراء کو تقسیم فرمادیں حضرت حاجی صاحب نے فرمایا نہیں اس کی کیا ضرورت ہے، نواب صاحب نے کہا حضرت اگر ایسا نہ ہوا تو میری بدنامی ہوگی، فقراء کہیں گے کہ نواب کا پیر آیا اور کچھ تقسیم نہ کیا، حضرت حاجی صاحب خاموش ہو گئے۔ نواب صاحب تین سو روپے یومیہ بھیجتے تھے حضرت حاجی صاحب تقسیم فرمادیا کرتے تھے، حضرت حاجی صاحب کے پاس ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا تھا، نواب صاحب روزانہ سلام کرنے آتے تھے، آٹھ روز بعد حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ اب فقیر جائیگا، نواب صاحب نے کم از کم بیس ہزار روپے کا سامان پیش کرنے کا انتظام کیا حضرت حاجی صاحب کو معلوم ہوا تو مولوی امیرالدین صاحب سے کہا کہ فقیر اس لئے نہیں آیا تھا میں نے تمہاری خوشی پوری کردی ایسا ہرگز نہ کیا جائے۔ حضرت حاجی صاحب دیوبند تشریف لے آئے

میاں رحمت اللہ صاحب کو عطائے خلافت ایک مرتبہ میاں رحمت اللہ شاہ

صاحب دیوبند آئے اور پٹھان پورہ کی مسجد میں ٹھہر گئے، دوسرے روز مسجد چھتہ میں حاضر ہوئے اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے گئے، کئی روز تک اسی طرح آتے رہے، ایک روز حضرت ؒ نے فرمایا کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا مجھے کچھ علیحدہ عرض کرنا ہے، فرمایا حجرہ میں آجاؤ۔ میاں صاحب نے حجرہ میں آکر اپنی سرگزشت سنائی کہ میں بھاولپور کے قریب کا رہنے والا ہوں۔ حاجی کنار صاحب ؒ سے بیعت ہوں، ایک مدت اُن کی خدمت میں رہ کر اللہ اللہ کرتا رہا۔ ۱۴ چلے کئے مگر مجھے کچھ نفع نہ ہوا۔ کئی سال ہوئے حاجی صاحب کا انتقال ہوگیا جب سے مارا مارا پھرتا ہوں، مگر اب تک کامیابی کی صورت نظر نہ آئی، اب مجھے خواب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی بشارت ہوئی ہے، حضرت حاجی صاحب نے فرمایا اچھا ٹھہرو، تمہاری نسبت مجھے بھی اشارہ ہوا ہے، میاں صاحب موصوف تقریباً ۲ ماہ پٹھان پورہ کی مسجد میں قیام فرما رہے اور کامیاب ہوکر حضرت حاجی صاحب سے خلافت نامہ لکھوا کر بھاولپور چلے گئے

کمال اخلاق | بعض حضرات نے آپ کو ضعیفی کی حالت میں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں مگر آپ نے کبھی کسی کے لئے بددعا نہ کی، آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص مجھے صبح سے شام تک بُرا کہتا ہے میں اس کو رات کو معاف کر دیتا ہوں، فقیر وہی ہے جو بُرا کہنے والے کو بھی بُرا نہ کہے اور کوئی جسمانی یا قلبی تکلیف نہ پہنچائے، اور اُس کی رضا پر راضی رہے۔

وصال | ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ کو بخار ہوا، سینہ میں ورم ہوکر غفلت طاری ہوگئی مرض بڑھتا رہا، ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ بروز جمعرات مرض نے شدت اختیار کی۔ عصر کی

نماز کی تکبیر تحریمہ کیلئے ہاتھ اُٹھائے ہی تھے کہ وصال ہوگیا، ۲۸ رذی الحجہ کو شاہ شہیداصاحب کے مزار کے قریب سپردِ خاک کر دیئے گئے۔

خلفاء | حضرت حاجی صاحب کے خلفاء کی صحیح تعداد معلوم نہ ہوسکی تذکروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے ان چار خلفاء کا آپ کے سامنے وصال ہوگیا تھا۔

(۱) پیر جی محمد انور صاحبؒ
(۲) نعیم شاہ صاحبؒ
(۳) رحمت اللہ شاہ صاحبؒ
(۴) ہدایت شاہ صاحبؒ

ان حضرات کے انتقال کے بعد مولوی سید عبدالعزیز صاحبؒ کھجناوری (ضلع سہارنپور) کو خلافت واجازت عطا فرمائی تھی ۱۳۳۲ھ میں اُن کا وصال ہوا۔

اولادِ امجاد | حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ نے تین نکاح فرمائے تھے۔ پہلی بیوی سے حاجی سید حسن صاحب اور دو صاحبزادیاں حبیبہ و فاطمہ تولد ہوئیں دوسری منکوحہ سے میاں اولاد حسن و ابنِ حسن و آلِ حسن و محمودہ تولد ہوئیں۔

حاجی سید حسن حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کے جانشین ہوئے اور ان کے انتقال کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے سید الغیاث حسین جانشین ہوئے اور ان کے انتقال کے بعد سید سادات حسن جانشین ہوئے جو بفضلہ حیات ہیں اور مراد آباد میں سکونت پذیر ہیں۔

ملک الاولیا سلطان الاصفیا محبوب الاعظم حضرت شیخ محمد لطافت علی عثمانی القادری رح

آپ ۱۲۲۹ھ میں قصبہ دیوبند میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد کا نام دیوان بخشش علی تھا۔ بچپن ہی سے زہد و قناعت، عبادت و ریاضت کی طرف طبیعت راغب تھی والدہ محترمہ کی خدمت و اطاعت اور زیارت کو سعادت تصور کرتے تھے۔

آپ کا رجحان طبع فقر و درویشی، ترک دنیا، انقطاع خلق، گوشہ نشینی، اور خلوت گزینی کی طرف تھا مشاغل دنیا کی جانب بہت کم توجہ تھی، پھر بھی آپ نے سنت نبوی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنی چچازاد بہن سے عقد مسنون کر لیا جن سے صرف ایک صاحبزادہ تولد ہوا، مگر بچپن ہی میں اس کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد رفیقہ حیات بھی انتقال کر گئیں۔

قرآن شریف حفظ کرنے کے بعد مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی (والد ماجد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند) سے فارسی پڑھی حضرت حافظ صاحب نے اگرچہ عربی اور علوم متداولہ کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی، پھر بھی اُن کی تصانیف اور مکتوبات کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو علم لدنی عطا فرمایا تھا، مطالعہ اور کتب بینی کے ازحد شائق تھے۔ آپ کے ذاتی کتب خانہ میں کئی ہزار کتابیں تھی، جن میں متعدد ایسی کتب تھیں جو خود آپ نے اپنے دست مبارک

سے نقل فرمائی تھیں

مستند علماء اور مشائخ مثلاً حاجی امداد اللہ صاحبؒ میاں جی کریم بخش صاحب رامپوری حضرت سائیں توکل شاہ سے آپ کا گہرا تعلق تھا، اور یہ حضرات آپ کی نسبت اچھا خیال رکھتے تھے۔

عبادت و ریاضت کا آپ کو بچپن ہی سے شوق تھا، دن رات سفید مسجد دیوبند میں مصروفِ گریہ وزاری رہا کرتے تھے چھتہ کی مسجد میں پوری پوری رات عبادت میں گذار دیتے تھے۔

انہی ایام میں ہندوستان کے مشہور ابدال حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب بدخشانی خلیفہ حضرت مولانا شاہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ نے آپ پر انجذابی توجہ ڈالی، آپ مسجد چھتہ سے غائب ہو گئے، اور ۱۳ سال تک پتہ نہ چل سکا کہ آپ کہاں اور کس جگہ ہیں، حیات ہیں یا وفات پا گئے۔ ۱۲ سال کنجری پہاڑ میں حضرت مولانا یعقوب صاحب بدخشانی کی زیرِ تربیت رہ کر آپ قصبہ سکروڈہ حضرت شاہ منصور صاحبؒ کی خانقاہ میں پہلے گئے۔ شناخت دشوار تھی بال اور ناخون حد سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے، چہرۂ مبارک پر آثارِ ہیبت و وحشت نمایاں تھے، کسی شناسا نے بمشکل شناخت کر کے دیوبند اطلاع دی، اور بعد اصرار پر آپ دیوبند تشریف لائے۔

سلوک و طریقت کے منازل طے کرنے میں اگرچہ آپ کو متعدد مشائخ سے اعانت اور تربیت حاصل کرنے کا موقعہ ملا مگر سلاسل اربعہ میں بیعت اور باقاعدہ اکتسابِ فیض کا موقعہ آپ کو ان چار صاحبِ نسبت بزرگوں سے ملا ہے

(۱) سلسلۂ قادریہ میں حضرت شاہ مولانا محمد یعقوب صاحب بدخشانی ابدالؒ سے
(۲) طریقہ چشتیہ میں حضرت شاہ نظام پانی پتیؒ سجادہ نشین حضرت مخدوم شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی سے۔
(۳) سلسلۂ سہروردیہ میں حضرت سید حسن صاحب شیخپوریؒ سے۔
(۴) رسول شاہی سلسلہ میں جناب دانا فدا حسین رسول شاہیؒ سے، اور فیضانِ صابری و قادری بطریقِ اویسیت حضرت مخدوم علی احمد علاء الدین صابرؒ سے اور خلافت بطریقِ اویسیت حضرت مخدوم پاک سے حاصل کی۔

حضرت حافظ صاحب کو اوّل الذکر ہر دو مشائخ سے استفادہ کا زیادہ تر موقع ملا ہے۔ آپ کے مکتوبات میں جا بجا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اور حضرت شاہ نظام پانی پتی کا تذکرہ موجود ہے۔

آپ کی متعدد تصانیف ہیں دیوانِ حافظ (اردو) اور کشف الاسرار طبع ہو چکے ہیں۔ اصطلاحاتِ صوفیہ، الہامِ مطلق، مرآۃ شریف، مثنوی اسرار رحمت دیوانِ حافظ فارسی ہنوز غیر مطبوعہ ہیں۔

اہلیہ محترمہ کے انتقال کے بعد حضرت حافظ صاحبؒ شیخ سید حسن شاہ صاحب کی خدمت میں شاہجہانی مسجد محلہ خانعالم پورہ سہارنپور میں مقیم رہے، مگر آخر شب میں روزانہ حضرت شاہ علیم الدین (حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے بھانجے) کی مزار پر شیخپورہ حاضری دینا آپ کا معمول رہا کچھ عرصہ بعد مستقل طور پر شیخپورہ سکونت اختیار کر لی اور مدت العمر وہیں مصروف عبادت و ریاضت رہ کر ۸۳ سال کی عمر میں ۱۲ شعبان ۱۳۱۲ھ جمعہ کی صبح کو ۹ بجے کے قریب وصال فرما گئے۔ مزار مبارک

موضع شیخپورہ ضلع سہارنپور میں زیارت گاہ خواص و عوام ہیں۔

آپ کے خلفاءِ مجاز حسب ذیل حضرات تھے۔

(۱) مولوی محمود صاحب دیوبندیؒ

(۲) مولانا حکیم بشیر احمد صاحب دیوبندیؒ

(۳) حضرت الحاج مولانا شاہ عظمت علی صاحب دیوبندیؒ (شمس الاعظم)

(۴) حافظ صابر علی صاحب رامپوریؒ

(۵) حکیم خلیل الرحمٰن صاحب کیرانویؒ

(۶) پیر جی ممتاز احمد صاحب گنگوہیؒ

(۷) سید محمد صادق صاحب شیخپوریؒ

(۸) منشی عبدالرحمٰن صاحب سہارنپوریؒ

آپ کے خلفاء میں ارشد ترین خلیفہ حضرت مولانا شاہ عظمت علی صاحب قدس سرہٗ تھے۔

حضرت مولانا الحاج شاہ عظمت علی صاحب قدس سرہٗ

آپ حضرت حافظ لطافت علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ارشد اور محبوب ترین خلیفہ تھے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے قصبہ دیوبند میں حاصل کی۔ ساری عمر تجرد میں گزار دی، مدت العمر شادی نہ کی، والدہ محترمہ کے اصرار پر فرمایا کرتے تھے کہ میرے لئے شادی کرنے کا حکم نہیں، میری شادی کرکے کیا لوگی، میری شادی ہر سال ہوا کریگی۔ انشاء اللہ تمہارا گھر ہمیشہ آباد رہے گا۔ یہ چراغ خانہ بے نور نہ رہیگا۔

آپ اپنے وقت کے اولیائے کبار میں نہایت با فیض صاحبِ تصرف بزرگ تھے، بے شمار کرامات ظہور میں آئیں، آپ چونکہ مادرزاد ولی اور سیف زبان تھے، زبانِ مبارک سے جو فرماد یتے تھے فوراً وقوع میں آتا تھا۔

آپ کا وصال مراد آباد میں ہوا مگر تدفین مکانِ مسکونہ میں ہوئی محلہ محل میں آپ کا مزارِ فیض بار زیارت گاہ خواص وعوام ہے۔ مکان مسکونہ میں تدفین پر علماءِ دیوبند اور اہالیانِ قصبہ سے مقدمہ بازی رہی مگر مخالفین کامیابی حاصل نہ کر سکے۔

اوائلِ حال میں آپ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکی کی خدمت میں تکمیل سلوک وطریقت کے لئے تشریف لے گئے، آپ کا یہ سفر حج بھی عجیب وغریب تھا۔ صرف پانچ ڈبل پیسے چادر کے کونے میں باندھ کر بلا کسی زاد وراحلہ کے دیوبند سے روانہ ہوکر بمبئی پہنچے۔ ساحلِ سمندر پر ایک رئیس نے آپ کو جہاز کا

ٹکٹ خرید دیا، مکہ معظمہ پہنچ کر حج بیت اللہ ادا کر کے قطب العالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی خدمت میں رہے۔ حضور حاجی صاحب نے اعزاز و احترام کے ساتھ آپ کو اپنے ہاں ٹھہرایا، حضرت حاجی صاحب کے حجرے میں صرف ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی، آپ چارپائی پر لیٹ جاتے تھے۔ قطب العالم فرش پر استراحت فرماتے تھے، کچھ عرصہ کے بعد قطب العالم حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ تمہارے نصیب کا میرے پاس کچھ حصہ نہیں ہے تم ہندوستان واپس جاؤ، آپ نے فرمایا ہندوستان تو بہت بڑا ملک ہے کہاں جاؤں کس کے پاس جاؤں؟ نشان دینہ ارشاد فرمائیں حضرت قطب العالم نے ارشاد فرمایا کہ شیخوپورہ میں حافظ لطافت علی کے پاس جاؤ تمہارے نصیب کا جو کچھ ہے وہ وہیں سے ملے گا۔

سفر حج سے واپس آکر آپ شیخوپورہ تشریف لے گئے اور شاہ علیم الدین صاحب کی مسجد میں قیام فرمایا ——— حضرت حافظ صاحب نے آپ کو بلا کر فرمایا کہ تم آئے تو تھے میرے پاس مسجد میں قیام کیوں کیا آپ نے فرمایا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوں حضرت نے جب یاد فرمایا حاضر ہو گیا، الغرض حضرت مولانا صاحب قبلہ حافظ صاحب کی خدمت بابرکت میں رہ کر بیعت و ارادت سے مشرف اندوز ہوئے، اسی اثناء میں آپ کو مثنوی شریف پڑھنے کا شوق ہوا۔ آپ بغیر کچھ کہے سنے حضرت مولانا الٰہی بخش کاندھلوی کے خاندان کے ایک بزرگ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور مسجد میں قیام فرمایا۔ حضرت استاد نے آپ کا امتحان لیا، مثنوی شریف چونکہ تصوف کی ام الکتاب ہے، استاد بزرگ نے شریک درس ہونے سے منع کر دیا۔ آپ مسجد میں تشریف لے آئے، اسی روز شام کو قصبہ کے ایک رئیس دریافت کرنے

آئے کہ یہاں کوئی دیو بند کے حاجی صاحب آئے ہیں آپ نے فرمایا جی ہاں میں ہوں۔ رئیس صاحب نے اصرار کیا کہ آپ میرے مکان پر قیام فرمائیں، آپ نے فرمایا فقیر کا جائے قیام تو مسجد ہی ہے۔ رئیس موصوف نے عرض کیا کہ آپ تا قیام غریب خانہ پر کھانا تناول فرمائیں اور آپ کو حضرت کی خدمت میں لیجا کر عرض گذار ہوئے کہ آپ ان کو مثنوی شریف کی تعلیم دیں، حضرت استاد صاحب نے فرمایا یہ صاحبزادے کل بھی میرے پاس آئے تھے۔ رئیس موصوف نے کہا کچھ بھی سہی آپ ان کو تعلیم دیجئے اور آپ بھی غریب خانہ پر کھانا تناول فرمایا کریں۔

الغرض دونوں استاد و شاگرد دونوں وقت رئیس موصوف کے مکان پر کھانا تناول فرماتے رہے۔

الغرض آپ کچھ عرصہ کاندھلہ تشریف فرما رہے اور اس عرصہ میں ساری مثنوی شریف پڑھ لی۔ بوقت روانگی رئیس موصوف نے بیان کیا کہ مجھے خواب میں حضرت مخدوم صابر پاک رح نے حکم دیا تھا کہ ہمارا ایک مہمان تمہارے یہاں آرہا ہے اس کے قیام و طعام کا انتظام رکھنا، میں نے حضرت مخدوم پاک رح کے حکم کی تعمیل کی، میں آپ سے صرف اس بات کا خواستگار ہوں کہ آپ مجھے دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

کاندھلہ سے واپسی پر آپ پیر و مرشد حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں تشریف لائے، حضرت حافظ صاحب نے خوش ہو کر فرمایا ہمارے واسطے کیا لائے؟ آپ نے فرمایا حضور والا مثنوی شریف حفظ یاد کر کے آیا ہوں۔ آپ نے مثنوی پڑھ کر سنائی، حضرت حافظ صاحب نے فرمایا دیکھو مثنوی اس طرح پڑھا کرتے ہیں۔

الغرض حضرت مولانا صاحبؒ پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر تکمیل مناز ل طریقت میں مشغول ہو گئے درجہ کمال پر پہنچنے پر پیر و مرشد نے ۴ ربیع الثانی ۱۲۸۹ھ کو خلافت اور اجازت ظاہری و باطنی سلسلہ قادری صابری کی عطا فرما کر دستار فضیلت سے سرفراز فرمایا ۔

ایک روز حضرت حافظ صاحبؒ کو حضرت مخدوم صابر پاکؒ کا حکم ہوا کہ تم فوراً ہمارے ہاں حاضر ہو، حافظ صاحب گھبرا گئے اور حضرت مولانا عظمت علی شاہ صاحب کو بلا کر فرمایا کہ فوراً حاضری کا حکم ہوا ہے انتظام کرو ۔ اگلے روز حضرت حافظ صاحب مریدوں کو ساتھ لیکر دربار صابری میں حاضر ہوئے، رڑکی ریلوے سٹیشن سے ایک گاڑی میں حضرت حافظ صاحب اور دیگر خلفاء و مرید سوار ہوئے ۔ دوسری گاڑی میں سامان رکھوایا گیا اور اس کی نگرانی حضرت مولانا الحاج ممدوح کے سپرد ہوئی ۔ حضرت حافظ صاحب اگلی گاڑی میں سوار تھے، مولانا ممدوح سامان کی گاڑی میں جس وقت آپ کی گاڑی نہر گنگ پر کلیر سے پہلے پل پر پہنچی تو آپ گاڑی سے اتر گئے اور سر کے بل چلکر نقارخانہ کے سامنے درگاہ معلیٰ کے شرقی دروازے پر پہونچکر آستانہ بوسی کی ۔ حضرت حافظ صاحب کی گاڑی درگاہ معلیٰ کے شمالی دروازہ پر جا کر رکی درگاہ شریف میں حاضر ہوئے حکم ہوا کیا لائے ہو پیش کرو ۔ حضرت حافظ صاحب نے عرض کیا کہ حضور نے مجھے ایک سیدزادہ عطا فرمایا تھا وہ حاضر ہے (یہ اشارہ حضرت سید صادق حسینؒ کی معرفت تھا جو حافظ صاحب کے خلیفہ تھے ۔) دوبارہ پھر یہی حکم ہوا، حافظ صاحب عرض گذار ہوئے کہ حضور نے سیدزادہ عطا فرمایا تھا حاضر ہے، حکم ہوا اپنے اس مرید کو پیش کرو جو سر کے بل ہمارے حضور میں حاضر ہوا ہے

لوگ اسی وقت آپ کو ہاتھوں ہاتھ اٹھا لائے۔ حضرت مخدوم پاکؒ نے فرمایا جو مرید پیر کی برابری کرتا ہو وہ جانشینی کا اہل نہیں، اہل وہی ہے جو ہمارے حضور میں سر کے بل حاضر ہوا ہے۔ حضرت مخدوم پاکؒ نے حافظ صاحبؒ کو محبوب الاعظم اور حضرت مولانا موصوف کو شمس الاعظم کا خطاب عطا فرما کر حضرت حافظ صاحب کا جانشین مقرر فرمایا۔

مزارِ مبارک منشی فیض الحسن صاحب وکیل نے جو حضرت کے عاشق و مرید تھے بنوایا، درگاہِ معلیٰ کی تولیت آپ کے ہاتھ میں رہی، اب آپ کے پوتے صوفی طاہر حسن صاحب درگاہِ عالیہ کے متولی منتظم و سجادہ نشین ہیں۔ وصال سے بیشتر آپ مرادآباد تشریف لے گئے، بیمار ہوگئے، مرض نے خطرناک صورت اختیار کر لی ۶ رشوال کو محبوبِ حقیقی سے جا ملے، آپ کا جنازہ مرادآباد سے دیوبند لایا گیا، مکان مسکونہ میں تدفین ہوئی جس پر علماء دیوبند آڑے آئے، مقدمہ بازی ہوئی مخالفین ناکامیاب منہ کی کھانی پڑی، آپ کا عرس ۶ رشوال کو نہایت تزک و احتشام کے ساتھ ہوتا ہے جسمیں بڑے بڑے مشائخ شامل ہوتے ہیں روحانی نغموں سے فضائے محلہ معمور رہتی ہے

ذوقِ شاعری

حضرت مولانا صاحب قدس سرہٗ شاعری بھی فرماتے تھے آپ کا کلام اکثر فارسی زبان میں ہوتا تھا، حضرت مولانا قدس سرہٗ نے سرکار مخدوم پاک نور اللہ مرقدہٗ کی جو منقبت تحریر فرمائی ہے وہ اسی کتاب میں کسی دوسری جگہ پر مذکور ہے اس سے آپ کی علمی و ادبی مہارت اور بے نظیر قابلیت کا پتہ چلتا ہے اس کے علاوہ حضرت کی تصنیف لطیف تحفۃ الحافظی میں پیر و مرشد حضرت حافظ شیخ محمد لطافت علی عثمانی دیوبندی کی منقبت بھی مذکور ہے جو ناظرین کرام کے ذوقِ

طبع کے لئے ہدیہ ہے۔

عشقش بلا نارِ خدا حافظ خدارا یافتم ! ازلمین صابر دلربا حافظ خدارا یافتم
دارم لطافت صابری ورثہ لطافت قادری گلزارِ رشد آنکشادہ حافظ خدارا یافتم
نقش و نگارِ دلبراں تابندہ در من ہمگیاں گرویدہ ام من بر صفا حافظ خدارا یافتم
محفوظ از حافظ منم نعرہ انا الحافظ زنم محفوظ بے حافظ کجا ہما حفظ خدارا یافتم
آن جانشینِ مصطفےٰ او درِ یتیم بے بہا سلطانِ جملہ اولیاء حافظ خدارا یافتم
ہم تاج بخشِ دلبراں زینت دہِ ارض و سما ہم بے دلاں را ملتجا حافظ خدارا یافتم
لطفِ لطافت را نگر چوں آنِ صابر آمدہ صابر چو قادر آمدہ حافظ خدارا یافتم
حسنِ ملیح آراستہ جانِ دو عالم سوختہ غوغائے عشق انداختہ حافظ خدارا یافتم
اے عاشقاں اے عاشقاں من دلبرے را یافتم محبوبِ اعظم دائما حافظ خدارا یافتم
از آن من من آنِ او ذات اللہ ہما بینت ہو بہو بر آنِ او جانم فدا حافظ خدارا یافتم

من عظمتِ شاہ خودم فخرِ غلامی من کنم
او قبلہ من قبلہ نما حافظ خدارا یافتم

تبحرِ علمی حضرت مولانا صاحب قدس سرہ اپنے وقت کے عالمِ بے بدل اور مقتدائے طریقت تھے صرف ۶، ۷ ماہ کے عرصہ میں علومِ ظاہریہ کی تکمیل اس طرف مشیر ہے کہ حضرت موصوف کو حق جل علا نے علمِ لدنی عطا فرمایا تھا حضرت مولانا قدس سرہ کی ایک تصنیفِ لطیف تحفۃ الحافظی پیشِ نظر ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا قدس سرہ کا علم کسبی نہیں بلکہ وہبی تھا۔ یہ کتاب درحقیقت ان دس سوالات کے جوابات کا مجموعہ ہے جو حضرت کے پیر بھائی پیر جی ممتاز احمد نے ۲۰ جمادی الاول ۱۳۰۶ھ کو

حضرت کی خدمت میں بغرض ازالۂ شکوک شبہات ارسال فرمائے تھے۔ اس کا خلاصہ بغرض افادۂ ارباب طریقیت درج ذیل ہے

شیخ کی حقیقت اور اس کا مرتبہ

حق حق حق

الکسمہ ذٰلک الکتاب لا ریب فیہ ھدًی للمتقین ط یعنی وارثان وراثت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں کتاب مبین مثل انبیاء کے ہیں اور قیامت تک رہیں گے اور اس دعوے پر الشیخ فی قومہٖ کالنبی فی امتہٖ برہان (اور دلیل قوی) ہے اس مسئلہ کے بارے میں الہام مطلق ہے اِنَّ الشیخ کتاب اللہ فلتتلوہ بالعظمۃ والادب بالعشی والابکار (شیخ اللہ کی کتاب ہے صبح اور شام اس کی تلاوت نہایت عظمت وادب کے ساتھ کرنی چاہیئے) نیز الشیخ منبع الجود جوادٌ کریم او عین جاریۃ معطی مُربی حلیم (شیخ جود وعطا کا منبع، بہت بخشش اور کرم والا، یا ایک بہتا ہوا چشمہ، عطا کرنے والا، پرورش کرنے والا اور نہایت رحم دل ہوتا ہے۔

مرأۃ شریف میں اس بیان میں تفسیر میں مذکور ہے مَن کانَ عاشقًا ورَاغبًا وتابعًا وساجدًا ومومنًا الی الحقیقۃ المحمدیۃ صلی اللہ علیہ وسلم فھو محب اللہ وعبد اللہ وحبیب اللہ (جو شخص عاشق اور راغب اور تابع اور حقیقت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور سر عقیدت جھکانے والا ہے وہی خدا سے محبت کرنے والا خدا کا بندہ اور خدا کا

دوست ہے۔

شیخ وہی ہے جس کو شیخ (کامل) نے شیخ بنایا ہو۔ شیخ سے ہی شیخ پیدا ہوتے ہیں، بدون شیخ کے شیخ بننا محال ہے، اگر کوئی شیخی کا دعوی کرے مگر اس کا کوئی شیخ نہ ہو اس کا حال بالکل اس کے مطابق ہے مَن لَا شیخ لہ فشیخہ الشیطان لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (جس کا کوئی شیخ نہیں ہوتا اس کا شیخ شیطان ہوتا ہے) ہر راہ رو اور ہر رہبر کے لئے سب سے پہلے رفیق کی ضرورت ہے الرَّفیق ثمّ الطریق۔

ظاہر ہے کہ شیخ صاحب ارشاد کو کہتے ہیں، صاحب ارشاد وہی ہوتا ہے جس نے اپنے شیخ مربی کی حمایت میں تکمیل سیر سلوک کے بعد درجہ ولایت حاصل کیا ہو اور خرقہ خلافت حاصل کر کے مسند نشینی کی ہو جیسے کہ شیخ پیر دستگیر حضرت حافظ شیخ محمد لطافت علی عثمانی دیوبندی، قادری، صابری اویسیؒ نے مولوی احمد الدین کے مکتوب کے جواب میں ارقام فرمایا ہے کہ محققین اور عارفین کے دو گروہ ہیں (اول) مجذوب مطلق۔ یہ وہ لوگ ہیں جو طریق سلوک عبور کر کے منزل مقصود پر پہنچ کر ایک ایسے موقف المواقف پر کھڑے ہو جاتے ہیں جہاں شب و روز محو استغراق جمالِ دوست ہو جاتے ہیں۔ اُس عالم کے حالات سے باخبر رہتے ہیں، مگر اس عالم ظاہر کی اُنھیں ہوش اور خبر نہیں رہتی مسلوب الحواس اور مفقود العقل ہو جاتے ہیں۔ کسی بزرگ نے کہا ہے ؎

ستانی زباں از رقیبان راز
کہ تا راز سلطان نہ گویند باز

اس قسم کے لوگ چونکہ مبتدیوں کی تربیت نہیں کر سکتے اسلئے ایسے لوگوں کے پاس نہ جانا چاہئے نہ اُن کا قول وفعل لائق اقتدا ہے جو شخص ایسے لوگوں کی تقلید واتباع کریگا بالآخر تباہ وگمراہ ہو جائیگا اس گروہ کو اصطلاحِ طریقت میں اولیاء مستہلک کہتے ہیں۔

دوسرے گروہ کو مشایخ اور اہلِ تمکین کہتے ہیں، یہ لوگ نبوت اور ولایت محمدی کے تابع اور مطیع ہوتے ہیں یہ حضرات منازلِ سلوک طے کر کے موقف الموافقف پر پہنچکر کھڑے ہو جاتے ہیں، ذاتِ حق سبحانہ وتعالیٰ کا مشاہدہ کرتے ہیں (اس موقف پر پہنچنے کے بعد) ان لوگوں کو ناقص لوگوں کی تربیت اور طالبین کی تکمیل ارشاد کے لئے اس عالم میں بھیجا جاتا ہے۔ ان لوگوں کو محو ہونے کے بعد دوبارہ ثبوت حاصل ہوتا ہے۔ یہ حضرات صاحبِ عقل وحواس ہوتے ہیں۔ یہی لوگ خلیفہ وارث اور جانشینِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں، یہ حضرات محویت، فنا اور مشاہدہ کے باوجود بھی دونوں جہاں کی تعمیر (کے فرائض) کرتے ہیں (انجام دیتے ہیں) ظاہر میں ان حضرات کا تعلق خلقِ خدا کے ساتھ ہوتا ہے، اور باطن میں حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ یہ حضرات (نہایت) ہشیار اور راز (ساتر) اسرار ہوتے ہیں۔ ان حضرات کا قول وفعل انبیاء علیہم السلام کے قول وفعل کے مطابق ہوتا ہے۔ درحقیقت قابلِ اقتدا ہیں، اور ذرہ برابر دائرۂ شریعت، طریقت وحقیقت سے قدم باہر نہیں رکھتے۔ یہی حضرات مقربِ حق اور واصلِ مطلق ہوتے ہیں۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد علماء اُمتی کانبیاءِ بنی اسرائیل اور العلماء ورثۃ الانبیاء ایسے ہی حضرات کی شان میں وارد ہے۔ اُمتِ مرحومہ ان حضرات

سے ظاہر میں دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور حق سبحانہٗ کے طلب گار انہی حضرات کے توسط سے درجۂ ولایت حاصل کرتے ہیں۔

جس شخص میں یہ تمام صفات موجود ہوں وہی شیخ کہلانے کا مستحق ہے صاحب مصباح الہدایت نے فرمایا ہے کہ نبوت کے بعد نیابت نبوت سے بڑھ چڑھ کر کوئی درجہ نہیں۔ یہ منصب نائب نبوت ہی کا ہے کہ وہ لوگوں کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق لوگوں کو حق کی دعوت دیتے ہیں۔ شیخ نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا ہے اور شیخی سے مراد بھی درحقیقت نیابت نبوت ہے اسلئے شیخی اور تربیت ایک ایسا اعلیٰ اور ارفع مرتبہ ہے جس کے اوپر کوئی اور مرتبہ فوقیت نہیں رکھتا۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَئِنْ شِئْتُمْ لَاُقْسِمَنَّ لَکُمْ اِنَّ اَحَبَّ عِبَادِ اللّٰہِ اِلَی اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُحَبِّبُوْنَ اللّٰہَ اِلٰی عِبَادِہٖ وَیُحَبِّبُوْنَ عِبَادَ اللّٰہِ اِلَی اللّٰہِ وَیَمْشُوْنَ بِالنَّصِیْحَۃِ۔ (قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، اگر تم چاہو تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ کے نزدیک محبوب بندے وہی ہیں جو اللہ سے محبت کرتے ہوئے اُس کے بندوں سے بھی محبت کرتے ہیں اور وہ اللہ کے بندوں سے محبت ہیں اسلئے کہ وہ خدا کے بندے ہیں اور اُن کو پند و نصیحت کرتے رہتے ہیں۔

دلیل ہے شیخی کے مرتبہ کے علو اور فضیلت پر۔ یہ باتیں مشائخ صوفیا میں ہی ہوتی ہیں اسلئے شیخ کی تعریف و توصیف نہ زبان سے بیان ہو سکتی ہے، نہ تحریر میں لائی جا سکتی ہے کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

گر بگویم تا قیامت نعتِ او　　　ہیچ آن را غایت و مقطع مجو

کیست کافر؟ غافل از ایمانِ شیخ　　کیست مُردہ؟ بے خبر از جانِ شیخ!
آنکہ بے وزر راست شیخ ستاے جواں　　در قبولِ حق چو کف اندر کماں

ہر نبیؑ و ہر ولیؒ را مسلکے ست
لیک تا حق مے برد جملہ یکے ست

الغرض سب آدمی شیخ کو شیخ ہی کہتے ہیں جانتے ہیں لیکن دیکھتے نہیں (الا ماشاءاللہ) کہ شیخ کون ہے اور اسکی عظمت و منزلت کیا ہے (الہامِ مطلق میں ہے) مَن لم یتبع الرّبّ الادنیٰ لم یصل الی الرّب الاعلیٰ۔ (جو شخص چھوٹے رب کا اتباع نہیں کریگا وہ رب الاعلیٰ تک نہیں پہنچ سکتا) قرآن مجید میں بھی یہ مسئلہ بطور شرط و جزا مذکور ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (اے نبیؐ کہہ دو اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو مجھ سے محبت کرو خدا تم سے محبت کریگا) یہ بھی ارشاد ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (جو شخص رسول کی اطاعت کرے گا اُس نے بلا شبہ خدا کی اطاعت کی)۔

مولوی عبدالحی بحر العلوم نے اوائلِ مثنوی شریف میں فرمایا ہے کہ تمام نسبت اور اضافات جو کلام اللہ، احادیثِ نبوی، بزرگانِ دین اور بیشتر ایانِ اہلِ یقین میں ذاتِ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں وہ تمام نسبتیں اور اضافات انسان کی طرف بھی راجع ہیں کیونکہ وہ مظہر اور خلیفہ اللہ کا ہے خَلَقَ آدمَ عَلیٰ صُورتِہٖ (اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔) اور اِنّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیفَۃ اسی خلافت کا اشتہار ہے اور "خالق الخلق فی الخلق" اسکے اسرار میں سے ہے۔

اور تخلقوا باخلاف اللہ اسی کا کام ہے اور اِنَّ الَّذِیْنَ یبایعونک اِنّما
یبایعون اللہ یَدُ اللہ فَوْقَ اَیدیہم اس کا اظہار ہے اور مَن یہدِ اللہ
فَلا مضلّ لہ وَمَن یضللہ فلا ھادی لہ اسی کا اقرار وانکار ہے، الغرض
کہاں تک لکھوں۔ ایک بزرگ نے فرمایا ہے ؎

گر بگویم تا قیامت زیں کلام | صد قیامت بگذرد این نا تمام
(اگر میں قیامت تک بولتا رہوں) | (تو قیامت گزر جانے پر بھی تمام نہ ہوگا)

جاننا چاہئے کہ شیخ وارث وراثت احمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور نائب
نبوت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد الشَّیخ فی قومہ
کالنبی فی اُمتہ (شیخ اپنی قوم میں بالکل ایسا ہی ہوتا ہے جیسا نبی اپنی اُمت میں
ہوتا ہے) اس کا موید ہے۔ شیخ اپنی قوم میں بالکل ایسا ہی ہوتا ہے جیسے نبی اپنی اُمت
میں ہوتا ہے) اس کا موید ہے۔

مصباح الہدایت میں مذکور ہے (کہ ارادت کی شرطوں میں ایک شرط یہ بھی ہے)
کہ اپنے شیخ پر کبھی قول، فعل یا حال سے اعتراض نہ کرے اور اس بات کا پختہ اعتقاد
رکھے کہ سوائے میرے شیخ کے اور کوئی شخص مجھے خدا تک نہیں پہنچا سکتا، اگر کسی مُرید
کے دل میں اس بات کا خطرہ بھی پیدا ہوگا کہ سوائے میرے پیر و مرشد کے اور کوئی شیخ
وقت مجھے خدا تعالیٰ تک پہنچا سکتا ہے تو شیطان اس پر قابو یافتہ ہو کر راہِ راست
سے ہٹا دے گا کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔

گر نہ باشد سایۂ پیر اے فضول
پس ترا سرگشتہ دارد بانگِ غول

(اے بیوقوف اگر پیر کا سایہ تیرے سر پر نہ ہو)
(تو شیاطین کا شور و غل ہی تیرا دماغ خراب کردیگا)

حق تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے فَمَن یَکفُر بِالطَّاغُوتِ وَیُؤمِن بِاللّٰہِ فَقَدِ استَمسَکَ بِالعُروَۃِ الوُثقٰی لَا انفِصَامَ لَھَا وَاللّٰہُ سَمِیعٌ عَلِیمٌ ۔

سوالات متذکرہ کے جوابات ایسے ہی شیخ سے متعلق ہیں، یہ بات بھی یاد رکھو! کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اِن مِّن اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیھَا نَذِیرٌ کوئی اُمت ایسی نہیں جس میں شیخ نہ ہو اور جس طرح عوام ایک اُمت ہیں مشائخ کرام بھی ایک اُمت ہیں چنانچہ حق تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمِمَّن خَلَقنَا اُمَّۃٌ یَّھدُونَ بِالحَقِّ (مخلوقات میں ایک ایسی اُمت بھی ہے جو لوگوں کو حق کی ہدایت کرتی ہے) اِس جب یہ امر مسلم ہے کہ کوئی اُمت شیخ سے خالی نہیں ہوتی تو عوام کے رہبر مشائخ کرام ہیں، اور مشائخ کرام کے مقتدا حضور شیخ الثقلین صلے اللہ علیہ وسلم ہیں، تمام مشائخ حضور کے ظل عاطفت میں ہیں۔

پھر جس طرح درجۂ نبوت میں تمام انبیاء مساوی ہیں، لیکن اُن میں بھی بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔ اسی طرح تمام مشائخ شیخی میں برابر ہیں مگر غوث الثقلین سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے پکے وارث اور جانشین مطلق اور تمام سلسلوں اور طریقوں کے مرشدِ اعلیٰ ہیں حضرت پیرانِ پیر دستگیر نے قصیدہ رومی میں ارشاد فرمایا ہے اَنَا عَبدُ القَادِر شیخ کامل طریقتی۔ حضرت پیرانِ پیر شیخ الثقلین ہیں۔

س ۵۱ ۔ پیر کے خلاف ہو کر مرید فائدہ اٹھا سکتا ہے یا نہیں ؟

ج ۔ مراۃ شریف میں ہے من کان مذبذباً عن الاخلاص ومنافقاً بالافعال وخاطئاً و باغیاً من امر الشیخ لا علینا حسابہ لعلہ یخرجہ من سلسلۃ الشریفۃ ۔ (جو شخص اخلاص میں مذبذب اور افعال و اطوار میں منافق ، خطا کار اور شیخ کے حکم کا باغی ہو تو اس کی ذمہ داری ہمارے اوپر نہیں شاید وہ اپنے سلسلہ ہی سے خارج ہو جائے) حق تبارک تعالیٰ نے بطریق تعجب فرمایا ہے کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون (تم اللہ تعالیٰ کا کفر و انکار کیونکر کر سکتے ہو در آنحالیکہ تم مردہ تھے حق تعالیٰ نے حیات بخشی پھر وہی تمہیں مار ڈالے گا پھر تمہیں زندہ کریگا پھر اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے) اور پھر ایسے شخص کا خلاف اور بھی زیادہ باعث تعجب ہے جو الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر کا مصداق ہے (کیا وہ نہیں جانتا کہ اسکو کس نے پیدا کیا ہے وہ نہایت باریک بیں اور ہر بات سے باخبر ہے) یہ بات غور سے سننے کی ہے ؎

چوں خلاف تو اگر گوید کسے

کینہ ہا خیزد ترا با او بسے

(اگر تیرے خلاف کوئی شخص کوئی بات کہے ، تو لامحالہ اس کی طرف سے تیرے دل میں کینہ پیدا ہو جائے گا ۔)

شیخ چونکہ وارث انم اور جانشین خلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے

اسکی مخالفت کیونکر روا ہوگی اس کی مخالفت سے سوائے خذلان، اور
خسران کے اور کیا حاصل ہوگا، قرآن شریف میں حق تبارک و تعالیٰ نے
فرمایا ہے وَمَن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی
الآخرۃ من الخاسرین (جو شخص اسلام کے سوا اور کوئی دین اختیار کریگا
وہ قبول نہ کیا جائیگا اور وہ شخص آخرت میں خسارہ والے لوگوں میں سے ہوگا)
(سو جب اسلام کے سوا کوئی دین عنداللہ مقبول نہیں) تو کسی مرید سے شیخ
کی مخالفت بھی قابل قبول نہیں، اسلئے کہ جو بات شیخ کے نزدیک مکروہ ہے
وہ خدا کے نزدیک بھی مکروہ ہے۔ الہام مطلق میں ہے اِن کان الفعل
مکروھا عند المحبوب الاعظم فھو مکروہ عند اللہ (جو فعل محبوب
اعظم (پیر و مرشد) کے نزدیک مکروہ ہے وہ خدا کے نزدیک بھی مکروہ ہے۔ اگر
کوئی شخص اسکی مخالفت کریگا وہ شیخی کے درجہ سے گر پڑیگا، اے عزیز شیخ کا
انکار کرنا حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے، الہام مطلق میں ہے
تقلید الشیخ تقلید الرسول، اِطاعۃ الشیخ اِطاعۃ الرسول کلام
الشیخ کلام الرسول، سنت الشیخ سنت الرسول محبت الشیخ محبت
الرسول عشق الشیخ عشق الرسول، لقاء الشیخ لقاء الرسول
مشاھدۃ الشیخ مشاھدۃ الرسول، نور الشیخ نور الرسول
شکایۃ الشیخ شکایۃ الرسول اذیۃ الشیخ اذیۃ الرسول
توھین الشیخ توھین الرسول، غیبۃ الشیخ غیبۃ الرسول
تحقیر الشیخ تحقیر الرسول اِنکار الشیخ انکار الرسول۔

(شیخ کی تقلید رسولؐ کی تقلید ہے، شیخ کی اطاعت رسول کی اطاعت ہے۔ شیخ کا کلام رسول کا کلام ہے، شیخ کی سنت رسولؐ کی سنت ہے، شیخ کی محبت رسول کی محبت ہے، شیخ کا عشق رسولؐ کا عشق ہے، شیخ کی ملاقات رسولؐ کی ملاقات ہے، شیخ کا مشاہدہ رسولؐ کا مشاہدہ ہے، شیخ کا نور رسولؐ کا نور ہے، شیخ کی شکایت رسول کی شکایت ہے، شیخ کو اذیت پہنچانا رسولؐ کو اذیت پہنچانا ہے، شیخ کی توہین رسولؐ کی توہین ہے، شیخ کی غیبت رسول کی غیبت ہے، شیخ کی تحقیر رسولؐ کی تحقیر ہے، شیخ کا انکار رسول کا انکار ہے) اسلئے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سبحانہٗ کے حبیب ہیں، پس رسول اللہ کا حبیب، اللہ کا حبیب ہے اور رسولؐ اللہ کا دشمن اللہ کا دشمن ہے۔ الہامِ مطلق میں ہے رفیق الحبیب حبیب وعدو الحبیب عدو (دوست کا دوست دوست ہوتا ہے اور دوست کا دشمن دشمن ہوتا ہے) یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا قائل ہو مگر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کا قائل نہ ہو وہ کافر ہے اسلئے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلق اور خالق کے درمیان فیضان کا واسطہ ہیں۔ کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

می ستاند فیض از حق بر دوام!
می کند قسمت بقدرِ ہر کدام

(حضور صلے اللہ علیہ وسلم حق سبحانہٗ سے فیض حاصل کرکے، لوگوں پر بقدر استعداد تقسیم فرماتے رہتے ہیں) ؎

از ہماں فیضانِ اشیا زندہ اند   زاں محمد رب و ایشاں بندہ اند

(اسی فیضان سے اس عالم کو حیات حاصل ہے، اسی ذاتِ محمدؐی سے خدا
خدا اور بندے بندے ہیں)

قرآن شریف میں استفاضۂ نورِ الٰہی کے لئے اتباع ومحبتِ رسول شرط کے
طور پر مذکور ہے فرمایا گیا ہے قُل اِن کنتم تحبّون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم
اللّٰہ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے ومن یطع الرّسول فقد اطاع اللّٰہ بالکل
یہی شان شیخ کی ہے، شیخ اللہ اور بندہ کے درمیان فیضان کا کامل اور اکمل واسطہ
ہے کیونکہ وہ نائب رسول ہے، الہام مطلق میں ہے الشیخ للعبد واسطۃ فی
المجاز ہے) اور بلا واسطہ فیضان ہرگز ممکن نہیں کیونکہ ذاتِ وحدہٗ لاشریک اس قدر
لطیف ہے کہ لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر
یعنی ہویت محض ادراک واوہام سے منزہ اور بالاتر ہے۔ مرآۃ شریفہ میں ہے
الھویۃ المحض منزھۃ عن الافہام والادراک فلا تدرکہ الابصار
مخلوقاتِ خداوندی کا حال اس کے بالکل برعکس ہے جب یہ بات ہے تو ایسے
کامل کا وجود لابدی ہے جو مرکز برزخ بن کر خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ کا کام دے
اندریں حالات بلاشبہ جب تک لطیف اور کثیف کے درمیان مظہر ذوجہتین نہ
ہو جو اس صفت کے ساتھ مختص ہو، ارواحنا اجسادنا و اجسادنا ارواحنا
یعنی وہ ہم صورت وہم سیرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا نہ ہو فیضان محال ہے
پس شیخ مختار مطلق، برزخ جامع صورت وسیرت بلاشبہ فیضان عالم کے لئے
مثل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ کامل واکمل ہے کیونکہ وہی وارث
اتم اور اللہ کا خلیفہ ہے، اسی لئے مریدوں کی تکمیل کا کام اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے

جس کو چاہے خدا تک پہنچادے جس کو چاہے راندۂ درگاہ کردے یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ وعلیکم مَا بریدا ۔ شیخ مختارِ مطلق ۔مدبراتِ امر، قایم مقامِ نبوت مسند وراثت پر ہوتا ہے، وہ جو کچھ فرماتا ہے بالکل بجا ہے، اُس کا حکم بلاشبہ خدا کا حکم ہے، اور اس کا کلام کسی وقت بھی الہام وارشاد سے خالی نہیں ہوتا، قرآن مجید میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد ہے مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ان ھو الا وحی یوحی کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

مطلق آن آواز از شہ بود

گر چہ از حلقومِ عبد اللہ بود

(وہ آواز مطلق خلاقِ دوجہاں کی ہوتی ہے۔ اگرچہ عبد اللہ کے حلقوم سے کیوں نہ نکلی ہو)

الہام مطلق میں ہے "خیالات الشیخ مدبرات الامر خیالہ صحیح من اللہ"

("شیخ کے خیالات، کاموں کے بنانے والے ہوتے ہیں، شیخ کے خیالات صحیح اور منجانب اللہ ہوتے ہیں) بہرحال شیخ کی مخالفت کسی حالت میں بھی اور کسی شخص سے ہرگز قابلِ قبول نہیں اور اُن کا نتیجہ سراسر خذلان وخسران ہے حق تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُھُمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الضَّآلُّوْنَ (جن لوگوں نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا اور ان کا کفر روز بروز بڑھتا رہا تو ایسے لوگوں کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی ۔یہ لوگ سخت قسم کے گمراہ ہیں) الہام مطلق میں ہے اَلْعَمَلُ خِلَافَ ارشاد الشیخ یلقی فی الخسارۃ (شیخ کے حکم کی خلاف ورزی خسارہ میں ڈالدیتی ہے۔)

اے عزیز! کسی مرید سے اس وقت تک شیخ کی مخالفت وقوع میں نہیں آسکتی

جب تک شیخ کی خفت اس کے دل میں پیدا نہ ہو۔ شیخ کا استخفاف مرید کو ایسے گڑھے میں پھینک دیگا جہاں سے وہ پھر کبھی نہ اُٹھ سکے گا۔ حدیث شریف میں ہے من استخف استاذہ ابتلاہ اللہ بثلثۃ بلیات نسی ماحفظوا فتقر فی آخر عمرہ وخرج من الدنیا بغیر ایمان (جو شخص اپنے استاد کو خفیف سمجھے گا حق تعالیٰ اُس کو تین مصیبتوں میں مبتلا کردے گا۔ (۱) جو پڑھا لکھا ہوگا بھول جائیگا (۲) آخر عمر میں روٹیوں کا محتاج ہو جائے گا۔ (۳) دُنیا سے بغیر ایمان کے رُخصت ہو جائے گا۔

بہرحال اس میں شک و شبہ نہیں کہ شیخ کی مخالفت سراسر خسر الدنیا والآخرۃ کی مصداق ہے قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے کیف یھدی اللہ قوماً کفروا بعد ایمانہم وشھدوا ان الرسول حق وجاءھم البینٰت واللہ لا یھدی القوم الظٰلمین۔ نعوذ باللہ منہا

س ۳ :۔ جو مرید اپنے آپ کو عقیدتاً ہمسر یا برتر پیر سے جانے اور حضور شیخ میں ان افعال سے کہ جن سے اس کا جاہ وجلال ظاہر ہو اور خوش ہو، یہ عقیدہ اور برتاؤ مستند ہے یا نہیں؟

ج :۔ الہام مطلق میں ہے اذا تری المرید داعی الدرجات والمنزلۃ المجازیۃ ومع ذالک یقول وجودی مثلی کمثل الشیخ نقل علیہ سلاماً بیبیک وھذا فراق بینی وبینک (اگر کوئی مرید درجات اور منزلتِ وجودی کا مدعی ہو اور اس بات کا قائل ہو کہ میرا وجود اور میرا مثل مثل شیخ کے ہے تو تم دونوں ہاتھوں سے اسے سلام کرکے کہہ دو۔ آج سے ہمارے تمہارے درمیان

فراق ہے ۔ پس جو مرید اپنے آپ کو از روئے عقیدت شیخ سے برتر یا ہمسر جانے اور ایسا طریقہ اور روش اختیار کرے کہ شیخ کے حضور میں خود کو مثل شیخ تصور کر کے بزرگی اور ہمسری کے کام کرنے لگے وہ بلا شبہ مدعی مشرک اور ظالم ہے اور اس کا نتیجہ سراسر خذلان و خسران ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ ، دو خدا تو کسی حالت میں ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ اگر کوئی بندہ خدا کے سامنے خدائی کا دعویٰ کرے، اُسکی جزا جہنم ہی ہے ۔ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ اعوذ باللّٰہ من اللّٰہ الاثنين الہام مطلق میں ہے اَللّٰهُ اَحَدٌ وَالاَحْمَدُ اَحَدٌ وَالْقُرْاٰنُ اَحَدٌ وَالشَّيْخُ اَحَدٌ وَالاَبُ اَحَدٌ وَالاُمُّ اَحَدٌ فَمَنْ يَنْظُرْ سِوَى الاَحَدِ فَهُوَ اَحْمَقُ (اللہ ایک احمدؐ ایک قرآن ایک شیخ ایک، باپ ایک ماں ایک پس جس کی نظر ایک کے سوا دوسرے پر پڑیگی وہ احمق ہے)

مرید کو اگرچہ اس کی محبوبیت کی خدا تعالیٰ کی طرف سے بشارت کیوں نہ ہوئی ہو لیکن یہ بات ہرگز اسکے لائق نہیں کہ وہ خود کو شیخ کا ہمسر تصور کرے ۔ بغیر باپ کے بیٹا پیدا نہیں ہوتا، اور اس عالم مجاز میں والد اور مولود برابر نہیں ، والد اپنی جگہ پر والد ہے لڑکا اپنی جگہ پر لڑکا ہے ۔

الہام مطلق میں ہے الشَّيْخُ وَالْمُرِيْدُ لَنْ يَّكُوْنَا اِسْوَاءً فِي الْمَجَازِ شیخ اور مرید عالم مجاز میں برابر نہیں ہو سکتے ۔ پس جو مرید خود کو شیخ سے برتر تصور کرتا ہے

اس خیالِ محال کا ثمرہ سوائے گمراہی اور وبال کے اور کچھ نہیں۔ الہام مطلق میں ہے
استقم بحدک لا تخرج من دائرۃ العبدیۃ قبل الشیخ (اپنی حد پر
قائم رہ اور دائرۂ عبدیت سے نکل کر شیخ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کر)۔

اے عزیز یاد رکھ کہ الموجود موجود دائماً والمعدوم معدوم (جو موجود
ہے ہمیشہ موجود رہیگا اور جو معدوم ہے وہ ہمیشہ معدوم رہے گا۔) اسلئے کہ ممتنع خود
ممتنع ہے ممکن، ممکن ہے اور واجب، واجب، خدا کی قسم کوئی بھی اُس کا ہمسر یا
اُس سے برتر نہیں ؎

از تو خیالِ برتری باشد جنون وابتری
آن مشرکِ بدتر بود با تو کہ جوید ہمسری

(تیرا برتری کا خیال جنون اور ابتری ہے۔ جو تیری ہمسری کا جویا ہے وہ بدتر مشرک ہے)

الہام مطلق میں ہے کہ المحبوب الاعظم بذاتہ واحدٌ وبصفاتہ
واحدٌ وبافعالہ واحدٌ وبتصرفاتہ واحدٌ وبشیون واحدٌ
فلا شریک بہ ومن یشرک فہو دوناہ دعاءہ انّ المشرکین نجسٌ
(محبوب اعظم اپنی ذات کے اعتبار سے واحد ہے، اپنی صفات میں واحد ہے
اپنے افعال میں واحد ہے اور تصرفات میں واحد ہے، اپنی شیون میں واحد
ہے اور کوئی اُس کا شریک نہیں اور جو شخص شرک کا مرتکب ہوگا ہم اُس کو راندۂ
درگاہ کر دیں گے، بلاشبہ مشرک نجس ہیں۔) دیکھو کسی شخص کو شیخ کے احکام میں چون و چرا
کی مجال نہیں، شیخ وحدہٗ لاشریک لہٗ مریدوں کے درمیان ہے یفعل ما یشاء
ویحکم ما یرید (جو چاہتا ہے کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے)

الہام مطلق میں ہے الشیخ مختار قوی قادر غالب علی المرید و مثلہ کالمولاء والعبد فلہ یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید (شیخ صاحب اختیار وقوت ہے صاحب قدرت اور غالب مرید پر ہے، اور مثل شیخ کی مثل آقا اور غلام کے ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے جو چاہے حکم دے۔

جو مرید اپنے کو یا کسی دوسرے کو شیخ سے بہتر اور برتر تصور کرتا ہے، وہ مرید بلاشبہ مشرک ہے، اس آیت کریمہ میں مومن کو اس طرح خطاب فرمایا گیا ہے کہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُ الْمَسْجِد (اے ایمان والو! مشرک نجس ہیں لہٰذا وہ مسجد کے قریب آئیں)

پس اگر مرید کے دل میں غیر شیخ کی محبت ہے تو سمجھ لو کہ اس کے حصہ میں خیر اور بھلائی نہیں، ایسے مرید کے متعلق الہام مطلق میں فرمایا گیا ہے من یحسب منزلۃ الغیر کمنزلۃ الشیخ فمالہ الخیر (جو شخص غیر کے مرتبہ کو مثل اپنے شیخ کے مرتبہ کے خیال کرے تو اس کے لئے کوئی خیر و خوبی نہیں) افسوس صد افسوس بجائے پیر پرستی کے ہمسری اور برتری کا دعویٰ۔

غرض یہ ہے کہ شرکت شیخ کے ساتھ روا نہیں، الہام مطلق میں ہے لا یشرک بمنزلۃ الشیخ احدٌ (شیخ کے درجہ کو کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا) فتوح الغیب میں ۶۳ ویں مقالہ میں حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ رأیت فی المنام کانی اقول یا مشرکا بربہ فی باطنہ بنفسہ وفی ظاہرہ بخلقہ وفی عملہ بارادتہ فقال رجل الی جنبی ما ھذا الکلام

فقلت ھذا نوع من المعرفۃ (میں نے خواب میں دیکھا گویا میں کہہ رہا ہوں، اے اپنے پروردگار کے ساتھ شرک کرنے والے (اپنے باطن میں اپنے نفس کی ہستی انانیت اور اپنے افعال کی نسبت نفس کی طرف بطریق استقلال) اور شرک کرنے والے پروردگار کے ساتھ ظاہر میں اس کی مخلوق کے ساتھ (ضرر، نفع اور خیر و شر کی اس کی طرف نسبت کرنا یا اس سے نفع و ضرر کی توقع کرنا) اور شرک کرنے والے اپنے عمل میں اس طرح کہ میں یہ کام کروں گا، وہ کام کرونگا، اور یہ ہوگا وہ ہوگا۔ تو میرے پہلو میں بیٹھنے والے ایک شخص نے مجھ سے کہا، یہ کیا بات ہے اور اس کے کیا معنی ہیں۔ تو میں نے جواب دیا کہ یہ معرفت حق کی ایک نوع ہے، اسلئے کہ مدار شناخت کا سلوک، فنا اور موت ارادی کی تحصیل پر ہے۔

اے عزیز تم سمجھ گئے کہ شرک کیا ہے اور شرک کے کیا معنی ہیں نعوذ باللہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ اے عزیز! کیا کیا جائے اس زمانہ میں ایسے مُرید پیدا ہونے لگے ہیں کہ وہ اپنے وہم سے اپنے آپ کو صاحب قوت و قدرت سمجھ کر بدون شیخ کے براہ راست خدا تک پہنچنے کا گمان رکھتے ہیں، اور سب سے بڑی تعجب خیز بات یہ ہے کہ خود کو صاحب تصرّف سمجھ کر وہی قوت و قدرت اور حصول و وصول سے شیخ پر بھی ہاتھ صاف کرنے لگتے ہیں۔

الہام مطلق میں ہے من یصرّف قدرتہٗ و قوتہٗ وعظمتہٗ و منزلتہٗ علی الشیخ فھو مھبط الی الاسفل (جو مُرید اپنی قدرت قوت اور عظمت اور منزلت کو شیخ کے خلاف استعمال میں لائیگا وہ روز بروز تنزل میں گرتا

جائیگا) گویا اس قسم کے مُرید دیدہ و دانستہ جس صورت سے بھی ممکن ہوتا ہے شیخ کو ایذا پہنچانے کے مرتکب ہوتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کے متعلق قرآنِ پاک میں فرمایا گیا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤذُونَ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنیا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُم عَذَابًا اَلِیْمًا (جو لوگ اللہ اور رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں دنیا اور آخرت میں اُن پر اللہ کی لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے نہایت تکلیف دہ عذاب اُن کے لئے تیار کر رکھا ہے) حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے خصلتانِ لا شیٔ اَفضل منھما الایمان باللّٰہ والنفع للمسلمین۔ وَ خصلتان لا شیٔ اَخبث منھما الشرک باللّٰہ والضر للمسلمین (دو عادتیں ایسی ہیں جن سے بُری کوئی عادت نہیں (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا (۲) مسلمانوں کو ضرر پہنچانا۔

دیکھو! حضورِ سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضؓ کے حق میں اس قدر فضل اور رحمت فرمائی کہ احاطۂ تقریر و تحریر و قیاس سے باہر ہے بالخصوص خلفائے راشدین کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و عنایت سرِ خاص و عام اُمّتِ مرحومہ پر ظاہر ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی مسندِ وراثت پر بٹھا کر اُمّتِ مرحومہ کو اعلان فرمایا علیکم بسنّتی وسنۃ الخلفآء الراشدین (اے ایمان والو! میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت تمہارے لئے واجب العمل ہے) اور یہ امر مسلّم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام پر سوائے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی فائز نہ ہوا قرآن و احادیث سے چاروں اصحاب کی بزرگی و یکتائی ثابت ہے اور وہ اپنے اپنے مراتب میں اس فوقیت کے مالک ہیں

جس کے اوپر اور کوئی فوقیت نہیں حتیٰ کہ وہ چاروں اصحابؓ٭ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم جماعتِ صفہ میں اپنے دوستوں میں رونق افروز ہو کر فرمایا کرتے اعینو نی یا عباد اللہ (اے اللہ کے بندو میری مدد کرو) اصحاب صفہ کمالِ ادب سے دست بستہ عرض کرتے تھے لبیک یا رسول اللہ، یہ بات اگرچہ انتظاماً تھی لیکن ظاہر صورتِ حال میں یہی معلوم ہوتا تھا کہ گویا حضور صلے اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ سے امداد کی درخواست فرما رہے ہیں، لیکن حقیقت اس کے خلاف تھی، یہ بھی اُن کو فضل و کرم سے نوازنے کی ایک صورت تھی۔ یہ فضل و اکرام اگرچہ سراسر سربلندی تھی لیکن اس کا اظہار بصورت پستی تھا، کیونکہ خدا کے ہاں بلندی پستی اور پستی بلندی ہے اور حقیقت میں خدا کے ہاں نہ بلندی ہے نہ پستی ہے، لیکن یہاں دونوں باتیں موجود ہیں۔

باپ شیر خوار بچہ کی پرورش کے لئے طرح طرح کی تکالیف اور پریشانیوں کا سامنا کرتا ہے، شیر خوار بچہ کو کبھی گود میں لیتا ہے کبھی کندھے پر بٹھاتا ہے، کبھی کچھ کرتا ہے اور کبھی کچھ، پھر اُنگلی پکڑ کر رفتہ رفتہ زمین پر چلانا سکھاتا ہے، بجائے دودھ کے ہلکی غذا کھلاتا ہے یہاں تک کہ وہ وقت آجاتا ہے کہ بچہ پروان چڑھ جاتا ہے، بزرگوں کے لئے بار نہیں رہتا وہ خود باربردار بن جاتا ہے۔ با این ہمہ باپ بجائے خود باپ ہی ہے اور بچہ اپنی جگہ بچہ ہی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السّلام نے مع اپنی اہلیہ اور صاحبزادوں کے اپنے صاحبزادے یوسف علیہ السّلام کو سجدہ کیا۔ سجدہ کرنے سے پہلے یعقوب علیہ السّلام ویسے کے ویسے ہی رہے اُن میں کوئی تغیر اور تبدیلی رونما نہ ہوئی، مسجود

٭ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہونے کی حیثیت سے بھی اس فضیلت اور برتری کے باوجود عمر بن عبداللہ بن عمر

اور ساجد دونوں اپنی اپنی حیثیت پر قائم رہے ہیں، یہ مسئلہ غور و تامل سے سمجھنے کا ہے کہ اس عالم مجاز میں وجود یوسف علیہ السلام بلا وجود حضرت یعقوب علیہ السلام کے نہ تھا اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے مثل دیگر انبیاء علیہم السلام کے تعلیم و تلقین اپنی اولاد اور اُمت کو فرمائی۔ غنیۃ الطالبین میں حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانیؒ نے فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے تھے مگر محبوب تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے مثل اور فرزندوں کے یوسف علیہ السلام کو بھی تعلیم و تلقین کی تھی حضرت یعقوب علیہ السلام کا یوسفؑ کو سجدہ کرنا درحقیقت یوسف علیہ السلام کو سجدہ نہ تھا بلکہ یہ سجدۂ شکر و تعظیمی تھا، اظہار شکر حقیقت کا بصورت تعلیم مجاز تھا۔

یہ سجدہ حضرت یعقوب علیہ السلام پر اسلئے لازم اور واجب تھا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے آپ کے صاحبزادے کو پیغمبری اور بادشاہی دونوں نعمتیں عطا فرمائی تھیں کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

کے پسند و عدل و لطفِ کردگار
کہ گلے سجدہ کند درپیش خار

(عدل و عنایتِ خداوندی اس بات کو کب گوارا کرتی ہے، کہ پھول کانٹے کو سجدہ کرے)

یہ بھی ایک رازِ خداوندی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں کوئی نبی نہیں ہوا، دونوں باپ بیٹے نبی تھے لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ (ہم اللہ کے رسولوں میں کوئی تفریق نہیں کرتے لیکن تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ (ان رسولوں میں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے)

کبھی وارد ہے، یوسف علیہ السلام بیٹے اور شاگرد تھے اور یعقوب علیہ السلام باپ اور اُستاد۔ مرأۃ شریف میں ہے الیعقوب والد الیوسف مولدُ لاشک بلا تولید الیعقوب ولادۃ الیوسف محال وان کان تحجل الیوسف بلا لیعقوب فعلیک آفات کثیرۃ (حضرت یعقوب علیہ السلام والد تھے اور یوسف علیہ السلام صاحبزادے، اگر حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا نہ ہوتے تو یوسف علیہ السلام کی پیدائش کہاں سے ہوتی باایں ہمہ یوسفؑ کو یوسفؑ بدون یعقوبؑ ماننا باعثِ آفاتِ کثیرہ ہے)

یہی حالت بعینہٖ شیخ کی ہے، شیخ اپنے مریدوں کی تربیت بڑی محنت و مشقت سے کرتا ہے، کبھی مرید کو الف، با، تا پڑھاتا ہے، کبھی رُلاتا ہے، کبھی ہنساتا ہے، کبھی ناز سے اور کبھی نیاز سے پرورش کرتا ہے، ان سب باتوں کے باوجود شیخ اپنی جگہ شیخ ہے اور مرید اپنی جگہ مرید خواہ وہ مرید محبوب اور مطلوب کیوں نہ ہو۔

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کے حضور میں حضرت خواجہ امیر خسروؒ کو وہ نیاز اور رسوخ حاصل تھا کہ کسی دوسرے کو میسر نہ تھا، حضرت محبوب الٰہیؒ خواجہ امیر خسروؒ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ اگر قیامت کے دن خدا نے مجھ سے پوچھا کہ میرے لئے دنیا سے کیا تحفہ لایا ہے تو میں اپنے تُرک کو پیش کردونگا اس بات سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ حضرت محبوب الٰہیؒ کے دل میں امیر موصوف کی جس قدر محبت تھی اتنی کسی اور کی نہ تھی حضرت محبوب الٰہیؒ کو امیر موصوف سے عشق تھا، حضرت امیر موصوف نے اس قدر یکتائی، قرب و رسوخ حاصل ہونے

کے بعد جب قدر پیر پرستی کی وہ ناظرین سیر و سوانح کی نظر سے پوشیدہ نہیں ۔ پیران عظام رضی اللہ عنہم اپنے مریدوں کی فضل و رحمت سے اس طرح پرورش کرتے ہیں کہ بعض عوام کو پیر کو پیر اور مرید کو مرید سمجھنے میں غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے ، مرید کو پیر اور پیر کو مرید تصور کرنے لگتے ہیں ۔ بزرگانِ دین کے اقوال ، افعال ، احوال میں نیازمندی اور پیر پرستی کے سوا اور کیا ہے جو شخص نیازمندی اور پیر پرستی سے بے بہرہ ہیں اُس کے لئے تمہارے پہلے سوال کا جواب ہے ۔ الہام مطلق میں ایسے شخص کی حالت پر اظہار تاسف ہے تاسفاً علی الذی ماکان بہ سب الشیخ (جو شخص اپنے شیخ کو برا بھلا کہتا ہے یا گالی دیتا ہے اُس کے حال پر افسوس صد افسوس)

برادر عزیز ! طالبانِ حق کو جو کچھ ملا ہے نیازمندی اور پیر پرستی سے ملا ہے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امتِ مرحوم کی ہدایت کے لئے اپنی عبدیت کا اس طرح اظہار فرمایا ہے ۔ اِنی عبد اللہ و عبدہٗ و رسولہٗ ۔ الہام مطلق میں ہے من دخل فی المقام الرفیع فلابد علیہ لفهم منزلته من حمایة الشیخ و لولا فهم فقد حل فی الاسفل (جو شخص مقام رفیع میں داخل ہوا اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے رتبہ کو شیخ کی حمایت کا نتیجہ تصور کرے نہیں تو اس کو تنزل اور تسفل حاصل ہو گا ۔) حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کاتبِ وحی نے ہمسری کا دعویٰ کیا کافر ہو گیا ۔ (نعوذ باللہ)

غرض شیخ سے ہمسری اور برتری کا نتیجہ وہی ہے جو کاتبِ وحی کا ہوا ۔ اور نتیجہ نیازمندی اور پیر پرستی کا جو طالبانِ حق کو ملتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور تا قیامت جاری رہیگا پس جو مرید خود کو اپنے شیخ مربی سے برتر یا ہمسر تصور کرکے اس کے حضور میں

ایسے افعال کا مرتکب ہو جن سے برادرانِ طریقت کی نظر میں اُس کا جاہ و جلال ظاہر ہو اور اس بات پر اس مرید کو ناز او مسرت ہو، ایسے مُرید کے متعلق مرآۃ شریف میں فرمایا گیا ہے لو رأیت نور الجبل یوجب الخیر الّا اصبر علی اھلینک ، وَ عبدیتک وَلا تخرج عن دائرۃ العبدیۃ ان ھو دائرۃ الامن بحفاظتہ الحافظ وَالحصار الخیر والحصین المحکم للعباد ۔

اے عزیز! یہ عقیدہ اور روش ہرگز کفر سے خالی نہیں بلکہ محض کفر اور شرک ہے نعوذ باللہ منہا ۔ ہاں اگر مرید بچہ او نابالغ ہو اور ہیبت و عظمت شیخ کی اُس کے دل میں ذرہ برابر نہ ہو تو مقامِ تعجب نہیں جب فضلِ خداوندی سے درجہ بلوغ کو پہنچ جائیگا ، وہ خود ہی اپنی حرکت سے نادم اور شرمندہ ہو کر تائب ہوجائیگا ، اس کے دل میں شیخ کی عظمت و ہیبت جاگزیں ہو جائے گی ، وہ خود ہی شیخ کی عظمت و ہیبت سے لرزاں رہنے لگے گا ۔ اِنّما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اسی باب میں وارد ہے ۔

س ۳ ۔ بلا بیعت و ارادت و بدون اخذِ فیضان کوئی کسی کا مُرید ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

ج ۔ الہام مطلق میں ہے من کان عاشقًا وطالبًا بجمال علام الصرف جلّ شانہٗ بلا واسطۃ الاحمدؐ و آیاتہ فھو جمع الھواء بقبضتہ (جو شخص بلا واسطہ اور بدون آیاتِ نبوت عاشق یا طالب جمالِ الہٰی جل شانہٗ کا ہے ، اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنی مٹھی میں ہوا بند کر کے رکھنا چاہتا ہو ۔)

شیخ اور مرید کی حقیقت مرآۃ شریف میں ان الفاظ میں مذکور ہے ، الشیخ بجلباب الانسان لمنافع الناس وَباصلاح المریدین وَالمرید بجلباب الانسان

لمنافع المسلمین و المسلمات بوجہ ادب الشیخ (شیخ انسانیت کے پردہ میں مریدوں کی اصلاح اور لوگوں کی نفع رسانی کے لئے ہے، اور مرید انسانیت کے جامہ میں مسلمان مرد وعورتوں کے منافع ومفاد کے لئے ہے، اور یہ بات اس کو اپنے شیخ کے ادب کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے) میرے بھائی طالبانِ حق کو جو دولت حاصل ہوتی ہے وہ پیروں کے ادب ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ التصوف کلہ ادب (التصوف ادب ہی ادب ہے) ادب کا کمال یہ ہے کہ مرید کا وجود باقی نہ رہے، شیخ ہی شیخ باقی رہے۔ مگر یہ کام عشق کا ہے، عشق کے مذہب میں سوائے محبوب کے اپنے وجود کا تخیل بھی شرک ہے۔

شیخ اور مرید کی تعریف سننے کے بعد اب بیعت کا حال سنو، الہام مطلق ہے البیعۃ من الشیخ ارادۃ وصال المحبوب و اتباعہ رحلۃ الی مدینۃ المقصودۃ و العمل بقولہ صراط مستقیم بصرہ و اخلاصہ زاد السفر بمقاماتہ و عشقہ وجہ مرکبہ کالبراق الابلق و فناءہ مع غیرہ جسر البحر الاعظم ما وقع بین العبد والرب ومن العبد ہ صرف و صل بوصل وصلاً فھو واصلٌ۔ (شیخ سے بیعت ہونے کے معنی ہیں وصالِ محبوب کا ارادہ کرنا اور اس کا اتباع روانگی ہے محبوب کے شہر کی طرف اور شیخ کے قول پر عمل محبوب کے شہر کو جانے والا سیدھا راستہ ہے اور شیخ سے اخلاص خلوص وہ راستہ کا ناشتہ اور خوراک ہے اور شیخ کا عشق ومحبت براقِ ابلق کی طرح سواری ہے، اور مرید کا فنا ہو جانا اس بڑے دریا کا پل ہے جو خدا اور بندے کے درمیان واقع ہے۔ اس کے بعد

محبوب سے وصال ہی وصال ہے۔

اے عزیز پیری اور مریدی دونوں بغیر سندِ مجاز کے معتبر اور مستند نہیں، اس عالم میں سندِ مجاز وجودِ نبوت و نیابت اور سلاسل پیران عظام ہیں کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تصانیف اہل اللہ مثل کسوٹی میزان اور آئینہ کے ہیں جس میں صحیح اصلی خد وخال نظر آجاتا ہے۔ عہدِ نبوت میں جو لوگ ایمان نہ لائے تھے۔ وہ یہی کہا کرتے تھے فقالوا البشر یھدوننا فکفروا۔

جو لوگ پیری و مریدی کے منکر ہیں وہ درحقیقت حکم خداوندی اور آیاتِ الٰہی کے منکر ہیں۔ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔ (اے ایمان والو خدا سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرو تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔) دوسری جگہ ارشاد ہے یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین (اے ایمان والو خدا سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔) ان صریح احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے فرمانِ خداوندی ہے ان الذین لا یومنون بآیات اللہ لا یھدیھم اللہ ولھم عذاب الیم (جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے خداوند تعالیٰ ان کو ہدایت نہ فرمائے گا۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے) دوسری جگہ فرمایا گیا ہے والذین کفروا بآیات اللہ لھم عذاب شدید (جن لوگوں نے خدا کی آیات کا انکار کیا ہے، ان کے لئے سخت عذاب ہے) وہ عذاب شدید کیا ہے یہ ہے من لا شیخ لہ فشیخہ الشیطان۔ (جس کا شیخ نہیں اس کا شیخ شیطان ہے) درجۂ عرفان

سے محرومی سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں قرآن مجید میں اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان
کیا گیا ہے وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون ۔ (ان لوگوں میں سے
اکثر خدا پر ایمان نہیں رکھتے، بلکہ وہ مشرک ہیں) پیری اور مریدی کے منکر اگرچہ سخت عذاب
میں گرفتار ہیں کہ وہ عرفانِ خداوندی سے محروم ہیں، لیکن کج فہمی اور کج باطنی کے باعث
اپنے علم و فضل پر نازاں ہیں حالانکہ وہ قیل وقال کے سوا کچھ نہیں اور وہ اس کے وبال میں
گرفتار ہیں، قرآن شریف میں ایسے ہی عالموں کی مذمت ان الفاظ میں ہے کمثل الحمار
یحمل اسفارا (بے عمل عالم ایسے ہیں جیسے گدھے پر کتابیں لاد دی جائیں) ایسے علماء چونکہ
شیخ کامل اور وراثتِ اتم نہیں رکھتے اس لئے وہ ہرگز وراثتِ کامل کے اہل نہیں ۔
الہامِ مطلق میں ہے الرجال بلا شیخ کالنساء بلا وارث (جو لوگ شیخ نہیں
رکھتے ان کی مثال اُس عورت کی سی ہے جس کا کوئی وارث نہ ہو) پس جس شخص کا ظاہر
اور باطن میں شیخ نہ ہو اور وہ مدعی نیابت یا ولایت کا ہو تو وہ بالکل جھوٹا ہے، اسلئے
اخذِ فیضانِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر میں بتوسلِ بیعت یا باطن میں بعنوانِ اویسیت
دونوں صورتوں میں بدون شیخ کے محال ہے ۔ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے ان زعمتم
انکم اولیاء اللہ من دون الناس فتمنوا الموت (اگر تم یہ گمان رکھتے ہو کہ
ہم ہی لوگوں سے الگ تھلگ خدا کے دوست ہیں تو موت کی تمنا کرو یعنی مرنے سے
پہلے مر جاؤ ۔ موتوا قبل ان تموتوا میں اسی طرف اشارہ ہے کہ تم اپنے آپ کو ایسے
لوگوں کے سپرد کر دو جن کی شان میں ید اللہ فوق ایدیھم (اللہ کا ہاتھ اُن کے
ہاتھوں کے اوپر ہے) وارد ہوا ۔ معلوم ہوا کہ بدون وساطتِ شیخ نہ کوئی خدا تک
پہنچ سکا ہے اور نہ پہنچ سکے گا ۔ الہامِ مطلق میں ہے آمنت علیہ لن یوجد اللہ

احد بلا وسیلۃ الشیخ (میرا ایمان ہے کہ کوئی شخص بدون شیخ کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔) اسلئے کہ ہویت محض وہم اور فہم سے منزہ ہے، سو اگر کسی شخص نے کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کی جس کے سر پر ومِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ کا تاج نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ اس کو شیخ کی نیابت وخلافت حاصل نہیں ہے، مرید ہونے والے کی طلبِ صادق اور خلوص کے باوجود ایسے شیخ سے بیعت جائز نہیں۔ بدون شیخ سے اجازت حاصل کئے اگر وہ کسی کو مرید کرے گا تو مرتد ہو جائیگا۔ بدون شیخ سے خلافت حاصل کئے مرید کرنا جائز نہیں۔

مختصر بیان یہ ہے کہ جو شخص حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے وہ مسلمان ہے اور جو شخص کسی شخص سے بیعت ہے وہ مرید ہے بشرطیکہ اس کو اپنے شیخ سے خلافت اور اجازت ملی ہو کیونکہ خلیفہ مثل خلیفہ بنانے والے کے ہوتا ہے۔

جو شخص شیخ کی جستجو میں رہتا ہے اسکو شیخ ضرور ملتا ہے لیکن جستجو شرط ہے الہام مطلق میں ہے من وجد الشیخ وجد اللہ ورسولہ (جس نے شیخ کو پالیا اس نے اللہ اور رسول کو پالیا) مرید کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو اپنے شیخ کے سپرد کردے أُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ شیخ کے ہر حکم کی تعمیل اپنے اوپر فرض جانو، خبردار خبردار ایسا نہ ہو کہ شیخ کی بعض باتوں پر ایمان لے آؤ اور بعض کو ترک کردو، ورنہ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ کے مصداق بن جاؤ گے اور جماعت صادقین میں داخل ہو کر فنا فی اللہ اور لقا باللہ کا مرتبہ حاصل نہ کر سکو گے۔ مرآۃ شریف میں اوصاف صادقین میں

مذکور ہے من خَافَ من خشیۃ المحبوب الاعظم وَیفوض نفسہ بیدہٖ وَاعتصم بالاخلاص علیہ وفہم قولہ حق الیقین کلاّ بَلْ عین الیقین فھو منَ الصّادقین (جو شخص محبوب اعظم کے خوف سے خائف رہا اور جس نے خود کو محبوب اعظم کے سپرد کردیا اور اخلاص کے ساتھ اس کا دامن تھام لیا اور اس کے قول کو حق الیقین بلکہ عین الیقین سمجھا سو وہ شخص صادقین میں سے ہے)

یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ پیری مُریدی خواب وخیال نہیں ہے، یہ قصۂ مجازی سند مجاز پر منحصر ہے اور بس جس شخص نے اپنا تعلق حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قایم کیا اُس نے صحابی کا مرتبہ پایا، اور جس نے صحابۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق وابستہ کیا اُس نے تابعین کا درجہ حاصل کیا، اور جس نے تابعین سے اتحاد قائم کیا وہ تبع تابعین کہلایا۔ علیٰ ہٰذا القیاس علیٰ اختلاف مراتب ایک کو دوسرے پر فوقیت وعلو حاصل ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم، اس حدیث سے فرق مراتب وتمیز ثابت ہے

قطب العالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحؒ نے مکتوب ۴۹ میں تحریر فرمایا ہے کہ کوئی ولی صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا، اگرچہ کون ومکان سے ترقی کرکے حق سبحانہٗ تعالیٰ تک کیوں نہ پہنچ گیا ہو اور اُس کی ولایت کرامت اور کمالات کا چار دانگ عالم میں شہرہ کیوں نہ ہو۔

بیعت رضوان کے موقعہ پر امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ موجود نہ تھے ...... حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھکر

فرمایا کہ یہ ہاتھ عثمان کا ہے اور بیعت فرمالی، اس بیعت سے اُمتِ مرحومہ پر فضل و رحمت کا دروازہ کھل گیا کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست
دستِ او جز قبضہ اللہ نیست

(پیر کا ہاتھ غائب لوگوں کے لئے کبھی کوتاہ نہیں ہے۔ پیر کا ہاتھ تو قبضہ خداوندی ہوتا ہے) اے بھائی میری سمجھ میں نہیں آیا کہ حاضر کیا ہے اور غائب کون ہے محبت کے معاملہ میں تو قرب و بعد کا کوئی سوال ہی نہیں لا بعد فی المحبۃ (محبت میں دوری نہیں ہوتی) یہی باعث ہے کہ المرء مع من احب (حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہوگا) اس لئے کہ ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولا الی اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم، و نیاتکم (اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورتوں کی طرف دیکھتا ہے نہ اعمال کو اس کی نظر میں تو تمہارے قلوب اور نیت پر ہے) مرأۃ شریف میں ہے من کان فی المجاز عند الشیخ ومالہ فھو بعید بعید ومن کان فی الباطن قریب و بالظاھر بعید من الشیخ فھو قریب قریب (جو شخص ظاہر میں شیخ کے نزدیک ہو۔ لیکن اس کے دل میں شیخ کی محبت نہ ہو تو وہ درحقیقت اپنے شیخ سے کہیں دور ہے اور جو شخص باطن میں شیخ سے قریب ہو اور ظاہر میں بعید ہو تو وہ درحقیقت اپنے شیخ سے قریب ہے) یہ عجیب بات ہے کہ ایسے موقع پر حاضر غائب اور غائب حاضر ہو گیا الہام مطلق میں ہے بعض المھجور طیب من الحاضر (بعض دور رہنے والے حاضر سے اچھے ہوتے ہیں) واقعہ یہی ہے لیکن حاضر پھر بھی حاضر ہے، مولانا روم نے فرمایا ہے

غائباں را چوں نوالہ می دہد | پیش مہماں تا چہ نعمتہا نہد
یک زمانے صحبتے با اولیا | بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(پیر جب غائبوں کو نوالہ عطا کرتا ہے تو مہمانوں کے آگے کیا کیا نعمتیں نہ رکھے گا، اولیائے اللہ کی صحبت میں ایک زمانہ سو برس زہد و اتقا میں رہنے سے بہتر ہے)

مراۃ شریف میں ہے قربۃ الشیخ للساعۃ مع الحب فوق من مملکۃ الدارین (محبت اور عقیدت کے ساتھ ایک ساعت کی قربت شیخ کے ساتھ دونوں جہاں کی سلطنتوں سے بڑھ چڑھ کر ہے) تو میرے بھائی پیری مریدی بلا سندِ مجاز کے معتبر اور مستند نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سندِ مجاز مروج اور قابلِ استناد ہے۔ جو لوگ شیخ کی خدمت میں حاضری سے معذور و مجبور ہوتے ہیں پیر و مرشد ایک کپڑے پر اپنے ہاتھ کا نشان لگا کر بھیج دیتے ہیں معذور اور مجبور لوگ بلا تکلف اس پنجہ کے نشان پر بیعت ہو جاتے ہیں۔ یہ بیعت جائز، مستند اور مروج ہے۔

س ۱۴۔ مرید جانشینی کے قابل کب ہوتا ہے اور جانشینی میں برادرانِ طریقت کی رضامندی ضروری ہے یا نہیں؟

ج:۔ برادر عزیز جانشینی بھی ایک قسم کی خلافت ہے، جانشین اوّل کی حیات میں جانشین ثانی کو خلیفہ کہتے ہیں، جانشین مطلق کو خلیفۃ اللہ یا عبد اللہ کہتے ہیں۔ ایک جانشینی تو یہ ہے دوسری جانشینی قوم اور امت کی امامت کی ہوتی ہے لیکن جانشینی کی ان دونوں قسموں کی طلب مذموم اور قبیح ہے۔ ایسی چیزوں کی طلب راہ حصولِ مطلوب میں مانع رہتی ہے۔ طالب کو مقصود و مطلوب اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ شیخ کی ذات میں فنا ہو جائے، اسے سوائے اپنے شیخ کے اپنا وجود

بھی نظر نہ آئے، الہام مطلق میں ہے من لم یبصر وراء الشیخ فھو بالغ (جس کو سوائے شیخ کے اور کچھ نظر نہ آئے، اسی کو مقصود و مطلوب ملے گا) ہاں اگر یہ دونوں چیزیں بلا طلب عطائے شیخ سے مرید کو نصیب ہوں تو سبحان اللہ۔

جانشینی کے لئے یہ چار شرطیں ہیں جس مرید میں فنائے تام، عبدیت تام، رضائے تام اور قابلیت تام اوصاف موجود ہوں وہی جانشین سابق کا جانشین بننے کا اہل ہے، اگر جانشین ثانی میں یہ اوصاف موجود نہ ہوں تو اس کو نہ قبولیت تام حاصل ہوگی نہ مجازی۔ قبولیت تام حقیقی کے معنی ہیں ....

جانشینی کے قابل مرید کو جانشینی کے لئے قبول و منظور فرمانا اور مجازی کے معنی ہیں اخوان طریقت کی منظوری ہمعلوم ہوا کہ جانشینی میں برادران طریقت کی رضا و خوشنودی بھی معتبر ہے۔ حقیقی جانشینی چونکہ جانشین سابق کی وفات کے بعد میسر آتی ہے اسلئے جانشین اول کی حیات میں تکمیل جانشینی فرائض میں سے ہے، ورنہ جانشین اول کی وفات کے بعد تکمیل ناممکن ہے، سو اگر کوئی شخص بلا حکم و اجازت شیخ خلافت یا جانشینی کا مدعی ہو وہ جھوٹا ہے، اس کا دعویٰ ناقابل اعتبار ہے۔ جانشین سابق کی حیات میں جانشین ثانی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، کیونکہ ایک تخت پر دو بادشاہ، اور ایک میان میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے میرے پیر و مرشد ایک روز فرما رہے تھے کہ مطیع سے مطاع بہتر ہے۔ ہمیں اس مرید کے حال پر انتہائی افسوس ہے جو اپنے شیخ کی حیات میں خود بالیقین مطاع تصور کرتا ہے، حالانکہ یہ امر مسلم ہے کہ مریدوں کے درمیان سوائے شیخ کے کوئی مطاع نہیں ہوتا۔ امت میں بھی ایک ہی مطاع اور امام ہوتا ہے۔ اسلئے

بلا شبہ شیخ ہی مطاع ہوتا ہے، وہی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین مطلق ہے۔ الہام مطلق میں ہے العرش مقام المحبوب الاعظم من المجالس علی العرش من دونہ فھو مشرک ان الشرک لظلم عظیم (عرش محبوب اعظم کا مقام ہے، محبوب اعظم کے بغیر عرش پر مجالست مشرک ہے، شرک بہت بڑا گناہ ہے) واضح رہے کہ جانشینی اور خلافت کے شرائط حسب ذیل ہیں۔ فقر، مکاشفات تقویٰ، شریعت مطہرہ پر استقامت اور اپنے پیر اور پیران سلف کا اتباع ہر مرید پر فرض و واجب ہے۔ پیر کا اتباع بھی درحقیقت شریعت مطہرہ پر عمل ہے کیونکہ وراثت خلاف شرع کسی کو نہیں مل سکتی۔ الہام مطلق میں ہے من کان محروما من الشریعۃ فلم یجد نصیبا من الوراثۃ (جو شخص شریعت سے محروم ہے اسے وراثت کا کوئی حصہ نہ ملے گا۔) چنانچہ یہ بات تسلیم شدہ ہے جو شخص جس قدر متبع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا اُسی قدر اُسے وراثت نبویؐ کا حصہ ملے گا۔

حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ نے فتوح الغیب کے ۷۵ ویں مقالہ میں تحریر فرمایا ہے۔

"میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو، اُسی کی اطاعت کرو۔ احکام شریعت کی پابندی کرو، سینہ کو غل و غش حسد، کینہ وغیرہ سے پاک رکھو، جوانمرد بنو۔ ہر وقت خندہ و کشادہ رو رہو اور کوئی چیز جمع کرکے نہ رکھو، کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ خلقت کی ایذا رسانی کو برداشت کرو، فقر اختیار کرو، مشائخ کی عزت و حرمت کرو۔ برادران طریقت سے میل جول رکھو، چھوٹوں کو نصیحت کرو، دوستوں سے خصومت نہ کرو۔ ایثار کو اپنے اوپر لازم قرار دو، روپیہ پیسہ جمع کرکے نہ رکھو۔

غیر سالک کی صحبت سے پرہیز کرو، دین اور دنیا کے کاموں میں مسلمانوں کی مدد کرو۔
فقر کی حقیقت یہ ہے کہ تم اپنے جیسے لوگوں کے محتاج نہ رہو کیونکہ وہ بھی خدا کے
محتاج ہیں اور غنا کی حقیقت یہ ہے کہ تم اپنے جیسے لوگوں سے بے نیاز ہو جاؤ،
فقیر خدا کا نیاز مند ہوتا ہے اس کے لئے مخلوق کی نیاز مندی زیبا نہیں،
تصوف، تہذیب، اخلاق، تزکیۂ نفس اور ما سوی اللہ سے التفات ترک
کر دینے کا نام ہے، تصوف قطع قمع شہوات ولذات کا نام ہے، مبتدی پر شروع
شروع میں مواخذہ نہ کرو نرمی اور مہربانی سے تعلیم دو۔ مہربانی اور نرمی سے
اُنس پیدا ہوگا اور مقتضیاتِ علم پر وحشت۔

س ۵۔ بدون پیر کی محبت کے کوئی مُرید قابلِ فیضان ہو سکتا ہے
یا نہیں؟

ج۔ الہام مطلق میں ہے من یحب وراء الشیخ لو محبوبہ ذات
الصمد فقد حبہ بما سوی اللہ (جو شخص اپنے شیخ کے لئے وہ کسی کے ساتھ
محبت کرتا ہو خواہ وہ ذاتِ صمد کیوں نہ ہو۔ تو اس کی یہ محبت بھی ما سوی اللہ کی
محبت ہے) پیر مجاز سے محبت اور اخلاص کے بغیر کوئی بھی مُرید اپنے پیر اور پیران سلسلہ
کے فیضان کے قابل نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کہ مرید کی قابلیت پیر مجاز کے اتباع ہی
میں ہے اور شیخ کا اتباع بدون محبت اور اخلاص کے ناممکن ہے اس لئے کہ شیخ
کے ساتھ محبت اور اخلاص تمام مریدوں پر فرض اور شرط راہ ہے، اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اور حضور سرور
سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ محبت کی سچائی تین باتوں سے ظاہر

ہوتی ہے (۱) حبیب کا کلام غیر حبیب کے کلام پر مرغوب خاطر ہونا (۲) حبیب کے ساتھ نشست و برخاست غیر حبیب کے مقابلہ میں بہتر و افضل جاننا (۳) حبیب کی رضا کو غیر حبیب کی رضا پر ترجیح دینا

مرآۃ شریف میں ہے فواجب کلا بل فرض علیکم العقیدۃ والاخلاص والادب وحب الشیخ لقد حب واللہ ثم باللہ کحب الاحمد صلی اللہ علیہ وسلم فان حبہ کحب اللہ لا شک فیہ حب الشیخ کحب الاحمد وحب الاحمد کحب اللہ (یہ باتیں مریدوں پر فرض واجب ہیں عقیدہ، اخلاص ادب اور شیخ کی محبت خدا کی قسم شیخ کی محبت مثل محبت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مثل محبت حق سبحانہٗ کے ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں

واضح ہو کہ مرید کی قابلیت اتباع شیخ مجاز میں ہے، مرید اپنے شیخ اور متبوع میں فنا ہو جائے مرید کو جس قدر فنا حاصل ہوتی جائیگی اسی قدر بقا حاصل ہوتی جائے گی۔ بات یہ ہے کہ قابلیت بغیر اتباع کے اور اتباع بدون عبدیت کے اور عبدیت بلا فنا کے اور فنا بدون عشق اور عشق بدون محبت اور اخلاص کے حاصل نہیں ہوتا معلوم ہوا کہ ان تمام باتوں کی اصل الاصول اپنے شیخ سے محبت اور اخلاص ہے جب مرید کو اپنے شیخ سے محبت و اخلاص مستحکم ہو جائیگا اُسی وقت عشق رونما ہو جائیگا۔ اُسی وقت طرفۃ العین میں وہ منزل مقصود پر پہنچ جائے گا۔

خدا کی قسم بدون شیخ کے عشق کے کوئی شخص شیخ کی حقیقت کو نہیں پا سکتا الہام مطلق میں ہے لا شک فیہ لن یوجد حقیقۃ الشیخ احد ھو وسیلۃ

العشق وھو منحصر بفضل اللہ تعالیٰ، ان فضل اللہ منحصر علی الاطاعۃ
(اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کوئی شخص بدون وسیلہ عشق کے شیخ کی حقیقت کو نہیں پا سکتا، مگر یہ بات فضل خداوندی پر منحصر ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل شیخ کی طاعت پر منحصر ہے۔

جب وقت عشق پیدا ہوتا ہے عاشق کی دنیا زیر و زبر ہو جاتی ہے العشق نار اذا وقع فی القلب یحرق ما سوی المحبوب (عشق کی آگ جب دل میں روشن ہوتی ہے تو وہ محبوب کے ماسوا کو جلا دیتی ہے) قرآن شریف میں اسی حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا

الہام مطلق میں ہے تحصر معرفۃ الحق فی السلسلۃ الشریفۃ علی حب الشیخ (سلسلۂ شریفہ میں حق کی معرفت شیخ کی محبت پر منحصر ہے) برادر عزیز شیخ کی محبت عجیب و غریب ثمرات رکھتی ہے، اور یہی محبت آخر میں مرید کو مقصود اصلی یعنی فنا فی الشیخ تک پہنچا دیتی ہے میرے پیر و مرشد کے ملفوظات میں مُریدوں کے اخلاص اور شیخ کی محبت کے بارے میں بہت سی حکایات مذکور ہیں، بہت سے واقعات اس فقیر نے اپنے پیر و مرشد کی زبان فیض ترجمان سے سُنے ہیں اور اس محبت کا مشاہدہ خود بھی اس فقیر نے حضرت کی خدمت میں رہ کر مشاہدہ کیا ہے، ان ہی واقعات و حکایات میں ایک واقعہ یہ ہے کہ میرے پیر بھائی جناب مولوی محمد محمود شاہ صاحب دیوبندی صابری الحافظی مُرید اور خلیفہ اعظم حضرت پیر و مرشد تھے مولوی صاحب موصوف کو حضرت شیخ کی خدمت میں زبردست تقرب اور رسوخ حاصل تھا، موضع شیخپورہ میں درس و تدریس کا

شغل فرماتے تھے۔ مولوی صاحب موصوف کے شاگرد اور مرید موضع مذکور میں بہت تھے مولانا موصوف مجھ سے بے حد محبت و الفت کیا کرتے تھے، انہی کے توسط سے مجھے حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں رسائی نصیب ہوئی، اس فقیر نے اس دن جس روز سے یہ فقیر حضرت شیخ سے بیعت ہوا تھا جس کو آج ۲۵ برس گذر گئے ان جیسا مرد بیر پرست اور عاشق جانباز نہیں دیکھا۔ ۱۱ ربیع الاوّل ۱۲۹۱ھ کو رحلت فرمائی۔ بوقت رحلت لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کا مزار شریف کس جگہ بنایا جائے؟ فرمایا جہاں کتوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے، حاضرین نے کہا ہم نہیں سمجھے فرمایا "آستانہ مولا" حاضرین سمجھ گئے اور مطابق وصیت آپ محلہ تیلی پورہ میں جہاں آپ کا رہائشی مکان تھا حضرت شیخ کے آستانہ کے سامنے باغیچہ میں آسودہ ہیں، آپ کے مزار مبارک سے تاحال تصرفات اور خوارق عادات ظہور میں آتے ہیں۔ مولانا موصوف کی درخواست پر ہی حضرت شیخ قدس سرہٗ نے شیخوپورہ میں اقامت اختیار فرمائی تھی یہ سب کچھ مولانا موصوف کی محبت اور اخلاص کی کارفرمائی تھی۔

خانقاہ بیت العظیم مولانا موصوف نے پیرجی محمد حسن صاحب سکنہ شیخوپورہ اور راس فقیر سراپا تقصیر کے مشورہ سے تعمیر کرائی تھی، جہاں حضرت شیخ قدس سرہٗ ۱۲۸۷ھ سے ۱۳۱۲ھ تک تشریف فرما رہے اور ۱۲ شعبان کو بروز جمعہ رحلت فرمائے عالم آخرت ہوئے۔ یہ خانقاہ بیت العظیم حضرت شیخ قدس سرہٗ کا مرقد مبارک زیارتگاہ سجدہ گاہِ عالم ہے حضرت شیخ کے مزار مبارک پر حاضری کے متعلق، الہام مطلق میں ہے لا تدخلوا فی البیت العظیم بلا طھارۃ الظاھرۃ والباطنۃ (بیت العظیم میں بدون طہارت ظاہری و باطنی کے داخل نہ ہونا چاہیئے) میرے عزیز

شیخ سے اخلاص کامل اور محبت کے بغیر کوئی شخص اپنے پیر یا پیران سلسلہ کے فیضان کے قابل نہ کوئی بن سکا ہے، نہ قیامت تک بن سکے گا، عارضی قابلیت اگرچہ بدون اخلاص و محبت کے ممکن ہے، لیکن وہ دیرپا نہیں، ہاں اگر ابتدائے حال میں مرید کو اپنے شیخ سے محبت اور اخلاص کامل نہ ہو، عجب نہیں کہ اوسط حال میں یہ بات حاصل ہو جائے، پیر دستگیر مختار مطلق ہوتا ہے وہ اگر چاہے اپنے مرید پر ظاہری اور باطنی فیضان کا دروازہ کھول سکتا ہے، مرید کو اپنی محبت بڑھانے کے لئے عالم مثال کا مشاہدہ کرا سکتا ہے یا بطریق اویسیت اپنی طرف سے یا پیران سلسلہ کی طرف سے فیض کا اجرا فرما سکتا ہے۔

ایک روز حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر فاروق رضؓ سے دریافت فرمایا کہ اے عمرؓ! تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا جی ہاں یا رسول اللہؐ حضور سرور عالمؐ نے پھر دریافت فرمایا کیا اپنی جان سے زیادہ عزیز اور محبوب مجھے سمجھتے ہو؟ حضرت عمر فاروق چونکہ صادق القول تھے آپ نے سچ سچ عرض کیا کہ اپنی جان سے زیادہ محبوب تو آپ کو نہیں سمجھتا، جان سے زیادہ عزیز کوئی نہیں ہوتا۔ حضور سرور عالمؐ نے فرمایا اے عمر! جب تک تو مجھے اپنی جان سے زیادہ دوست نہ سمجھے گا نہ تجھے دولت ایمان حاصل ہوگی، اور نہ تیرا ہاتھ دامن کبریا تک پہنچ سکے گا۔!

(معلوم ہوا کہ ایمان خود پرستی سے حاصل نہیں ہوتا۔ خدا پرستی پیر پرستی سے ہی حاصل ہوتی ہے) حضرت عمر فاروق رضؓ نے فوراً خود پرستی سے پیر پرستی کی طرف رجوع کیا، اور عرض کیا حضورؐ! میں آپ کو اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب سمجھتا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تک مرید مثل حضرت عمر فاروق رضؓ کے جانباز اور جہان نثار نہ ہوگا۔ اس وقت تک اسکو شیخ پر ایمان کامل نصیب نہ ہوگا جب تک مرید اپنا جاہ و جلال دوست کی راہ میں قربان نہ کردے، اور اپنی جان و مال اور اولاد سے زیادہ اپنے پیر و مرشد کو نہ سمجھے گا وہ مرید ہرگز مردان خدا کے زمرہ میں شامل نہ ہوگا۔

یہ بات ضرور رہے کہ اکثر مریدوں کو شروع شروع میں اپنے شیخ کے ساتھ محبت کامل نہیں ہوتی۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کا واقعہ اور حق تعالیٰ کا یہ فرمان یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (اے ایمان والو اللہ و رسول پر (پوری طرح) ایمان لاؤ) اسپر شاہد ہے، لیکن مرید کو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی طرح فنا فی الشیخ ہونا چاہیئے انہوں نے اپنی ہستی حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہستی میں گم کردی تھی، اُن کی یہ حالت تھی کہ وہ رات بھر نعرے لگاتے تھے اور صبح کو حضور سرور عالمؐ سے دریافت فرماتے مَا الْاِیْمَانُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (یا رسول اللہ ایمان کی تشریح بتلادو) قطب العالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحؒ صابری نے مکتوب ۱۴۸ میں ارقام فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق صورت و سیرت میں اس مقام ارفع و اعلیٰ پر پہنچ گئے جہاں کسی ولی کی رسائی ابتدائے آفرینش عالم سے قیامت تک ناممکن ہے، وہ صورت میں بھی حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور سیرت میں بھی شیٔ وقر فی قلبہ اور لو کنت متخذاً خلیلاً سے اسی حقیقت مسلمہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہی معنی فنا فی الشیخ کے ہیں۔ الہام مطلق میں ہے طوبیٰ لمن راہ اللہ بنظر الشیخ (جس شخص کو اللہ نے شیخ کی نظر سے دیکھا وہ بلاشبہ جنتی ہے)

معلوم ہوا کہ جو مرید خود کو شیخ کی ذات میں پیوست کردے وہی شیخ کا مراد

ہے ورنہ اس کی مثال پہاڑ کے سبزہ کی سی عارضی ہے جس کو قرار و دوام نہیں ۔

س ع ۶ ۔ مرید پر پیر کے حقوق و آداب واجب ہیں کہ نہیں ؟

ج ۔ الہام مطلق میں ہے لم یوصل احد من ترک الخدمۃ الی المقصود (شیخ کی ادائیگی خدمت ترک کرکے کوئی شخص منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا) شیخ کے آداب و حقوق مریدوں پر واجب بلکہ فرض ہیں قرآن کریم میں ارشاد ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی) مرأۃ شریف میں ہے کہ مریدوں پر عقیدہ ، اخلاص ادب اور شیخ کی محبت فرض ہے کیونکہ شیخ کی محبت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عین خدا کی محبت ہے ۔

بعض مرید غلطی سے شیخ کے حقوق و آداب سے خود کو معاف تصور کرتے ہوئے شیخ کے برابر یا برتر سمجھنے لگتے ہیں لیکن ایسا کرنا سراسر ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کے خلاف ہے ۔

اگر شیخ کسی کو حکمت یا مصلحت سے اپنے حقوق اور آداب سے معاف فرمائے پھر بھی مرید کے لئے یہ بات زیبا نہیں کہ اپنی کج فہمی سے اس بات پر نازاں ہوکر حقوق و آداب شیخ کو ترک کردے ۔

الہام مطلق میں ہے لم یوصل احد من ترک الخدمۃ الی المقصود (شیخ کے آداب و حقوق کو ترک کرکے کوئی شخص اپنے مقصد کو حاصل نہیں کرسکتا ۔

الغرض آداب و تصوف شیخ کسی شخص کے لئے بھی معاف نہیں ، بے ادب محروم رہتا ہے ۔ طریقت کے پہلے قدم کے لئے ادب شرط ہے ' ادب ہی سے آخر میں

محبوبیت ملتی ہے۔

الہام مطلق میں ہے الشریعۃ ادب و الطریقۃ حب و الحقیقۃ محب و المعرفت محبوب (شریعت ادب ہے اور طریقت محبت ہے اور حقیقت محب ہے اور معرفت محبوب ہے۔)

اگر شیخ کے حقوق و آداب کسی کے لئے معاف ہوتے تو قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کا حکم نہ فرمایا جاتا۔

ایسے شخص کو چاہئے کہ مرید اپنی حالت زار پر گریہ وزاری اور دست تاسف ملتے ہوئے خدا سے استغفار کرے اور اپنے شیخ سے عفو تقصیر کرائے، آداب اور خدمت شیخ کا ترک سخت محرومی ہے۔ الہام مطلق میں ہے ادب الشیخ بخشیۃ باعث علو الدرجات (شیخ کا ادب خوف و خشیت کے ساتھ باعث ترقی درجات ہے)

بہرحال مرید کو جو کچھ ملتا ہے وہ شیخ کے آداب اور خدمت سے ہی ملتا ہے۔ بلا آداب شیخ کے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی و لا تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون (اے ایمان والو اپنی آواز نبی کی آواز کے اوپر بلند کرنا ورنہ تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں گے اور تمہیں خبر نہ ہوگی یعنی ہمہ تن آداب نبوت کو ملحوظ رکھو۔ یہی آداب نبوت نیابت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ہیں، اسلئے کہ وہی جانشین مطلق و برحق اور وارث اتم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

غرض یہ ہے کہ شیخ کی خدمت میں حاضری نہایت ادب کے ساتھ ہونی چاہئے

خواہ حاضری تھوڑی دیر کے لئے کیوں نہ ہو، یہ بات مرید کے حق میں مفید ہے۔ مرآۃ شریف میں ہے قیام القلیل برب مع الادب خیر من قیام الکثیر (اللہ تعالیٰ کے حضور میں ادب کے ساتھ تھوڑی دیر کا قیام زیادہ وقت کے قیام سے بہتر ہے۔

برادر عزیز! شیخ کی خدمت تمام مریدوں پر واجب اور فرض ہے۔ شیخ کی صحبت اکسیر کی خاصیت رکھتی ہے۔ شیخ کی صحبت کا مرتبہ علم سے فائق ہے۔ فرمایا گیا ہے وفوق کل ذی علم علیم جو مرید شیخ کی خدمت کو عار سمجھے وہ بے ادب ہے اور بے ادب فضلِ رب سے محروم ہے۔

الہام مطلق میں ہے آداب و اخلاص شیخ کی تعلیم ان الفاظ میں دی گئی ہے اذا تحضروا عند الشیخ فاستفسروا طریق الادب والاخلاص (جب شیخ کی خدمت میں حاضر ہو تو اس سے ادب اور اخلاص کا طریقہ دریافت کرو) پس جو شخص شیخ کی خدمت میں حاضر نہ ہوگا وہ کیونکر مودب اور با ادب ہوگا، اگر حقوق و آداب شیخ کے معاف ہوتے تو حضور سرورِ کائنات یہ ارشاد نہ فرماتے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ (اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہہ دو اپنی امت کو میں دعوتِ خداوندی کا کسی اجر کا طالب نہیں، مگر یہ کہ تم دوست رکھو میری اولاد اور قرابت داروں کو) اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ حقوق اور آدابِ شیخ کے لئے کسی کے لئے بھی معاف نہیں اسلئے کہ کوئی فرع بدون اصل کے اور کوئی اصل بدون فرع کے نہیں ہوتی، اس آیت کریمہ میں شیخ کی اولاد، رشتہ دار اور خدام وغیرہ کے حقوق و آداب ثابت ہیں، موجودہ زمانہ کی یہ روش ہے کہ شیخ کے حضور میں تو شیخ کے متعلقین سے تو محبت و اخلاص کا اظہار کرتے ہیں، مگر شیخ کی پس غیبت وہ سب چیزیں اس کو دشمن نظر آنے لگتی ہیں۔

الہام مطلق میں ایسے لوگوں کا حال مذکور ہے یحبّون من اشیاء الشیخ بحضورہ ومن بعدہ لا یبصرونہم کالشیاء الاعداء فانما لا تومنوا علی الرّسول و خلفائہ (شیخ کے حضور میں تو اس کی چیزوں سے محبت کا اظہار کیا جاتا ہے، ویسے وہ سب چیزیں دشمن نظر آتی ہیں، ایسے آدمیوں کا رسول اور اُس کے خلفاء پر کوئی ایمان نہیں)

ایسے ہی لوگوں کی تعلیم و اصلاح کے لئے الہام مطلق میں فرمایا گیا ہے لا تتنفر من املاک الشیخ کل مملوکہ واجب التعظیم حتی ان کان منھم الکلاب (شیخ کی کسی بھی مملوک شے سے تنفر نہ کرنا چاہئے شیخ کی ہر مملوک چیز واجب التعظیم ہے خواہ ان کا کتّا ہی کیوں نہ ہو)

چونکہ شیخ کے حقوق و آداب کلام اللہ حدیث رسول اللہ اور بزرگانِ دین کے اقوال افعال اور احوال سے بالیقین ثابت ہے اسلئے شیخ کا ادب و احترام اور ادائگی حقوق ہر مرید پر فرض ہے۔ اسی طرح شیخ کے فروعات کی ادب و تعظیم بھی واجب ہے۔ کیونکہ شیخ اللہ کا خلیفہ اور حضور سرورِ کائنات کا نائب ہے پس جس طرح حقوق و آداب نبی ہر مومن پر واجب ہیں، اسی طرح شیخ کے حقوق و آداب بھی تمام مریدوں پر واجب اور فرض ہیں۔ شیخ کی حیثیت قوم میں ایسی ہی ہے جیسی نبی کی اُمت میں ہوتی ہے۔

اگر تم اپنے والد کے آداب بجا لاؤ گے کل کو تمہاری اولاد بھی تمہارا ادب و تعظیم کرے گی۔ مرآۃ شریف میں ہے من کان مودبا من آبائہ فلتبوہ بہ یادون (جو شخص اپنے والدین کا ادب کریگا اُس کی اولاد اُس کا ادب کریگی۔ شیخ کا ادب

یہی ہے کہ اس کی رضا کے خلاف کوئی کام نہ کیا جائے، جو کام شیخ کی رضا کے خلاف ہوگا، وہی سوءِ ادبی ہوگا۔

الہامِ مطلق میں ہے سوء الادب الذی ماکان عند الشیخ مکروھا خلاف الادب (جو بات شیخ کے نزدیک مکروہ ہو اس پر عمل پیرا ہونا سوءِ ادبی ہے)

الہامِ مطلق میں ہے تفعلوا عمل الذی ماکان بہ رضاء الشیخ بصورۃ التفریح فیفرحکم اللہ برحمتہ (جو کام شیخ کو پسند ہو وہی کام خوشی خوشی کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں رحمت سے خوش کردے گا۔ لیکن جو شیخ کے ساتھ مکر کرتا ہو، مکاروں کی طرح شیخ کے حضور میں پیش آتا ہو اس کے متعلق الہامِ مطلق میں فرمایا گیا ہے من یمکر بالشیخ فیمکر اللہ بہٖ (جو شخص شیخ کے ساتھ مکر کریگا اللہ تعالیٰ اس مرید کے ساتھ مکر کریگا۔

برادرِ عزیز شیخ کے آداب و حقوق اتنے ہیں کہ اُن کی ادائیگی کماحقہٗ دشوار ہے، حقوق و آداب کی بجاآوری سے ہی مُرید کو فنافی الشیخ کی دولت نصیب ہوتی ہے، طالبانِ حق اور پیرانِ عظام آداب و حقوقِ شیخ کے توسل سے ہی خدا تک پہنچے۔ قطب العالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ نے مکتوب ۱۰۵ میں تحریر فرمایا ہے کہ مُرید کو اپنے شیخ کے جمال کا اس درجہ عاشق ہونا چاہئے جس درجہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ جمالِ مصطفویؐ کے عاشق تھے۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ نے جان و مال حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں تلے نچھاور کردیا تھا تب ہی تو ان کو رفیقِ غار ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ فرمایا کرتے تھے "من خدائے تعالیٰ

در جان محمد صلے اللہ علیہ وسلم دیدم"۔ سبحان اللہ جو شخص پیر کی قدر و منزلت پہچان جاتا ہے اُسی کو خدا ملتا ہے اور جو خدا کو پہچان لیتا ہے اُسی کو حقیقی معنی میں پیر کی معرفت حاصل ہوتی ہے حضرت خواجہ غریب نوازؒ ۲۰ سال تک اپنے شیخ کے ساتھ سفر میں رہے اور ہر قسم کی خدمت انجام دی، اسی خدمت کے صلے میں ان کو یہ دولت ملی کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضؒ نے آپ کو روضۂ رسولؐ کی زیارت سے سرفراز فرما کر ارشاد فرمایا بیٹے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کرو حضرت خواجہ غریب نے سلام عرض کیا اَلسَّلَامُ عَلَیکَ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) روضۂ رسولؐ سے ندا آئی السلام علیک یا قطب المشائخ دصاحب ولایت الہند"۔ روایت ہے کہ جس وقت حضرت خواجہ غریبؒ نوازؒ نے اس جہانِ فانی سے سفر اختیار فرمایا تو آپ کی پیشانی مبارک پر بخطِ نورانی تحریر تھا حبیب اللہ مَاتَ فی حب اللہ (اللہ کا حبیب اللہ کی محبت میں فنا ہو گیا)

برادرانِ عزیز! یہ عالم ایسے ہی مردانِ خدا سے سرسبز ہے اور انشاء اللہ قیامت تک سرسبز رہیگا۔ میں پھر کہونگا کہ پیر کے ہاں سے جو دولت ملتی ہے وہ پیر کی خدمت اور ادب سے ملتی ہے۔ التصوف کلہ ادبؐ طالب اور مرید کی نگاہ میں جس قدر پیر کا ادب ہوگا جس قدر گامزنی ہوگی اسی قدر فی مقعد صدق عند علیک مقتدر کا اعزاز و اکرام حاصل ہوگا۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کو دوبارہ وصیت فرمانا اس بات پر دلیلِ قطعی ہے کہ شیخ کے اداب وحقوق کسی مرید کے لئے بھی معاف نہیں خواہ وہ پیرانِ عظام کی اولاد میں سے کیوں نہ ہو

حضرت شیخ ابو سعید گنگوہی صابری نے حضرت شیخ نظام الدین بلخی کی خدمت میں رہ کر کیا کیا مصیبتیں اور تکلیفیں نہیں اٹھائیں، ایک مدت بعد وہ فائز المرام ہوئے اگر شیخ کے آداب و حقوق واجب ہوتے تو حضور سرور کائنات ان کو معاف فرمادیتے وصیت کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی۔ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضور ہی مقتدائے کونین تھے۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کو حضور سرورِ عالم کی وصیت صرف اپنے حقوق و آداب کی نگہداشت کے لئے تھی، غور و فکر کا مقام ہے کہ جب حد درجہ قربت و قرابت کے باوجود حضرت مولا علی پر حقوق و آداب شیخ فرض و واجب برقرار رہے تو دوسرے لوگوں کا تو ذکر ہی کیا دوسروں کے لئے حقوق و آداب کیوں کر معاف ہو جائیں گے۔

علاوہ ازیں حقوق و آداب بھی علی قدر مراتب مرید ہیں جو مرید جس قدر شیخ سے قریب تر ہوگا، اسی قدر اس پر شیخ کے حقوق و آداب بھی عائد ہوں گے، اسی قدر اس کو فنا فی الشیخ کا مرتبہ حاصل ہوگا۔

س ۷ - بندہ اپنے مولا کا مولا ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

ج :- الہام مطلق میں ہے المولا مولاء العبد عبد فلن یکون المولی عبد اولا عبد مولاء (مولا مولا ہی ہے اور غلام غلام، مولا غلام نہیں بن سکتا، غلام مولا نہیں بن سکتا۔) بندہ کجا، مولا کجا۔ بندہ اور مولا ضرور ثنا ہو جائیں۔ لیکن ان دونوں میں بہت بڑا البعد ہے، مولا مالک الملک صاحب قوت و ارادہ مختارِ مطلق ہوتا ہے اس کی ظاہری صورت و افعال کو دیکھ کر حقیقت حال سے بے خبر نہ رہنا چاہئے وہ خواہ ہماری طرح بولتا چالتا، چلتا پھرتا کھاتا

بیٹیا کیوں نہ ہو مگر مولا مولا ہی ہے ۔ غلام ملک کبھی مولا کا ہمسر ہو نہیں سکتا ۔ بندہ پر مولا ئے کریم کے حضور میں رسم بندگی کی ادائیگی لازم ہے ۔ بندہ کتنا ہی مقرب کیوں نہ ہو جائے مگر اس کی بندگی (عبدیت) بدستور اپنی جگہ پر باقی اور قائم ہے ۔ الہام مطلق میں ہے من یبلغ بالبلاغتہ برحمتہ الشیخ وجعل مولاہٗ نائبہ فلا ینفک بکل حالۃ عبدیتہ (کوئی مرید اپنے شیخ کے کرم بے پایاں سے خواہ اپنے شیخ کا نائب کیوں نہ ہو جائے پھر بھی وہ اپنے شیخ کا بندہ ہی ہے) اور یہ مقام عبدیت ہی فنا فی اللہ و بقا باللہ کا درجہ ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام فخر میں فرمایا ہے انی عبد اللہ عبدہٗ و رسولہ (میں اللہ کا بندہ ہوں اسی کا بندہ ہوں اسی کا رسول ہوں) حضرت ابوبکر صدیق رضؓ فنا فی المحمد و بقا فی المحمد ہونے کے باوجود محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ بن سکے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر محمد صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور حضرت صدیق اکبر اپنی جگہ پر صدیق اکبر ۔ حق حق ہی ہے اور بندہ بندہ ہی کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

بندہ ہرگز خدا نہ بود بلکہ

جائے رسد کہ جز خدا نبود

(بندہ ہرگز خدا نہیں بن سکتا بلکہ ، وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں سوائے خدا کے اور کوئی نہیں ہوتا)

محمود و ایاز کا تو قصہ سنا ہو گا نہ محمود ایاز بنا نہ ایاز محمود بن سکا حالانکہ محمود سراپا ایاز تھا اور ایاز سراپا محمود، محمود بجائے محمود رہا ایاز نہ بن سکا ایاز بجائے خود ایاز رہا، محمود نہ بن سکا ۔ اگر کوئی بندہ کج فہمی یا کم عقلی سے خود کو

مولا اور مولا کو بندہ تصور کرنے لگے تو اس کی مثل اس دیہاتی کی سی ہے جو رات کی تاریکی میں اپنی گائے کو پیار کیا کرتا تھا، ایک روز جنگل سے شیر آکر اس کی گائے کھا کر بیٹھ رہا، دیہاتی حسب عادت آکر اسی شیر کو پیار کرنے لگا۔ حالانکہ اگر اُسے روشنی میں شیر کی شکل نظر آجاتی تو کلیجہ پھٹ جاتا۔ اور پیار کرنا بھول جاتا بہرحال بندہ بندہ ہی ہے اور آقا آقا، بندہ مملوک ہے اور آقا مالک سو اگر کوئی مملوک اپنے آپ کو مالک کے سامنے اپنے مالک کا مالک سمجھنے لگے تو اس سے زیادہ دنیا میں احمق کون ہے۔

الہام مطلق میں ہے العبد ملک المولا وما للعبد ملک فی الدھر لفقد کل شیٔ ملکہ (غلام تو مولا کا مملوک ہوتا ہے غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔ غلام کی ہر چیز مالک کی ملکیت ہوتی ہے)

س ۷۰ شیخ وارث مسندِ نبوت صاحب ارشاد کسی حالت میں مجبور یا کسی صورت میں فیض رسانی سے باز رہ سکتا ہے یا نہیں؟

ج۔ الہام مطلق میں فرمایا گیا ہے الشیخ مختار قوی قادر غالب علی المرید مثلہ کالمولا وکا العبد فلہ لیفعل کما یشاء و یحکم ما یرید (شیخ مختار ہے قوی ہے قادر ہے اور مرید پر غالب ہے اور اس کی مثال آقا و غلام کی سی ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے جو چاہے حکم دے سکتا ہے) شیخ ایک بحرِ ذخار ہے جس کو لمحہ بھر سکون نہیں، حدیث نبوی میں فرمایا گیا ہے قلب المومنین بین الاصبعین من اصابع الرحمٰن یقلب کیف یشاء، اس قوت و اختیار کے باوجود معاملہ ایسا ہے کہ ماننے کا پیرہے۔ حدیث قدسی میں ہے انا عند ظن عبدی بی

رہیں بندے کے گمان کے نزدیک ہوں جیسا وہ میرے متعلق رکھتا ہو) الہام مطلق میں ہے من یظن خیرا من الرب فلہ الخیر ومن یظن السوء فلہ السوء۔ (جو شخص اپنے رب سے اچھا گمان رکھتا ہو اس کے لئے بھلائی ہی بھلائی ہے، اور اگر برا گمان رکھتا ہے تو اس کے لئے برائی ہی برائی ہے) جو شخص شیخ کو مختار صاحب قوت وتصرف خیال کرتا ہے شیخ اس کے لئے فی الواقع مختار متصرف اور غالب ہے اور جو شخص مجبور تصور کرتا ہے وہ اس کے لئے مجبور ہے۔

الہام مطلق میں ہے اَمر شیخکم مجبور کلا بل مختار عظیم الا للمختار مختار وللمجبور مجبور (کیا تمہارا شیخ مجبور ہے؟ ہرگز نہیں وہ تو صاحب اختیار عظمت ہے، مگر اسی کے لئے جو اس کو مختار سمجھتا ہو اور مجبور سمجھنے والے کے لئے مجبور ہے۔ دیکھو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبرؓ کی نگاہ میں) بنی مختار نظر آتے تھے، ابوجہل کو حضور کچھ بھی نظر نہ آتے تھے۔ اس تفاوت نظر کا نتیجہ ظاہر ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلعت صدق سے سرفراز ہوئے، ابوجہل لعنت کا مستحق قرار پایا۔ اور اس امت کا فرعون قرار پایا۔

شیخ جمال مطلق کا آئینہ ہے، ہر مرید خواہ وہ جیسا بھی ہو اس میں اپنی حقیقت کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ ابلیس نے اپنے گمان سے اپنی خودی کا مشاہدہ کیا تھا مردود ہو گیا۔ آدم علیہ السلام نے خود کو نہ دیکھا خدا کو دیکھا، مقبول بارگاہ خداوندی ہو گئے۔

اس زمانہ میں اس قسم کے مرید پیدا ہونے لگے ہیں جو اپنے آپ کو مختار مطلق اور شیخ کو مجبور محض تصور کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ہماری تربیت براہ راست

منجانب حق ہے شیخ کا واسطہ تو برائے نام ہے ۔ بعض لوگ یہاں تک یقین کر بیٹھتے کہ میں نے اور شیخ نے ایک ہی زمانے میں منازل سلوک طے کئے ہیں ۔ بعض لوگوں کا گمان ہوتا ہے کہ شیخ کی تکمیل و تربیت میری وساطت سے ہو رہی ہے ۔ الہام اور ارشاد میرے ہی واسطہ سے ہو رہا ہے ۔ (نعوذ باللہ)

اذکار و اشغال سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ

جب طالبِ حق کے دل میں قربتِ الہٰی حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو تو اس کے لئے امورِ ذیل کی پابندی لازمی ہے۔

(۱) یہ کہ سب سے پہلے اپنے آپ کو احکامِ شرع سے آراستہ کرے اور ممنوعات یعنی شرک و کفر اور فسق و فجور سے باز رہے۔ حرام غذا اور حرام چیزوں سے پرہیز کرے۔

(۲) بداخلاقی یعنی غرور، حسد، بخل اور غیبت کے بجائے تواضع، مروت، سخاوت اور خلق اختیار کرے اور بطریقِ اہل سنت والجماعت اپنا عقیدہ درست کرکے خدا، رسول، اور بزرگانِ دین کی محبت دل میں استوار کرے۔

یاد رہے کہ جب بداخلاقی انسان کے دل میں اپنا اثر جما لیتی ہے تو اس کا دور کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ لیکن جب انسان صدقِ دل سے کسی نیک کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو تائیدِ غیبی اس کے شاملِ حال ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام مشکلیں آسان فرما دیتا ہے۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ خدا کو حاضر و ناظر جان کر خلوت میں نہایت عاجزانہ طریقہ سے دو رکعت نماز نفل پڑھیں اور رو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔

(۳) یہ کہ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف کر دیں، اور اللہ کی

محبت کو اس درجہ بڑھا دیں کہ خدا کے سوا تمام چیزوں کی محبت کم ہو جائے فرض نماز باجماعت پابندی سے پڑھیں، نماز تہجد ناغہ نہ ہو۔ اس کے پڑھنے سے نفس کی اصلاح ہوتی ہے۔ نماز تہجد پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ شب کے اخیر ثلث میں اٹھ کر وضو کر کے دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھیں، اس کے بعد بارہ رکعت نوافل تہجد اس طریقہ سے ادا کریں کہ ہر رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ (الحمد) کے تین تین مرتبہ سورۂ اخلاص (قل ھو اللہ) پڑھیں۔ اسی طرح بارہ رکعت پوری کرلیں۔ خواہ دو دو رکعت کی نیت باندھ کر پڑھیں، یا چار چار کی جس صورت میں آسانی ہو وہ طریقہ اختیار کریں اس کے بعد چار زانو اس طرح بیٹھیں کہ داہنے پاؤں کے انگوٹھے اور اس کے برابر کی انگلی سے رگ کیماس جو بائیں پاؤں کے گھٹنے میں اندر کی جانب ہے مضبوط پکڑ لیں (اس سے خطرات دل میں نہیں آتے) اور کمر سیدھی رکھ کر نہایت اطمینان سے ذکر بارہ تسبیح مروجہ سلسلۂ چشتیہ صابریہ جہر کے ساتھ شروع کردیں، کبھی قضا نہ ہونے دیں۔ اور اگر کسی عذر کی وجہ سے ناغہ ہو جائے تو دن میں پورا کر لیا کریں۔

دوازدہ تسبیح

طریقہ ذکر جہر۔ پہلے نفی و اثبات یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا ذکر

۲۰۰ مرتبہ کریں، اس طرح کہ لَا کو دل سے کھینچ کر اَلٰہ کے لفظ کو داہنے مونڈھے پر لے جائیں اور خیال کریں کہ میں نے غیر اللہ کو دل سے نکال دیا پھر اِلَّا اللّٰہ کی ضرب نہایت شدت وقوت کے ساتھ دل پر لگائیں اور یہ ضرب لگاتے وقت تصور رکھیں کہ اللہ کی محبت میں نے دل میں داخل کر دی، پانچویں مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کہیں۔

اس کے بعد ۴۰۰ مرتبہ یعنی چار تسبیحیں اِلَّا اللّٰہ یعنی صرف اثبات کی ضرب داہنے مونڈھے کی طرف سے دل پر لگائیں۔

پھر پانچسو مرتبہ یعنی ۵ تسبیحیں اسم ذات اَللّٰہُ اَللّٰہ کی ضرب دل پر لگائیں اور خطرات دل سے نکال دیں اور اللہ کو حاضر ناظر سمجھیں جب گیارہ تسبیحیں پوری ہو جائیں تو بارہویں تسبیح صرف اسم ذات اَللّٰہُ کی ضرب لگاتار دل پر لگائیں۔

بارہ تسبیح سے فارغ ہو کر کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم تین مرتبہ خوب ذوق وشوق سے پڑھیں، اور سات مرتبہ یہ درود شریف پڑھیں اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ۔ پھر درود شریف کے بعد یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ وَرِضَاءُکَ مَطْلُوْبِیْ اَتْمِمْ عَلَیَّ نِعْمَتَکَ وَارْزُقْنِیْ عِرْفَانَکَ۔

پاس انفاس

اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب سانس نکلے تو لَا اِلٰہَ کہیں اور جب داخل ہو تو اِلَّا اللّٰہ کہیں مگر زبان کو حرکت نہ دیں۔ منہ بند رہے اور ہر وقت یہ ذکر جاری رہے۔ اس سے تصفیۂ قلب اور تجلیۂ رُوح حاصل ہوتا ہے۔

ذکر اسم ذات

پاسِ انفاس کے علاوہ کم از کم ۶ ہزار مرتبہ اَللّٰہُ کی تسبیح پڑھیں

ذِکر اسم ذات نفی واثبات با حبسِ دَم

رات کو آنکھیں بند کر کے زبان تالو سے لگائیں، اور سانس قایم کر کے ناف سے کھینچکر دِل تک لائیں اور لَا اِلٰہَ کہتے ہوئے داہنے بازو تک سر کو لائیں اور اِلَّا اللّٰہ کی ضرب لگائیں (دل پر) ایک سانس میں پہلے روز تین مرتبہ اس کے بعد بتدریج بڑھاتے جائیں۔

ذکر اسم ذات چہار ضربی

اس ذکر کی تاثیر سے کشفِ قبور حاصل ہوتا ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی بزرگ کے مزار پر رو بہ قبلہ بیٹھ جائیں اور اسم ذات (اَللّٰہُ) کی ضرب اوّل پہلوئے راست پر لگائیں، دوسری ضرب پہلوئے چپ پر، تیسری ضرب قبر پر

اور چوتھی قلب پر۔

ذکر اسم ذات قلندری

اس ذکر سے مقام لاہوت تک رسائی ہوتی ہے، چارزانو بیٹھ جائیں اور سر جھکا کر مقام ناف سے اِلّا کھینچکر ھُوْ کی ضرب اپنی ذات پر لگائیں۔

ذکر جاروب

یہ ذکر تصفیۂ قلب کے لئے موثر ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ دو زانو بیٹھ جائیں اور لَآ اِلٰہَ بائیں زانو سے شروع کرکے سر داہنے زانو کی طرف لائیں، اور سر کو کسی قدر پشت کی طرف مائل کرکے سختی اور قوت کے ساتھ اِلَّا اللّٰہُ کی ضرب دل پر لگائیں، اسی طریقہ سے ذکر جاری رکھیں۔

ذکر حدادی

حسب نشست متذکرہ بالا مقام ناف سے لَآ اِلٰہَ کھینچکر دائیں بازو کی طرف لائیں اور ساتھ ہی پنجوں کے بل کھڑے ہو جائیں اور اِلَّا اللّٰہ کی ضرب دل پر لگائیں اور ساتھ ہی دونوں ہاتھ زانو پر زور سے ماریں۔

ذکر ارّہ۔ الٹا سانس لیکر لا اِلٰہَ بازوئے راست تک کھینچیں

اور سر پشت کی جانب لے جا کر اِلَّا اللہ کی ضرب دل پر لگائیں۔ اس ذکر کے اور بھی طریقے ہیں۔

شغل سہ پایہ

چار زانو بیٹھ جائیں اور سانس مقام ناف سے کھینچ کر ام الدماغ میں لے جا کر اَللّٰہُ سَمِیْعٌ کہیں اور یہ تصور کریں کہ اللہ سُن رہا ہے اور وہ مجھ سے بالکل قریب اور متصل ہے، پھر دل کی جانب آ کر اَللّٰہُ بَصِیْرٌ کہیں اور یہ تصور رکھیں کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ پھر ناف کی جانب آ کر اَللّٰہُ عَلِیْمٌ کہیں اور تصور میں بی یَنْطِقُ کہیں۔ پھر سر کی جانب متوجہ ہو کر اَللّٰہُ عَلِیْمٌ کہیں اور دل پر اَللّٰہُ بَصِیْرٌ اور ناف پر اَللّٰہُ سَمِیْعٌ کہیں، یہ شغل ایک سانس میں کم از کم ۵ مرتبہ ہونا چاہیے۔

سلطاناً نصیرا

اس شغل سے خطرات یکسرہ دور ہو جاتے ہیں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رو پوری دلجمعی کے ساتھ دو زانو بیٹھ جائیں اور آنکھ بند کر کے ناک کے نتھنے پر نظر جمائیں اور یہ تصور کریں کہ نورِ الٰہی ایک ستارے کی طرح درخشاں ہے اس شغل میں پلک نہ جھپکنی چاہیے۔ نہ ذہن میں کسی قسم کے خیالات رہیں۔ اس شغل سے شروع شروع میں دردِ سر اور دردِ چشم کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے آنکھوں سے پانی بہنے لگتا ہے، لیکن کچھ دنوں کی مشق سے یہ شکایت رفع ہو جاتی ہے۔

اور عجائبات مشاہدہ میں آنے لگتے ہیں۔

سلطاناً محمودا

اس شغل کا طریقہ بھی وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا، فرق صرف اتنا ہے کہ نتھنوں کے بجائے ناک کے اوپر دونوں بھنوؤں کے درمیان معائنہ کرنا چاہئے، یہ شغل جاری رکھیں، جب پیشانی اور سر نظر آنے لگے گا تو عالم بالا کا مشاہدہ ہونے لگے گا۔ یہ دونوں طریق حضرت خواجہ غریب نوازؒ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں، یہ ذکر صبح یا شام کو کرنا چاہئے۔

سلطان الاذکار

اس ذکر سے مشاہدہ نورِ حقیقت ہوتا ہے۔ ناک اور کان میں روئی دیکر منہ اور آنکھیں بند کرکے مقامِ ناف سے سانس کو کھینچکر ام الدماغ میں لاکر روک لیں اور اس مقام پر نقطۂ مدور لطیفہ اخفیٰ میں اسم ذات (اَللّٰہُ) داخل کریں، یہاں تک کہ وہ نقطہ منور ہوجائے اور تمام جسم میں نور پھیل جائے۔ اور وہاں سے منتشر ہوکر عرش تک وسیع ہوجائے۔

شغل سرمدی

سلطان الاذکار کی طرح ناک، کان، آنکھ وغیرہ بند کرکے بہ تصور

کریں کہ پانی گرنے کی سی آواز آرہی ہے، پھر رفتہ رفتہ یہ آواز تمام دنیاوی آوازوں پر غالب آجائے گی۔ یہ صدائے غیبی مظہر عجائب وغرائب ہے۔

(تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ احسن الاسرار مولفہ حضرت مولانا مفتی انعام اللہ خاں شہابی گوپاموی)

خستم شد

(خواجہ برقی پریس، جامع مسجد دھلی)

"حقیقت نماز"

قرآن مجید میں نماز کی خاصیتِ موثرہ یہ بیان کی گئی ہے کہ نماز کی پابندی سے آدمی برائیوں سے دور ہو جاتا ہے، روحانیت روز بروز منازلِ معراج طے کرتی چلی جاتی ہے اور نمازی ہی دنیا میں تفوق و برتری کا واحد اجارہ دار ہے۔ اگر نمازی ہونے کے باوجود ہم میں برائیاں موجود ہیں، دنیاوی تفوق و برتری بھی حاصل نہیں ہے تو لازمی تسلیم کرنا پڑیگا کہ جس طریقہ سے ہم نے نماز پڑھی وہ طریقہ غلط تھا، نماز کا صحیح طریقہ معلوم کرنے کے لئے **حقیقت نماز** کا مطالعہ کیجئے جس میں اس کمی کا وضاحت کے ساتھ بیان ہے اور اس کمی کو پورا کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے، مردہ نمازوں میں روح ڈالنے کے جو طریقے اس کتاب میں بیان کئے گئے ہیں وہ بڑے بڑے اولیائے کاملین کی تعلیمات وہدایات کا خلاصہ ہے، اس کتاب کی افادیت وجامعیت کا صحیح اندازہ تو مطالعہ کے بعد ہی ہو سکے گا پھر بھی کتاب کے کئی سو عنوانات میں سے ذیل کے چند اہم عنوانات سے اندازہ کیا جا سکے گا کہ اس کتاب کی جمع وترتیب میں کس درجہ اہتمام اور عرق ریزی شامل ہے۔ "نماز کیوں فرض کی گئی"؟ نماز کی حقیقت وروح کیا ہے"؟ نماز کس طرح پڑھنی چاہئے"، اور دوسرے سینکڑوں عنوانات پر اسقدر عام فہم انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے کہ سمجھنے اور عمل کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئیگی قیمت مجلد صرف تین روپے آٹھ آنہ علاوہ خرچ ڈاک

پتہ:- **آشانہ بک ڈپو پوسٹ بکس نمبر ۲۰۶ جامع مسجد دہلی**